نوجوانوں کے لئے سوویت ادب

نکولائی نوسوف

وتیا مالیف
کی
کہانی



نکولائی نوسوف

وتیا مالیف کی کہانی



غیرملکی زبانوں کا دارالاشاعت
ماسکو

گوریائف کی بنائی ہوئی تصویریں

فہرست

پہلا باب



وقت بھی کیا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے! یہ بڑی نامعقول بات ہے نا! گرمی کی چھٹیاں بجلی کی سی تیزی سے ختم ہو گئیں۔ ابھی شروع ہونے بھی نہ پائی تھیں کہ غائب اور اس سے پہلے کہ میں سمجھہ پاؤں کہ آخر ہوں کہاں کہ اسکول پھر کھل گیا۔ لیکن جب تک چھٹیاں رہیں تو رہا بڑا مزا۔ یہاں بھاگ، وہاں دوڑ، فٹ بال کھیل رہے ہیں، دھما چوکڑی مچا رہے ہیں، اور سبق اور کتابوں کا تو کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں آیا۔ کم سے کم اسکول کی کتابوں کے بارے میں تو بالکل ہی نہیں سوچا۔ اگرچہ یوں تو میں نے بہادری کے کارناموں کے متعلق بہت سی کہانیاں پڑھہ ڈالیں۔ لیکن جہاں تک روسی قواعد کا تعلق ہے تو قسم کھانے کو بھی ہاتھہ نہیں لگایا۔ اور حساب کی کتابوں کا تو بھلا ذکر ہی کیا! میری روسی تو خیر اچھی خاصی ہے، ہمیشہ اچھے نمبر ملے لیکن حساب کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ حساب مجھے کبھی اچھا نہیں لگا اور میں اس میں اتنا کمزور تھا کہ اولگا نکولائیونا نے چھٹیوں میں گھر پر حل کرنے کے لئے کچھہ سوال تقریباً دے ہی ڈالے تھے۔ ذرا سوچو تو سہی، حساب کے سوال اور چھٹیوں کا بھلا کیا جوڑ۔ لیکن بس میں بال بال بچ گیا۔ انہیں مجھہ پر کچھہ رحم آ گیا اور انہوں نے مجھے چوتھے درجے

میں چڑھا ہی دیا ۔ یعنی اس درجے یا جماعت میں جس میں چار سال اسکول میں پڑھنے کے بعد میری عمر کے لڑکے کو تو ہونا ہی چاہئے ۔ میں اب گیارہ سال کا ہونے والا تھا ۔

«میں تمہاری چھٹیاں خراب نہیں کرنا چاہتی» انہوں نے کہا تھا ۔ «اس مرتبہ تو پاس کئے دیتی ہوں لیکن یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ چھٹیوں میں حساب کے سوال حل کرتے رہوگے ۔»

ظاہر ہے کہ میں نے وعدہ کر لیا لیکن جیسے ہی اسکول بند ہؤا حساب ذہن سے ایسا غائب ہؤا کہ اگر اسکول پھر نہ کھلتا تو یاد ہی نہ آتا ۔ اپنا وعدہ پورا نہ کرنے پر مجھے شرم ضرور آئی مگر اب اتنے دن بعد اس کے متعلق کیا بھی کیا جا سکتا تھا ۔

اور اس طرح گرمی کی چھٹیاں ختم ہو گئیں اور ایک صبح یعنی پہلی ستمبر کو اور دنوں کے مقابلے میں میں سویرے اٹھا ۔ اسکول کی کتابیں بستے میں رکھیں اور اسکول کی طرف چل پڑا ۔ جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہوتا ہے اس دن فضا میں کچھ گرماگرمی سی تھی ۔ سڑکیں چھوٹے بڑے لڑکے اور لڑکیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں جو سب تیزی سے اسکول کی طرف جا رہے تھے ۔ کچھ اکیلے ہی جا رہے تھے، کچھ دو دو کے جوڑے میں اور بعض جھنڈ کے جھنڈ بناکر ۔ بعض آہستہ آہستہ چل رہے تھے جیسے میں چل رہا تھا اور کچھ اس طرح بےتحاشہ بھاگے چلے جا رہے تھے جیسے کہیں آگ لگ گئی ہو ۔ چھوٹے بچے اپنے اپنے درجے کے کمروں کے لئے پھول لئے جا رہے تھے ۔ لڑکیاں چیں چیں کرکے بول رہی تھیں جیسا کہ لڑکیاں ہمیشہ کرتی ہیں ۔ لیکن کچھ لڑکے بھی چیں چیں کرکے بول رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے ۔ ہر شخص پر ایک جوش اور جذبہ سا طاری

تھا ۔ میرا بھی یہی حال تھا ۔ میں اپنے پائنیر گروپ سے، اپنے درجے کے تمام لڑکوں سے اور اپنے پائنیر لیڈر ولودیا سے ملنے کی امید پہ بہت خوش تھا جنھوں نے گذشتہ سال ہمارے ساتھہ کام کیا تھا ۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک مسافر ہوں جو بہت لمبے سفر کے بعد اپنے گھر اور اپنے دوستوں کے درمیان واپس آیا ہو۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں پوری طرح خوش بھی نہیں تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ دوسروں کے ساتھہ فیدیا ریبکن سے ملاقات نہ ہو سکے گی ۔ فیدیا میرا سب سے اچھا دوست تھا ۔ کلاس میں دوھرے ڈسک پر ہم دونوں ساتھہ بیٹھا کرتے تھے اور اب وہ اپنے ماں باپ کے ساتھہ کسی اور شہر چلا گیا تھا اور مجھے کچھہ پتہ نہیں تھا کہ اس سے پھر کبھی ملاقات بھی ہوگی یا نہیں ۔ دوسری چیز جس نے مجھے افسردہ کر دیا تھا یہ خیال تھا کہ اولگا نکولائیونا نے حساب کے بارے میں پوچھہ لیا تو کیا جواب دوں گا ۔ ایسی تیسی میں گیا حساب! اسکول کے بارے میں سوچ کر کتنی خوشی ہو رہی تھی کیونکہ سچ مچ مجھے اسکول بہت یاد آتا تھا لیکن حساب کے خیال نے سارا مزا کرکرا کر دیا ۔

سورج اس تیزی سے چمک رہا تھا جیسے گرمیوں میں چمکتا ہے لیکن سرد ہوا کے جھونکے درختوں کی شاخوں سے زرد پتیوں کو توڑ کر ہوا میں نچاتے ہوئے زمین پر گرا رہے تھے ۔ پھر ہوا انہیں سڑک پر چکرانے کے لئے دوڑتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ یہ سب پتیاں بھی تیزی سے کہیں چلی جا رہی ہیں ۔

دور ہی سے اسکول کے پھاٹک پر ایک بڑا سا سرخ پوسٹر نظر

آیا۔ اسکے چاروں طرف پھول لگے ہوئے تھے اور اس پر بڑے بڑے سفید حرفوں میں لکھا تھا «خوش آمدید!»

اس قسم کا بورڈ پچھلے سال اسکول کھلنے پر اور اس سے پہلے سال بھی لگا تھا۔ مجھے اسکول میں اپنا پہلا دن یاد آ گیا، اس وقت تو میں بالکل بچہ تھا۔ میں پہلے درجے کے بارے میں سوچنے لگا کہ اس زمانے میں ہم لوگ کتنا چاہتے تھے کہ جلدی سے بڑے ہو جائیں اور پائنیروں میں شریک ہو جائیں۔ مجھے وہ پہلا جلسہ یاد آیا جب ہم لوگ بچوں کے پائنیر گروپ میں شریک ہوئے تھے اور اپنا وہ سنجیدہ عہد بھی یاد آیا جو ہم لوگوں نے کیا تھا اور پھر وہ سارا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر گیا کہ کس طرح ہماری سب سے بڑی پائنیر لیڈر آسیا گیورگیونا نے ہمیں لال ٹائی دی تھی اور ہم لوگ سچ مچ اچھے خاصے لینن یںگ پائنیر ہو گئے تھے۔

جب مجھے یہ سب یاد آیا تو جیسے اندر ہی اندر گدگدی اور گرمی سی محسوس ہونے لگی۔ جب کبھی کوئی بڑی بڑھیا بات ہوتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے نا! میرے پیر آپ ہی آپ جلدی جلدی اٹھنے لگے اور میں بڑی مشکل سے اپنے آپ کو دوڑنے سے روک سکا۔ میرے لئے پہلے درجے کے ننھے ننھے بچوں کی طرح دوڑنا تو کچھ مناسب نہیں ہے، اب تو میں چوتھے درجے میں ہوں!

کھیل کے میدان میں ایک ہنگامہ تھا۔ ہر درجے کے لڑکے اپنا اپنا گروپ بنائے کھڑے تھے۔ مجھے بھی اپنا گروپ جلد ہی مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی لڑکے زور سے چلائے، دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، اور پیٹھ پر زور زور سے ہاتھ مارنے لگے۔ مجھے کبھی یہ خیال نہیں تھا کہ مجھے دیکھکر یہ لوگ اتنے خوش ہوں گے۔

«فیدیا ریبکن کہاں ہے؟» گریشا واسی‌لیف نے پوچھا۔

«ارے ہاں یہ فیدیا کہاں مر گیا؟» دوسرے لڑکے چلائے۔ «تم دونوں تو ہمیشہ ساتھہ ہی ساتھہ رہتے تھے۔ تم نے اسکا کیا کیا؟»

«فیدیا چلا گیا» میں نے جواب دیا۔ «اب وہ اسکول نہیں آیا کرے گا۔»

«کیوں؟»

«اپنے ماں باپ کے ساتھہ دوسرے شہر چلا گیا۔»

«آخر کیوں؟»

«بس وہ چلا گیا اور سارا قصہ یہی ہے۔»

«تم گپ ہانک رہے ہو؟» آلک سوروکن بولا۔

«بالکل نہیں۔»

لڑکوں نے میری طرف دیکھا اور کھیسیں نکال دیں۔ وہ سمجھہ رہے تھے کہ میں ان سب کو دق کر رہا ہوں۔

«وانیا پاخوموف بھی تو یہاں نہیں ہے» لونیا استافیف نے کہا۔

«اور سریوژا بکاتن بھی نہیں ہے» دوسرے چلائے۔

«شائد یہ لوگ بھی چلے گئے اور ہم لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوئی» تولیا دیوژکن بولا۔

اس وقت دروازہ کھلا اور دیکھتے کیا ہیں کہ وانیا پاخوموف چلا آ رہا ہے۔

«ہرے!» ہم نے نعرہ بلند کیا۔ اور ہم سب لوگ وانیا سے ملنے کے لئے دوڑے اور اس پر ٹوٹ ہی تو پڑے۔

«ارے چھوڑو بھائی!» ہم لوگوں سے بچ نکلنے کی کوشش کرتے

ہوئے وہ چلایا۔ «اس سے پہلے کسی آدمی کی شکل نہیں دیکھی کیا؟»

لیکن ہم لوگ اسکی پیٹھ ٹھونکنا چاہتے تھے۔ میں بھی اسکی پیٹھ ٹھونکنا چاہتا تھا مگر غلطی سے ہاتھ اس کے سر پر پڑا۔

وانیا بگڑ گیا:

«اچھا تو لڑنا چاہتے ہو!» وہ چیخا اور پوری قوت سے اپنے آپ کو چھڑانے لگا۔ لیکن ہم لوگوں نے اسے جانے نہیں دیا۔ اگر سریوژا بکاتن اسی وقت نہ آ جاتا تو پتہ نہیں کیا ہوتا۔ جیسے ہی ہماری نظر اس پر پڑی ہم وانیا کو چھوڑ اس پر جھپٹ پڑے۔

«اب تو ہم سب ہی یہاں موجود ہیں» ژینیا کوماروف نے کہا۔

«اگر فیدیا ریبکن کو نہ گنو تب» ایگور گراچیف بولا۔

«جب وہ چلا ہی گیا تو پھر اسے گننے کا کیا سوال؟»

«لیکن ممکن ہے یہ خبر سچ نہ ہو۔ اولگا نکولائیونا سے پوچھیں گے۔»

«یقین کرو یا نہ کرو۔ مجھے کیا پڑی ہے بہرحال یہ ہے بالکل سچ بات» میں نے کہا۔

پھر ہم ایک دوسرے کا اچھی طرح معائنہ کرنے لگے اور بتانے لگے کہ گرمی کی چھٹیاں کس نے کیسے گذاریں۔ کچھ لڑکے پائنیر کیمپ گئے تھے۔ کچھ اپنے والدین کے ساتھ دیہات گئے تھے۔ ہم سب ہی کچھ لمبے ہو گئے تھے اور گرمی کی وجہ سے سب ہی کا رنگ کچھ سنولا سا گیا تھا۔ لیکن گلب اسکامیکن کی طرح کسی کا رنگ نہیں سنولایا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے آگ پر اسے اچھی طرح بھونا ہے۔ اور اسکی بھوئیں تو بہت مضحکہ خیز نظر آ رہی

تھیں اور چہرے کی رنگت کے مقابلے میں بالکل سفید معصوم ہو رہی تھیں۔

«تمہارا رنگ اتنا کیسے سنولا گیا؟» تولیا دیوژکن نے اس سے پوچھا۔ «ساری گرمی کیمپ میں رہے کیا؟»

«نہیں، کیمپ میں تو صرف چند ہفتے رہا اور اسکے بعد کرائمیا چلا گیا تھا۔»

«کرائمیا؟»

«ہاں، ابا کے کارخانے نے انہیں آرام گھر میں بھیجا تھا۔ وہ مجھے اور ماں کو بھی ساتھ لیتے گئے۔»

«تو تم کرائمیا ہو آئے؟»

«ہوں۔»

«اور سمندر بھی دیکھا؟»

«ہاں ہاں، سمندر بھی اور دوسری چیزیں بھی۔»

لڑکے گلب کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ کوئی عجیب چیز ہو۔

«اچھا تو پھر ذرا سمندر کے بارے میں بتاؤ» سریوژا بوکاتن نے کہا۔

«یعنی یہ سمجھو کہ سمندر بے حد ہی بڑا ہوتا ہے» گلب اسکامیکن نے کہنا شروع کیا۔ «اتنا بڑا کہ ایک کنارے کھڑے ہو جاؤ تو مقابل کا کنارا نظر نہیں آتا۔ ایک طرف کنارا اور دوسری طرف سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ یقین نہیں آتا کہ دنیا میں اتنا بہت سا پانی ہے! اور اس علاقے میں دھوپ اتنی تیز ہوتی ہے کہ میری ساری کھال ادھڑ گئی۔»

«بالکل مہا جھوٹ!»

«سچ کہتا ہوں! پہلے تو مجھے بھی بہت ڈر لگا لیکن بعد میں معلوم ہؤا کہ نیچے ایک اور بھی کھال ہے۔ تو اب میں اپنی دوسری کھال میں چل پھر رہا ہوں۔»

«اچھا تمہاری کھال کی تو ایسی تیسی۔ ہمیں سمندر کے بارے میں بتاؤ!»

«ذرا ٹھیرو... سمندر... بس کچھہ عجیب شاندار چیز ہوتی ہے! بس پانی ہی پانی ہوتا ہے اس میں! پانی کا پورا ایک سمندر!»

پتہ نہیں گلب اسکابیکن سمندر کے بارے میں کیا بتاتا لیکن اتنے ہی میں ولودیا ہم لوگوں کی طرف آ نکلے۔ کس بری طرح چیخے ہیں ہم لوگ کہ بس سننے سے تعلق رکھتا تھا! ہم سب نے انہیں گھیر کر ایک ساتھہ باتیں شروع کر دیں۔ ہم یہ جاننا چاہتے تھے کہ اس سال بھی وہ ہمارے پائنیر لیڈر ہونے والے ہیں یا کوئی دوسرا شخص آئے گا۔

«تم لوگ تو خود ہی جانتے ہو نا کہ میں تم لوگوں کو کسی دوسرے کے حوالے نہیں کر سکتا؟ پچھلے سال کی طرح ہم لوگ ساتھہ کام کریں گے۔ لیکن شائد تم لوگ مجھہ سے اکتا گئے ہو اور کچھہ تبدیلی چاہتے ہو؟» ولودیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

«آپ سے اکتا گئے؟ ہم لوگ تو کبھی نہ اکتائیں گے۔ آپ کے ساتھہ تو وہ لطف آتا ہے کہ کیا کہنے!»

ولودیا نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنے کومسومول کے دوستوں کے ساتھہ دریا میں ایک ربر کی کشتی میں سیر کی تھی۔ پھر انہوں نے

کہا کہ اچھا پھر ملاقات ہوگی اور اپنے درجے کے لوگوں کے پاس چلے گئے ۔ ہم لوگوں کی طرح وہ بھی اپنے درجے کے لڑکوں سے بات چیت کرنا چاہتے تھے ۔

ان کے جانے سے ہم لوگوں کو افسوس ہؤا لیکن اسی وقت اولگا نکولائیونا آ گئیں ۔ انہیں دیکھ کر ہم سب بہت خوش ہوئے ۔

«آداب، اولگا نکولائیونا!» ہم سب نے ایک ساتھ کہا ۔

«جیتے رہو بچوں!» انہوں نے مسکرا کر جواب دیا ۔ «تم سب نے گرمی کا موسم اچھی طرح گذارا؟»

«بہت اچھی طرح، اولگا نکولائیونا!»

«چھٹیاں اچھی طرح گذریں؟.. اچھی طرح آرام کیا؟»

«جی ہاں!»

«اب آرام کرتے کرتے تھک گئے؟»

«جی ہاں اب تھک گئے، اولگا نکولائیونا ۔ اب تو کچھ سبق پڑھنے کو جی چاہتا ہے ۔»

«بہت خوب!»

«میں تو آرام کرتے کرتے بالکل تھک گیا ۔ ایک دن اگر اور اسی طرح گذرے تو میں تو ختم ہی ہو جاؤں» آلک سوروکن نے کہا ۔

«آلک تم ذرہ بھر بھی نہیں بدلے ۔ وہی ہمیشہ کی طرح ہنسوڑ اور کھلنڈرے ہو!»

«بالکل نہیں بدلا سوائے اس کے کہ کچھ تھوڑا سا لمبا ہو گیا ہوں، اولگا نکولائیونا ۔»

«میں تو کہوں گی کہ تھوڑے سے نہیں کافی لمبے ہو گئے ہو!» اولگا نکولائیونا نے ہنستے ہوئے کہا۔

«لیکن عقل اتنی ہی رہی» یورا کساتکن نے لقمہ دیا۔

ہم سب نے زور سے قہقہہ لگایا۔

«اولگا نکولائیونا اب فیدیا ریبکن اسکول نہیں آیا کرے گا» دیما بالاکریف بولا۔

«ہاں مجھے معلوم ہے۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ ماسکو چلا گیا ہے۔»

«اولگا نکولائیونا گلب اسکامیکن کرائمیا گیا تھا اور اس نے سمندر دیکھا ہے۔»

«بہت خوب۔ تب تو گلب سمندر کے متعلق مضمون لکھ سکے گا۔»

«اولگا نکولائیونا اس کی پوری کھال اتر گئی۔»

«کس کی کھال؟»

«گلب کی۔»

«خیر اسکے بارے میں بعد میں باتیں ہوں گی۔ اب لائن بناکر درجے میں چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔»

ہم سب قطار باندھ‌کر کھڑے ہوگئے۔ دوسرے درجوں والے بھی کھڑے ہو گئے۔ ایگور الکساندرووچ جو ہمارے اسکول کے ڈائرکٹر ہیں باہر آئے اور نئے سال پر ہم سب کا خیرمقدم کیا اور ہم سب کو اپنی پڑھائی میں کامیابی حاصل کرنے کی دعا دی۔ اسکے بعد تمام استاد لڑکوں کو لے کر درجوں میں جانے لگے۔ سب سے پہلے سب سے چھوٹے لڑکے، اسکے بعد دوسرے درجے والے، پھر تیسرے درجے والے، اسکے بعد ہم اور ہمارے بعد ہم سے بڑے لڑکے۔

اولگا نکولائیونا ہم لوگوں کے آگے آگے درجے میں داخل ہوئیں۔ ہم لوگوں نے فیصلہ کیا کہ پچھلے سال جن ڈسکوں پر بیٹھتے تھے ان ہی پر اس سال بھی بیٹھیں گے۔ اس طرح میں بالکل اکیلا رہ گیا کیونکہ میرے ساتھ ڈسک پر بیٹھنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کمرہ پچھلے سال کے مقابلے میں کچھ چھوٹا ہو گیا ہے لیکن اولگا نکولائیونا نے ہمیں سمجھایا کہ کمرہ تو اتنا ہی بڑا ہے لیکن اب چھوٹا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ کچھ بڑے ہو گئے ہو۔

بات بالکل ٹھیک کہتی تھیں۔ میں خاص کر کے انٹرول کے وقت تیسرے درجے کے کمرے میں گیا۔ وہ بھی بالکل ہمارے کمرے کے برابر تھا۔

اولگا نکولائیونا نے کہا کہ اب تم لوگ چوتھے درجے میں آ گئے ہو اس لئے تمہیں پہلے سے زیادہ محنت کرنی پڑیگی کیونکہ اب مضمون بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ روسی، حساب اور پچھلے سال کے دوسرے مضمونوں کے علاوہ اب جغرافیہ، تاریخ اور نیچر اسٹڈی بھی پڑھائی جائے گی۔ اسکے معنی یہ ہوئے کہ اگر ہم پھسڈی نہیں ہونا چاھتے تو ہمیں شروع ہی سے جی لگاکر محنت کرنی چاہئے۔ ہم سب نے نیا ٹائم ٹیبل نقل کر لیا اور اولگا نکولائیونا نے ہم سے کہا کہ ایک مانیٹر اور ایک نائب مانیٹر چن لو۔

«مانیٹر گلب اسکامیکن کو ہونا چاہئے! گلب اسکامیکن کو!» لڑکے چلائے۔

«بچو خاموش! اتنا شور نہیں مچانا چاہئے۔ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ چناؤ کس طرح کیا جاتا ہے؟ جو بولنا چاہے وہ ہاتھ اٹھائے۔»

اسکے بعد ہم لوگوں نے باقاعدہ چناؤ کیا۔ گلب اسکامیکن کو مانیٹر اور شورا مالیکوف کو نائب مانیٹر چنا گیا۔

دوسرے سبق کے وقت اولگا نکولائیونا نے ہم سے کہا کہ پچھلے سال جو کچھہ پڑھایا گیا تھا اسے پھر دوھرایا جائےگا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ چھٹیوں میں ہم لوگ کتنا کچھہ بھول گئے ھیں۔ انہوں نے فوراً ھی سوال پوچھنے شروع کر دئے اور معلوم یہ ھؤا کہ میں پہاڑے بھی بھول گیا تھا۔ ظاھر ھے سب تو نہیں لیکن آخر کے حصے بھول گیا تھا۔ یہ تو یاد تھا کہ سات ستے انچاس ھوتے ھیں لیکن اسکے بعد معاملہ گول تھا!

«اچھا تو مالیف (یہ میرا نام ھے) معلوم ھوتا ھے کہ گرمی بھر تم نے کتاب کھول‌کر بھی نہیں دیکھی» اولگا نکولائیونا نے کہا۔

اولگا نکولائیونا جب کبھی خفا ھوتی ھیں تو مجھے میرے خاندانی نام سے مخاطب کرتی ھیں ورنہ ویسے ھمیشہ وتیا کھتی ھیں۔

میں نے غور کیا ھے کہ کسی نہ کسی وجہ سے سال کے شروع میں پڑھنا کافی مشکل کام ھے۔ سبق کی ریں ریں اس طرح جاری رھتی ھے جیسے کوئی جان بوجھ‌کر اسے طول دے رھا ھو۔ اگر میں تمام اسکولوں کا افسر ھوتا تو میں ایکدم سے پڑھائی شروع نہ کراتا۔ میں لڑکوں کو موقع دیتا کہ وہ آھستہ آھستہ اس حقیقت کے عادی ھو جائیں کہ کھیل کود کے بجائے اب پڑھائی ھونی چاھئے۔ مثلاً پہلے ھفتے کے لئے ایک سبق کافی ھوتا، دوسرے ھفتے دو، تیسرے ھفتے تین اور اسی طرح سبق بڑھتے جاتے۔ یا پھر پہلے ھفتے سب سے آسان سبق ھوتے مثلاً ورزش، دوسرے ھفتے گانا بھی شامل کر دیا جاتا، تیسرے ھفتے سی، یہاں تک کہ حساب کی باری آتی۔ مگر میں یہ نہیں چاھتا کہ

کوئی یہ خیال کرے کہ میں سست ہوں اور یہ کہ مجھے عام طور پر اسکول پسند نہیں ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ مجھے اسکول بہت پسند ہے لیکن ساری گرمی کھیلنے اور من مانی کرنے کے بعد ایکدم یہ سب چیزیں چھوڑکر پڑھائی شروع کرنا کافی مشکل کام ہے۔

تیسرا سبق جغرافیہ کا ہے۔ میں ہمیشہ یہ سمجھتا تھا کہ حساب کی طرح جغرافیہ بھی کوئی بہت سخت مضمون ہے لیکن معلوم یہ ہؤا کہ وہ خاصا آسان مضمون ہے۔ جغرافیہ زمین کا علم ہے۔ اس میں پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں اور کھاڑیوں کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ زمین روٹی کی طرح چپٹی ہے۔ لیکن اولگا نکولائیونا نے بتایا کہ زمین چپٹی نہیں بلکہ گیند کی طرح گول ہے۔ یہ میں پہلے بھی سن چکا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ یہ من گھڑت باتیں بالکل نہیں ہیں۔ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ زمین ایک بہت بڑا گولا ہے اور یہ کہ لوگ اسکے چاروں طرف رہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مثلاً انسانوں کو، جانوروں کو اور دوسری چیزوں کو اور اسی لئے جو لوگ نیچے رہتے ہیں وہ گرتے نہیں ہیں۔ اسکے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ جو لوگ زمین کے نیچے کی طرف رہتے ہیں وہ الٹے چلتے ہیں لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ الٹے چل رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک چل رہے ہیں۔ اگر وہ لوگ سر جھکائیں اور پیروں کے نیچے دیکھیں تو انہیں زمین نظر آتی ہے جس پر وہ کھڑے ہیں اور اگر وہ سر اٹھاکر اوپر دیکھیں تو انہیں آسمان نظر آتا ہے۔ اسی لئے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل سیدھے چل رہے ہیں۔

جغرافیه کے سبق کے وقت هم لوگوں کو کافی مزه آیا اور دوسرے سبق کے وقت ایک دلچسپ واقعه پیش آیا ـ ابھی گھنٹه بجا هی تھا اور اولگا نکولائیونا درجے میں داخل هی هوئی تھیں که دفعتاً دروازه کھلا اور ایک لڑکا داخل هوا جسے هم لوگوں میں سے کسی نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا ـ کچھه دیر تک وه دروازے پر کھڑا سوچتا رها که کرنا کیا چاهئے ـ اسکے بعد وه اولگا نکولائیونا کی طرف ادب سے جھکا اور بولا:

«آداب!»

«جیتے رهو!» اولگا نکولائیونا نے جواب دیا ـ «تم کیا چاهتے هو؟»

«کچھه نہیں ـ»

«اگر کچھه نہیں چاهئے تو پھر اندر کیوں آئے هو؟»

«میں پڑھنے آیا هوں ـ یه چوتھا درجه هے نا؟»

«هاں ـ»

«میں بھی یہی سمجھه رها تھا ـ»

«تم هی نئے لڑکے هو؟»

«جی هاں، میں هی نیا لڑکا هوں ـ»

اولگا نکولائیونا نے اپنا رجسٹر دیکھا ـ

«تمہارا نام ششکن هے؟»

«جی هاں، کوستیا ششکن ـ»

«کوستیا ششکن تم اتنی دیر میں کیوں آئے؟ تمہیں معلوم نہیں تھا که اسکول صبح شروع هوتا هے؟»

«میں صبح هی کو آیا تھا ـ بات یه هوئی که میں پہلے سبق میں ذرا دیر سے پہونچا ـ»

«پہلے سبق میں؟ لیکن اب تو چوتھا گھنٹہ چل رہا ھے۔ پچھلے دو گھنٹے سے تم کہاں تھے؟»

«پانچویں درجے میں۔»

«پانچویں درجے میں کیا کر رہے تھے؟»

«ھوا یہ کہ جب میں اسکول پہونچا تو میں نے گھنٹے کی آواز سنی اور دیکھا کہ کچھہ لڑکے ایک درجے میں چلے جا رہے ھیں۔ میں بھی انکے ساتھہ ھو لیا۔ بعد میں معلوم ھوا کہ یہ پانچواں درجہ ھے۔ گھنٹہ ختم ھونے پر مجھہ سے پوچھا گیا کہ تم نئے لڑکے ھو تو میں نے کہا ھاں۔ پھر ان لوگوں نے مجھہ سے کچھہ نہیں کہا تو مجھے بھی نہیں معلوم ھوا کہ میں غلط درجے میں آ گیا ھوں۔ یہ تو بعد میں معلوم ھؤا۔»

«اچھا بیٹھہ جاؤ اور آئندہ غلط درجے میں کبھی مت جانا» اولگا نکولائیونا نے کہا۔

ششکن میری ڈسک کی طرف آیا اور میرے نزدیک کی خالی جگہ پر بیٹھہ گیا۔ پورے گھنٹے لڑکے اسکی طرف دیکھتے اور منھہ بناتے رھے۔ لیکن اسنے کوئی توجہ نہیں کی۔ وہ اس طرح بیٹھا رھا جیسے کچھہ ھؤا ھی نہیں۔ اسکا چہرہ کچھہ عجیب مضحکہ خیز قسم کا تھا۔ اسکا نچلا ھونٹ باھر کی طرف نکلا ھوا تھا اور ناک کی نوک اوپر کی طرف اٹھی ھوئی تھی جس سے ایسا معلوم ھوتا تھا کہ بڑا بد دماغ ھے اور لئے دئے رھتا ھے۔

گھنٹہ ختم ھؤا تو لڑکوں نے اسے گھیر لیا۔

«تم پانچویں درجے میں کس طرح پہونچ گئے؟ استاد نے حاضری نہیں لی؟» سلاوا ودیرنیکوف نے پوچھا۔

«ممکن ہے پہلے گھنٹے میں انہوں نے حاضری لی ہو لیکن میں تو دوسرے گھنٹے میں پہونچا تھا ۔»

«لیکن یہ کیسے ہؤا کہ انہوں نے تمہیں دوسرے گھنٹے میں نہیں دیکھا ؟»

«کیونکہ استانی دوسری تھیں» ششکن نے جواب دیا ۔ «پانچویں درجہ چوتھے کی طرح نہیں ہے ۔ وہاں ہر سبق کے لئے الگ استاد ہوتے ہیں اور جب تک استاد تمام لڑکوں سے واقف نہ ہو جائیں اسوقت تک غلطی ہو ہی جاتی ہے ۔»

«لیکن کسی اور کے ساتھہ غلطی کبھی نہیں ہوئی» گلب اسکامیکن نے کہا ۔ «ہر لڑکے کو معلوم ہونا چاھئے کہ اسے کس درجے میں جانا ہے ۔»

«لیکن اگر وہ نیا ہو تو کیا کرے؟» ششکن نے کہا ۔

«نئے لڑکے کو دیر میں نہیں آنا چاھئے ۔ اسکے علاوہ تمہارے منہہ میں زبان ہے کہ نہیں ہے؟ تم نے پوچھا کیوں نہیں؟»

«اسکا وقت ہی نہیں ملا ۔ میں نے لڑکوں کو جلدی جلدی جاتے ہوئے دیکھا اور میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا ۔»

«اس طرح تو تم دسویں درجے میں پہونچ سکتے تھے!»

ششکن حقارت سے مسکرایا «اب اتنا بھی احمق نہیں ہوں» وہ بولا ۔ «دسویں کے لڑکے سب مجھہ سے کہیں زیادہ بڑے ہیں ۔»

میں نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور گھر چلا ۔ برآمدے میں اولگا نکولائیونا ملیں ۔

«تو وتیا اس سال محنت کرنے کا ارادہ ہے کہ نہیں؟» انہوں نے مجھہ سے پوچھا ۔ «تمہیں سچ مچ محنت کرنی چاھئے ۔ اور خاص طور پر

حساب کی طرف توجہ کرنی چاھئے۔ پیچھلے سال بھی تم حساب میں بہت کمزور تھے۔ پہاڑے نہ یاد رکھنے پر تو تم کو شرم آنی چاھئے۔ پہاڑے تو دوسرے درجے کے بچے بھی جانتے ھیں۔»

«صرف پہاڑوں کے آخر کا کچھہ حصہ بھول گیا ھوں!»

«پہاڑے تمہیں شروع سے آخر تک اچھی طرح یاد ھونے چاھئیں۔ ورنہ چوتھے درجے میں تم بالکل نہ چل سکوگے۔ اچھا تو دیکھو کل تک خوب یاد کر لینا۔»

دوسرا باب



ساری لڑکیاں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ بڑی ہوشیار ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ اتنا بنتی کیوں ہیں۔ میری اپنی چھوٹی بہن لیکا ہی کو لیجئے۔ اب چونکہ اسے تیسرے درجے میں چڑھا دیا گیا ہے اس لئے سمجھتی ہے کہ میرا حکم ماننا اس کے واسطے ضروری نہیں رہا۔ ہر شخص یہی سمجھے گا کہ میں اسکا بڑا بھائی نہیں ہوں اور میرا اس پر کوئی دباؤ ہی نہیں ہے۔ کتنی مرتبہ اس سے کہہ چکا ہوں کہ اسکول واپس آکر فوراً پڑھنا نہ شروع کر دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہے، اتنی بات ہر شخص جانتا ہے۔ اسکول میں پڑھتے پڑھتے دماغ تھک جاتا ہے اور گھر پر پڑھنے سے پہلے دو ایک گھنٹے دماغ کو آرام دینا ضروری ہے۔ لیکن لیکا سے بات کرنا تو دیوار سے بات کرنے کے برابر ہے۔

آج بھی جب میں گھر واپس آیا تو وہ میز پر اسکول کی کتابیں پھیلائے گھر کا کام کر رہی تھی۔

«میں نے کہا، محترمہ ذرا سنئے تو سہی!» میں نے اسے مخاطب کیا۔ «آپ آخر اپنے خیال میں کر کیا رہی ہیں؟ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسکول کے بعد ذرا اپنے دماغ کو آرام کا موقع دینا چاہئے؟»

اس نے کہا «ہاں، مجھے معلوم ہے۔ لیکن وتیا میں اپنی عادت سے

مجبور ہوں۔ میں تو چاہتی ہوں کہ گھر کے کام کو فوراً ختم کر لیا کروں تاکہ بعد میں جو جی چاہے کروں۔»

«بےوقوف کہیں کی!» میں نے کہا۔ «کیا ساری باتیں پھر سے دہرانی ضروری ہیں؟ تمہارے بڑے جو کچھ کہتے ہیں آخر اس پر عمل کیوں نہیں کرتیں۔ خیر اگر تم بڑے ہوکر کند ذہن ہی رہیں تو میرا کوئی قصور نہیں ہوگا۔»

«لیکن میں کروں کیا؟» وہ بولی۔ «جب تک گھر کا کام ختم نہیں کر لیتی مجھے چین نہیں آتا۔»

«'نہیں کر سکتی' کے معنی کیا ہیں» میں نے اس سے کہا۔ «تم بعد میں بھی سبق یاد کر سکتی ہو۔»

«نہیں، میں تو پہلے کام کرنا اور بعد میں آرام کرنا زیادہ اچھا سمجھتی ہوں۔ پھر ہمارا گھر کا کام بھی آسان ہے۔ تمہارے چوتھے درجے کی طرح تھوڑا ہی ہوتا ہے۔»

«نہیں خیر ویسا تو نہیں ہوتا» میں نے کہا۔ «ذرا چوتھے درجے میں آؤ تو معلوم ہوگا کہ کتنا سخت کام ہوتا ہے۔»

«آج تمہیں گھر پر کرنے کے لئے کیا کام ملا ہے؟» اس نے پوچھا۔

«ارے تمہاری سمجھ میں کیا خاک آئے گا» میں نے جواب دیا۔ میں بھلا اس سے کس طرح کہہ سکتا تھا کہ مجھے دوسرے درجے کے بچوں کی طرح پہاڑے یاد کرنے کے لئے دئے گئے ہیں۔ ہے نا؟

میں نے فیصلہ کیا کہ اس بار شروع ہی سے محنت کروں گا اور اس لئے پہاڑے یاد کرنے کے لئے فوراً بیٹھ گیا۔ ظاہر ہے میں لیکا کی موجودگی میں زور زور سے تو یاد نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے جلدی ہی اپنا کام ختم کر لیا اور باہر اپنے دوستوں کے ساتھ

کھیلنے کے لئے چلی گئی۔ وہ جیسے ہی گئی میں نے پہاڑے زور زور سے یاد کرنا شروع کئے اور ایسی اچھی طرح یاد کر لئے کہ آدھی رات کو جگا کر بھی مجھ سے پوچھا جاتا کہ سات ستے یا نو اٹھے کتنے ہوتے ہیں تو میں صحیح جواب دیتا۔

دوسرے ہی دن اولگا نکولائیونا نے مجھے کلاس میں بلاکر پہاڑے سنانے کو کہا۔

«دیکھا نہ تم نے کہ اگر تم محنت کرو تو کتنی آسانی سے سبق یاد کر سکتے ہو» انہوں نے کہا۔ «میں جانتی ہوں کہ تمہارا ذہن بہت اچھا ہے بشرطیکہ تم اسے استعمال بھی کرو۔»

اگر اولگا نکولائیونا صرف پہاڑوں تک ہی رہتیں تو سارا معاملہ ٹھیک ٹھاک چلتا۔ لیکن انہوں نے تو مجھ سے بلیک بورڈ پر جاکر ایک سوال کرنے کو کہہ ہی ڈالا اور اس کی وجہ سے سارا معاملہ خراب ہو گیا۔

میں بلیک بورڈ کے پاس گیا اور اولگا نکولائیونا نے کچھ بڑھئیوں کے بارے میں ایک سوال دیا جو ایک مکان بنا رہے تھے۔ میں نے پورا سوال لکھ لیا اور سوچنے لگا کہ اسے کس طرح حل کروں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اسکے بارے میں سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ سوال سخت تھا اور مجھے معلوم تھا کہ میں اسے کسی طرح بھی حل نہ کر سکوں گا۔ لیکن میں نے اولگا نکولائیونا کو دکھانے کے لئے ماتھے پر شکنیں ڈالیں جیسے میں بہت غور سے سوچ رہا ہوں اور اسی کے ساتھ میں نے اشاروں کے ذریعہ اپنے ساتھیوں سے مدد کی درخواست کرنی شروع کر دی۔ لیکن بلیک بورڈ پر کھڑے ہوئے لڑکے کو چپکے چپکے بتانا آسان کام نہیں ہے اور اس لئے لڑکے خاموش بیٹھے رہے۔

«سوال کیسے حل کروگے؟» اولگا نکولائیونا نے پوچھا - «پہلے کیا کروگے؟»

میں نے ماتھے پر اور زیادہ شکنیں ڈال لیں اور تھوڑا سا مڑ کر لڑکوں کو مدد کے لئے آنکھه ماری - وہ لوگ سمجھه گئے کہ میں بڑی مشکل میں پھنس گیا ھوں اس لئے انہوں نے آھستہ جواب بتانا شروع کر دیا -

«لڑکو خاموش رھو - بتانے کی کوشش مت کرو - اگر ضرورت ھوئی تو میں خود ھی بتاؤں گی» اولگا نکولائیونا بولیں -

انہوں نے مجھے سوال سمجھایا اور بتایا کہ سب سے پہلے کیا کرنا چاھئے - میری سمجھه میں تو کچھه بھی نہ آیا لیکن میں نے سوال کا یہ حصہ بالکل صحیح طریقہ سے لکھه دیا -

«بالکل ٹھیک ھے» اولگا نکولائیونا نے کہا - «اچھا اب اسکے بعد کیا کروگے؟»

میں نے پھر ایسی صورت بنائی جیسے میں بہت غور کر رھا ھوں اور لڑکوں کی طرف پھر آنکھه ماری - ان لوگوں نے پھر بتانا شروع کیا -

«خاموش! جو کچھه تم لوگ کہہ رھے ھو وہ سب میں سن سکتی ھوں - تم لوگ خواہ مخواہ کام میں رکاوٹ ڈال رھے ھو!» اولگا نکولائیونا نے کہا اور انہوں نے پھر سوال سمجھانا شروع کر دیا -

کچھه اولگا نکولائیونا کی مدد اور کچھه لڑکوں کے بتانے سے میں نے آخر سوال حل کر لیا -

«تو تمہاری سمجھه میں آ گیا کہ اس قسم کے سوال کس طرح حل کرنے چاھئیں؟» اولگا نکولائیونا نے مجھه سے دریافت کیا -

میں نے کہا «جی ہاں ـ» حالانکہ میری سمجھہ میں کچھہ بھی نہ آیا تھا ـ لیکن قبولتے ہوئے شرم آتی تھی ـ اسکے علاوہ یہ بھی ڈر تھا کہ اگر میں نے کہا کہ میری سمجھہ میں نہیں آیا تو اولگا نکولائیونا مجھے خراب نمبر دیں گی ـ میں اپنی جگہ واپس گیا ، اپنی کاپی میں سوال کو نقل کیا اور فیصلہ کیا کہ گھر واپس جاکر اسے سمجھنے کی کوشش کروں گا ـ

اس گھنٹے کے بعد میں نے لڑکوں سے کہا :

«بھلا اس طرح بتانے سے کیا فائدہ کہ اولگا نکولائیونا بھی سن لیں؟ تم لوگوں کو ٹھیک سے بتانا بھی نہیں آتا ! تم تو اتنی زور زور سے چلا رہے تھے کہ شائد دوسرے کمرے تک آواز جا رہی ہوگی ـ»

«جب تم بلیک بورڈ پر کھڑے ہو تو پھر کس طرح بتایا جائے !» واسیا یروخن نے کہا ـ «ایسا تو تھا نہیں کہ تم اپنے ڈسک پر کھڑے تھے ... »

«یہ تو ٹالنے کی بات ہے ـ تمہیں اس طرح بتانا چاھئے کہ کوئی دوسرا نہ سن سکے ـ»

«میں نے تو بالکل ایسا ھی کیا تھا مگر میں نے جو کچھہ کہا وہ تم نے سنا ھی نہیں ـ»

«تو پھر تم منہہ ھی منہہ میں بدبدا رہے ہونگے» میں نے کہا ـ

«تمہیں تو خوش کرنا ناممکن ہے ـ معلوم نہیں تم چاھتے کیا ہو ـ»

«یہ بتانے والی بات ھی اچھی نہیں ھے» وانیا پاخوموف بولا۔ «دوسروں سے جواب کی امید کئے بغیر خود ھی جواب معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاھئے۔»

«جب میں ان بےھودہ سوالوں کو کر ھی نہیں سکتا تو اپنا دماغ کیوں لڑاؤں؟» میں نے کہا۔

«تم اس لئے نہیں کر پاتے ھو کہ دماغ کا استعمال ھی نہیں کرنا چاھتے» گلب اسکامیکن بولا۔ «خود کرنے کے بجائے تم دوسروں پر بھروسہ کرتے ھو۔ میں تو اب سے کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ اب کلاس میں ڈسپلن ھونی چاھئے۔»

«تم نہ بتاؤگے تو دوسرے بتائیں گے» میں نے کہا۔

«میں تو اس بتانے والی بات ھی کو ختم کرنے والا ھوں» گلب نے کہا۔

«اچھا تو یہ بات ھے؟ بڑے ھوشیار ھونا!»

«میرے ھوشیار ھونے یا نہ ھونے سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں۔ میں مانیٹر ھوں اور بتانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔»

«اگر تم مانیٹر ھو تو بھی بددماغی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ھے۔ ھمیشہ مانیٹر تو ھونے سے رھے۔ ممکن ھے لڑکے آئندہ مجھے ھی مانیٹر چن لیں۔»

«ممکن ھے آئندہ چن لیں لیکن ابھی تو نہیں چنا، اس لئے ابھی سے اس کا ذکر ذرا وقت سے پہلے کی بات ھے۔»

دوسرے لڑکے بھی آ گئے اور بتانے کے مسئلہ پر بحث ھونے لگی۔ لیکن بحث کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیونکہ اسی وقت دیما بالاکریف



دوڑتا ھؤا آیا اور بولا کہ بڑے درجے کے لڑکوں نے اسکول کے پیچھے فٹ‌بال کا ایک میدان تیار کیا ھے۔ ھم لوگوں نے فیصلہ کیا کہ شام کو جمع ھو کر فٹ‌بال کھیلیں گے۔

بعد میں ھم میدان میں ملے اور دو ٹیمیں تیار کر لیں۔ ھماری ٹیم میں کچھہ مشکل ضرور پیش آئی کیونکہ کوئی بھی گول کیپر بننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ھر لڑکے کی خواھش یہ تھی کہ اسے فیلڈ بھر میں دوڑنے اور گول کرنے کا موقع ملے۔ وہ لوگ مجھے گول کیپر بنانا چاھتے تھے مگر میں سینٹر میں کھیلنا چاھتا تھا یا کم سے کم ھاف بیک۔ میری خوش قسمتی سے نیا لڑکا ششکن گول کیپری کے لئے تیار ھو گیا۔ اس نے اپنا کوٹ اتار کر دور پھینکا اور گول میں کھڑا ھو گیا۔ اور کھیل شروع ھو گیا۔



شروع میں تو دوسری ٹیم حاوی رھی۔ وہ لوگ ھمارے گول پر حملے کرتے رھے۔ ھماری ٹیم کے کھلاڑی دوڑتے تو ضرور رھے مگر ایک دوسرے کے راستے میں حائل ھی ھوتے رھے۔ ھم لوگوں کی خوش قسمتی سے ششکن بہت عمدہ گول کیپر ثابت ھؤا۔ وہ بلی یا چیتے کی طرح اچھل اچھل کر گیند روک رھا تھا اسنے ایک بھی گول نہ ھونے دیا۔ آخر کار ھم لوگ بڑھے اور گیند کو دوسرے گول کی طرف لے گئے۔ پھر کچھہ دیر جھگڑنے کے بعد ھمارے ایک کھلاڑی نے ایک گول



کردیا ۔ اس کی وجہ سے ہم لوگوں کی ہمت بڑھ گئی اور ہم نے پورا زور لگا دیا ۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم نے دوسرا گول کردیا اور اب اسکور یہ تھا: ہمارے ۲ اور مخالف ٹیم کا صفر ۔ پھر اسکے



بعد کھیل زیادہ‌تر ہمارے گول کی طرف ہوتا رہا اور ہمیں کافی پیچھے ہٹنا پڑا ۔ بڑی کوشش کی لیکن گیند ادھر نہ لے جا سکے ۔ اس لئے ششکن نے گیند اٹھا لی اور دوڑتا ہؤا دوسرے گول تک جا پہونچا ۔ وہ گول کرنے ہی والا تھا کہ ایگور گراچیف نے گیند اس سے چھین لی اور سلاوا ودیرنیکوف کو پاس کردی ۔ سلاوا نے وانیا پاخوموف کو پاس کردی اور اس سے پہلے کہ ہم سمجھ پاتے کہ ہؤا کیا، دیکھتے کیا ہیں کہ گیند پھر ہماری طرف آ گئی اور کسی نے گول کی طرف ایک کک ماری جس کی کوئی حفاظت ہی نہیں کر رہا تھا ۔ تو اس طرح اسکور ۱:۲ ہو گیا ۔ جب دوسری ٹیم نے دوسرا گول کیا اسوقت بھی ششکن اپنی جگہ پر نہیں تھا ۔ گول

چھوڑنے پر ہم نے ششکن کو خوب ڈانٹا پھٹکارا مگر اس نے وعدہ کیا کہ اب وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گا ـ لیکن اسکے بعد بھی وہ سارے میدان میں دوڑتا پھرا اوردوسری ٹیم کو خالی گول میں کک کرنے کا خوب موقع ملا ـ کھیل بڑی دیر تک چلتا رہا ـ ہم نے سولہ گول کئے اور دوسری ٹیم نے اکیس ـ ہم تو کھیلتے رہنا چاھتے تھے مگر اندھیرا اتنا ھو گیا تھا کہ گیند نظر ھی نہ آتی تھی اس لئے ھمیں گھر جانا پڑا ـ سارے راستے ہم نے ششکن کو برا بھلا کہا کیونکہ اسی کی وجہ سے ہم ھارے تھے ـ

«ششکن تم گول کیپر بہت اچھے ھو سکتے ھو» یورا کساتکن بولا ـ «لیکن شرط یہ ھے کہ تم گول ھی پر کھڑے رھو ـ اگر تم ایسا کر لیا کرو تو ھماری ٹیم کو کوئی نہیں ھرا سکے گا ـ»

«میں ایک جگہ جم کر کھڑا نہیں ھو سکتا» ششکن بولا ـ «اس لئے مجھے باسکٹ بال زیادہ پسند ھے ـ اس میں گول کیپر کی ضرورت ھی نہیں پڑتی ـ سب لوگ دوڑتے ھیں اور گیند لے کر بھاگتے ھیں ـ ایک باسکٹ بال ٹیم کیوں نہ بنائی جائے ـ»

ششکن نے ھمیں بتایا کہ باسکٹ بال کس طرح کھیلا جاتا ھے ـ اس نے جس طرح بتایا اس سے تو یہی معلوم ھؤا کہ وہ فٹ بال ھی جتنا اچھا کھیل ھے ـ

«اپنے جمناسٹک ماسٹر سے اس کی بات چیت کرنی ھوگی» یورا نے کہا ـ «ممکن ھے وہ ھمیں باسکٹ بال کے لئے میدان دلا دیں ـ»

جب ہم اپنی سڑک کے موڑ پر پہونچ گئے تو ششکن دفعتاً زور سے چیخا «ارے میں اپنا کوٹ تو فٹ بال کے میدان ھی میں بھول آیا ھوں!» اور وہ پھر دوڑکر واپس گیا ـ

عجیب لڑکا ہے! یہ ہمیشہ اسی قسم کی حرکتیں کرتا رہتا ہے۔

میں جب گھر پہونچا تو آٹھ بج چکے تھے۔ اتنی دیر میں گھر واپس آنے پر ماں نے مجھے ڈانٹا لیکن میں نے انہیں سمجھایا کہ ابھی بہت دیر نہیں ہوئی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ گرمی کے مقابلے میں اندھیرا جلدی ہو جاتا ہے۔ میں نے بتایا کہ اگر گرمی کا موسم ہوتا تو کوئی بھی نہ کہتا کہ دیر ہوگئی ہے کیونکہ گرمی میں دن کافی بڑے ہوتے ہیں اور اس وقت تک خاصی روشنی رہتی ہے اور ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ ابھی سویرا ہے۔

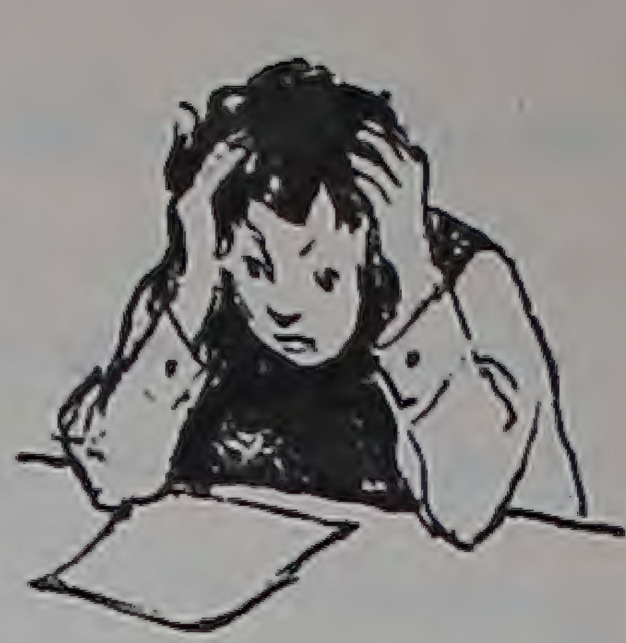
ماں نے کہا کہ تم تو ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراشا کرتے ہو۔ اب فوراً بیٹھ‌کر سبق یاد کرو۔ میں تو خود ہی یہی کرنے والا تھا۔ اگرچہ فوراً تو نہیں کیونکہ کھیل کے بعد بہت تھک گیا تھا اور ذرا آرام کرنا چاہتا تھا۔

«اپنا سبق کیوں نہیں یاد کر رہے ہو؟» لیکا نے مجھ سے پوچھا۔ «اب تک تو تمہارے دماغ کو کافی آرام مل گیا ہوگا۔»

«میں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میرے دماغ کو آرام ملا یا نہیں!» میں نے اسے جواب دیا۔

اسکے بعد تو میں فوراً پڑھائی شروع کر ہی نہ سکتا تھا کیونکہ لیکا یہ سمجھتی کہ میں اس کے کہنے سے پڑھ رہا ہوں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ تھوڑی دیر اور آرام کر لوں۔ میں نے سب کو بتانا شروع کیا کہ ششکن کتنا عجیب لڑکا ہے اور کس طرح وہ اپنا کوٹ فٹ‌بال کے میدان میں بھول آیا تھا۔ اسی وقت ابا کام پر سے واپس آئے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ انکے کارخانے کو آرڈر ملا ہے کہ کوئبی‌شیف پن‌بجلی گھر کے لئے مشینیں تیار کرے۔ اور اس وجہ

سے میں پھر پڑھائی شروع نہ کر سکا کیونکہ میں سننا چاھتا تھا کہ ابا کیھ کیا رہے ھیں۔ ابا فولاد کے ایک کارخانے میں کام کرتے ھیں۔ وہ نمونہ‌گر ھیں۔ غالباً آپ کو نہ معلوم ھوگا کہ یہ ھوتا کیا ھے اس لئے میں سمجھائے دیتا ھوں۔ مشین کا کوئی بھی حصہ تیار کرنے سے پہلے وہ حصہ لکڑی کا بنایا جاتا ھے۔ لکڑی کے اس حصہ کو نمونہ کہتے ھیں۔ نمونہ کی ضرورت کیوں پڑتی ھے؟ میں سمجھاتا ھوں۔ نمونہ کو سانچے میں ڈالا جاتا ھے جو ایک قسم کا لوھے کا صندوق ھوتا ھے لیکن اس میں پیندا نہیں ھوتا۔ اسکے بعد سانچے میں ریت بھری جاتی ھے اور جب نمونہ کو نکالتے ھیں تو اسکی شکل ریت پر باقی رہ جاتی ھے۔ اسکے بعد خالی جگہ میں پگھلا ھؤا لوھا ڈالا جاتا ھے اور جب لوھا ٹھنڈا ھو جاتا ھے تو مشین کا وہ حصہ بالکل اسی شکل کا نکل آتا ھے جس شکل کا نمونہ تھا۔ جب کارخانے کو مشین کے نئے حصوں کی ضرورت ھوتی ھے تو انجینیر نقشے تیار کرتے ھیں اور نمونہ گر ان نقشوں کی بنیاد پر نمونہ تیار کرتے ھیں۔ ظاھر ھے کہ نمونہ گر کو انجینیر کے نقشے سمجھنے اور صحیح نمونہ تیار کرنے کے لئے بڑی ھوشیاری سے کام کرنا ھوتا ھے کیونکہ اگر وہ نمونہ صحیح نہیں بناتا تو اس سے مشین کا پرزہ نہیں بن سکتا۔ میرے ابا بہت اچھے نمونہ‌گر ھیں۔ انہوں نے تو ایک بہت باریک بجلی کی آری ایجاد کی ھے تاکہ لکڑی میں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جا سکیں۔ اب وہ پالش کرنے کی ایک مشین ایجاد کر رھے ھیں جس سے لکڑی کے نمونے پر پالش کی جا سکے۔ اب تک ان پر ھاتھہ سے پالش ھوتی ھے لیکن جب ابا اپنی مشین تیار کر لیں گے تو سارے نمونہ گر مشین سے پالش کیا کریں گے۔ ھر شام کو ابا کام ختم کرنے کے بعد کچھہ دیر آرام



کرتے ہیں اور اسکے بعد اپنی مشین پر کام شروع کرتے ہیں یا اسکے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے کتابیں پڑھتے ہیں کیونکہ پالش کرنے کی مشین ایجاد کرنا اتنا آسان کام نہیں جتنا کہ شاید آپ سمجھتے ہوں۔

ابا نے کھانا کھایا اور پھر نقشے بنانے کے لئے بیٹھ گئے۔ میں اپنا سبق یاد کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے جغرافیہ کا سبق یاد کیا کیونکہ یہ سب سے آسان تھا۔ اسکے بعد میں نے روسی یاد کی۔ مجھے کچھ سبق نقل کرنے تھے اور الفاظ کے مصدر، سابقہ اور لاحقہ کے نیچے لکیریں کھینچنی تھیں۔ مصدر کے نیچے ایک خط، سابقہ کے نیچے دو اور لاحقہ کے نیچے تین۔ اسکے بعد میں نے انگریزی کا سبق یاد کیا اور اس کے بعد حساب شروع کیا۔ اولگا نکولائیونا نے ہمیں اسی قسم کا ایک بےہودہ سا سوال دیا تھا اور میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اسے حل کیسے کیا جائے۔ پورے ایک گھنٹے تک میں آنکھیں پھاڑے، کتاب کی طرف دیکھتا رہا اور دماغ پر زور دیتا رہا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہؤا۔ اور اب تو مجھے بےانتہا نیند آ رہی تھی۔ میری آنکھوں میں اس بری طرح جلن ہو رہی تھی جیسے کسی نے آنکھ میں مٹھی بھر ریت ڈال دی ہو۔

«بس کافی ہو گیا» ماں نے کہا۔ «اب سونے کا وقت آگیا۔ تمہاری تو آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں۔»

«لیکن میں نے ابھی تک سوال حل نہیں کیا!»

«تو اسے پہلے ہی حل کر لینا چاہئے تھا» ماں نے کہا «اب اتنی دیر تک جاگنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح تمہاری سمجھ میں

کچھ نہیں آئے گا ۔ تھکنے کے بعد ذھن ٹھیک سے کام نہیں کرتا ۔»

«جب تک یہ کام ختم نہ کرے اسے بیٹھا رهنے دو» ابا بولے ۔ «آئندہ اسے سبق ملے گا کہ گھر پر دیا ھؤا کام جلدی ھی ختم کر لینا چاھئے ۔»

اور اس طرح میں بیٹھ‌کر سوال کو بار بار پھر سے پڑھنے لگا یہاں تک کہ کتاب میں دئے ھوئے اعداد کبھی اوپر جانے لگے کبھی نیچے، کبھی ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے لگے جیسے آنکھ مچولی کھیل رھے ھوں ۔ میں نے آنکھیں ملیں اور ایک بار پھر سوال کو پڑھنا چاھا لیکن الفاظ اسی طرح اچھل کودکر بھاگتے رھے ۔

«بات کیا ھے؟» ماں نے پوچھا ۔

«ایک سوال ھے» میں نے کہا ۔ «جو کم بخت سمجھ ھی میں نہیں آتا ۔»

«قصور سوال کا نہیں سوال حل کرنے والے کا ھے ۔»

ماں نے سوال کو پڑھا اور بتانے لگیں کہ اسے کس طرح حل کیا جائے لیکن نہ جانے کیا بات ھوئی کہ میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا ۔

«تمہیں اسکول میں نہیں بتایا جاتا کہ سوال کس طرح حل کئے جائیں؟» ابا نے پوچھا ۔

«نہیں، بالکل نہیں سکھایا جاتا» میں نے کہا ۔

«عجیب بات ھے! جب میں اسکول جاتا تھا تو استاد پہلے سوال سمجھاکر اسی قسم کے سوال گھر پر کرنے کو دیتے تھے ۔»

«جب آپ اسکول جاتے تھے تو شائد ایسا ھی ھوتا ھو لیکن اولگا

نکولائیونا تو کچھه بھی نہیں سمجھاتیں ـ وہ تو سب کچھه ہم ہی لوگوں سے کراتی ہیں ـ»

«یہ تو بہت عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے ـ»

«ہاں، ہے تو عجیب سی بات» میں نے کہا ـ

«تمہاری استانی نے حساب کے گھنٹے میں کیا بتایا تھا؟»

«کچھه بھی نہیں بتایا ـ ہم نے ایک سوال بلیک بورڈ پر حل کیا تھا ـ»

«ذرا دیکھوں تو وہ سوال ـ»

میں نے انہیں وہ سوال دکھایا جو میں نے بلیک‌بورڈ سے اپنی کاپی میں نقل کر لیا تھا ـ

«لیکن یہ تو بالکل اسی قسم کا ہے جیسا انہوں نے گھر پر حل کرنے کے لئے دیا ہے!» ابا زور سے چلائے ـ «اور تم استانی کی شکائت کرتے ہو! اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سوال حل کرنے کا طریقہ بتایا تھا ـ»

«یہ اسی قسم کا سوال تو ہرگز نہیں ہے» میں نے کہا ـ «وہ تو بڑھئیوں کے بارے میں ہے جنہوں نے ایک مکان بنایا تھا اور یہ سوال ہے لوہاروں کے بارے میں جنہوں نے گگرے بنائے تھے ـ»

«تم بالکل احمق ہو» ابا بولے ـ «پہلے سوال میں یہ معلوم کرنا تھا کہ ۲۵ بڑھئیوں کو آٹھه مکان بنانے میں کتنے دن لگے اور اس میں یہ معلوم کرنا ہے کہ چھه لوہاروں کو ۳۶ گگرے بنانے میں کتنے دن لگے ـ دونوں سوال بالکل ایک ہی طرح کئے جائیں گے ـ»

ابا بتانے لگے کہ سوال کس طرح حل کیا جائے لیکن میرا سر اتنا بھاری ہو رہا تھا کہ میری سمجھه میں کچھه بھی نہ آیا ـ

آخر کار ابا کو غصہ آ گیا — «تم ھو نرے کوڑھ مغز! اتنے احمق کیوں واقع ھوئے ھو!»

میرے ابا سوال کچھ زیادہ اچھی طرح نہیں سمجھاتے — ماں کہتی ھیں کہ ان میں پڑھانے کی کوئی صلاحیت نہیں ھے یعنی وہ ایک اچھے معلم نہیں ھو سکتے — وہ شروع تو کرتے ھیں بڑی نرمی سے لیکن تھوڑی ھی دیر بعد انہیں غصہ آنے لگتا ھے اور مجھ پر چلانے لگتے ھیں — اسکی وجہ سے میرا ذھن بالکل ھی کام نہیں کرتا اور میں بت بنا بیٹھا رھتا ھوں —

«میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں مشکل کیا ھے» وہ بولے — «یہ تو روز روشن کی طرح صاف ھے —»

جب کبھی ابا یہ سمجھ لیتے ھیں کہ سمجھانے سے کام نہ چلےگا تو وہ ایک کاغذ کا ٹکڑا لےکر خود ھی سوال حل کرنا شروع کر دیتے ھیں —

«دیکھو» وہ بولے — «دیکھو کتنا آسان ھے — پہلے کیا معلوم کرنا چاھئے؟»

میں نے کچھ نہ کہا تو انہوں نے خود ھی سوال کا پہلا حصہ لکھ ڈالا —

«سمجھ میں آیا؟»

ایمان کی بات تو یہ ھے کہ سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا لیکن نیند اتنی زور کی آ رھی تھی کہ میں نے کہا «جی ھاں سمجھ میں آ گیا —»

«شکر ھے تمہاری سمجھ میں تو آیا!» اب ابا کافی خوش ھو گئے تھے — «ذرا دماغ لڑایا کرو تو ساری چیزیں آسانی سے سمجھ میں آ جایا کریں —»

اسکے بعد انہوں نے سوال کا دوسرا حصہ حل کیا۔

«سمجھہ رہے ہو نا؟»

«جی ہاں» میں نے جھوٹ بولا۔

«بالکل یقین سے کہہ رہے ہو؟ کیونکہ اگر سمجھہ میں نہیں آیا تو میں پھر سے سمجھانے کی کوشش کروں۔»

«نہیں، اب تو بالکل سمجھہ میں آ گیا۔»

میں تو سمجھہ رہا تھا کہ اس کم بخت سوال کو وہ کبھی ختم نہ کریں گے۔ لیکن آخرکار انہوں نے ختم کیا اور میں نے اسے فوراً کاپی میں نقل کر لیا اور بستے میں رکھہ دیا۔ اور سونے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔



تیسرا باب

گرمی کی چھٹیوں میں ہمارے اسکول کو دوبارہ سجایا گیا تھا۔ درجوں کی دیواریں بالکل سفید پوتی گئی تھیں اور کہیں ذرا سا دھبہ بھی نہ تھا۔ ہر چیز بالکل نئی نظر آ رہی تھی۔ ایسے صاف ستھرے، بڑھیا کلاس روم میں پڑھتے ہوئے واقعی بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ کمرہ کچھ اور زیادہ روشن اور بڑا معلوم ہوتا ہے اور اندر ہی اندر بڑی مسرت سی محسوس ہوتی ہے۔

اسکول کھلنے کے دوسرے دن جو میں اسکول پہونچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ بلیک بورڈ کے پاس دیوار پر ایک ملاح لڑکے کی تصویر کوئلے سے بنی ہوئی ہے۔ اسکے جسم پر دھاری‌دار جرسی تھی۔ پتلون کے پائنچے ہوا میں اڑ رہے تھے۔ سر پر ملاحوں والی ٹوپی تھی، منہہ میں پائپ تھا اور پائپ کا دھواں چھلے بناتا ہؤا اوپر کی طرف جا رہا تھا جیسے کسی جہاز کے انجن سے دھواں اٹھہ رہا ہو۔ چہرے سے کچھہ ایسی شان اور اکڑ کا اظہار ہوتا تھا کہ دیکھتے ہی بے ساختہ ہنسی آتی تھی۔

«ایگور گراچیف نے یہ تصویر بنائی ہے» واسیا یروخن نے مجھے بتایا۔ «لیکن دیکھو کسی سے کہہ مت دینا!»

«میں بھلا چغلی کھاؤں گا؟» میں نے کہا۔

لڑکے ڈسکوں پر بیٹھے ملاح لڑکے کی تعریفیں کر رہے تھے، هنس رہے تھے اور طرح طرح کے مذاق کر رہے تھے۔

«سمجھتے کیا ہو! اب تو ہمارے کلاس میں ملاح بھی پڑھنے لگا!»

گھنٹہ بجنے سے ذرا ہی پہلے ششکن دوڑتا ہوا آیا۔

«ملاح کو دیکھا؟» میں نے اس سے پوچھا اور تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

اسنے تصویر کی طرف دیکھا۔

«ایگور گراچیف نے بنائی ہے» میں نے بتایا «لیکن دیکھو چغلی مت کھانا۔»

«چغلی کھاؤ تم، میں کیوں چغلی کھاتا! تم نے روسی کا کام کر لیا ہے؟»

«ہاں، کیا کیوں نہیں» میں نے جواب دیا۔ «تم سمجھتے ہو کہ میں گھر کا کام کئے بغیر ہی اسکول چلا آتا ہوں؟»

«بھائی میں نے نہیں کیا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ بس کر نہیں پایا۔ ذرا تمہاری کاپی سے نقل کر لوں؟»

«اب وقت کہاں ہے۔ سبق شروع ہونے میں دیر ہی کتنی ہے۔»

«کوئی بات نہیں۔ میں سبق کے دوران میں نقل کر لوں گا۔»

میں نے اسے روسی کی کاپی دیدی اور اس نے نقل کرنا شروع کر دیا۔

«یہ ذرا دیکھو» وہ بولا۔ «تم نے 'دوڑنا' سابقہ کے نیچے دو کے بجائے ایک ہی خط کھینچا ہے۔ صرف مصدر کے نیچے ایک خط کھینچنا ہے۔»

«کیا خوب سمجھے ہیں آپ!» میں نے کہا۔ «یہ مصدر ہی ہے۔»

«ھٹو بھی! دوڑ مصدر کیسے ہو سکتا ہے؟ کہیں لفظ کے شروع میں بھی مصدر ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہو تو پھر سابقہ کہاں جائے گا؟»

«اس لفظ میں کوئی سابقہ ہے ہی نہیں۔»

«تو کیا بغیر سابقے کے بھی لفظ ہوتے ہیں؟»

«ہاں، ہوتے کیوں نہیں!»

«اچھا تو یہ بات ہے۔ میں تو عمر بھر نہ سمجھ پاتا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ اس میں سابقہ ہے اور مصدر ہے لیکن لاحقہ نہیں ہے۔»

«تمہیں کچھ نہیں آتا» میں نے کہا۔ «یہ سب کچھ تو ہم لوگ تیسرے درجے میں پڑھ چکے ہیں۔»

«اتنے دنوں کی بات مجھے یاد نہیں رہتی۔ تمہیں یقین ہے کہ تم نے سب کچھ صحیح لکھا ہے؟ بات یہ ہے کہ میں سب کچھ نقل کر رہا ہوں۔»

میں اسے مصدر، لاحقہ اور سابقہ کے بارے میں سمجھانے ہی جا رہا تھا کہ گھنٹہ بجا اور اولگا نکولائیونا کلاس میں داخل ہوئیں۔ انکی نظر ملاح لڑکے پر فوراً ہی پڑی اور چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہو گئے۔

«یہ کیا بےہودگی ہے؟» انہوں نے پوچھا اور سارے درجے پر نگاہ ڈالی۔ «دیوار پر یہ تصویر کس نے کھینچی؟»

سب خاموش رہے۔

«جس لڑکے نے دیوار گندی کی ہے اسے کھڑے ہو کر غلطی کا اعتراف کرنا چاہئے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔

ہم سب خاموش رہے۔ کوئی بھی کھڑا نہ ہؤا۔ اولگا نکولائیونا کا غصہ بڑھ گیا۔

«لڑکو دیکھو – تم اتنا نہیں جانتے کہ اپنے درجے کو صاف رکھنا چاھئے؟ اگر سب لڑکے دیواروں پر تصویریں بنانے لگیں تو اسکول کی کیا شکل ہو جائےگی؟ تم یہ تو ھرگز نہیں چاھتے کہ تمہارا کلاس روم گندا اور میلا رہے – کیوں ھے نا؟»

«نہیں، ہم یہ نہیں چاھتے» کچھ رکی رکی سی آوازیں آئیں –

«تو پھر یہ کس نے کیا ھے؟»

خاموش –

«گلب اسکامیکن تم مانیٹر ھو – تمہیں معلوم ھونا چاھئے کہ یہ کس نے کیا ھے –»

«مجھے نہیں معلوم اولگا نکولائیونا – جب میں یہاں آیا تو تصویر بنی ھوئی تھی –»

«عجیب بات ھے!» اولگا نکولائیونا نے کہا – «کسی نے تو ضرور ھی یہ تصویر بنائی ھوگی – کل دیواریں بالکل صاف تھیں – سب سے آخر میں میں گئی تھی – آج سب سے پہلے اسکول کون آیا؟»

کسی لڑکے نے بھی اعتراف نہیں کیا – ھر ایک نے کہا کہ جب میں آیا تو کلاس روم بھرا ھوا تھا –

ششکن اس دوران میں سبق نقل کر رہا تھا – جب مجھے اس نے کاپی واپس کی تو اس پر بڑا سا دھبہ تھا –

«یہ کیا ھے؟» میں نے کہا – «جب میں نے تمہیں دیا تھا تو اس پر ایک بھی دھبہ نہ تھا –»

«میں نے جان بوجھ کے تو نہیں کیا – ھے نا؟»

«میں کچھ نہیں جانتا کہ تم نے جان بوجھ کے کیا یا نہیں – تمہیں میری کاپی پر دھبہ ڈال کر واپس کرنے کا کوئی حق نہیں ھے –»

«اب جب دھبہ پڑ گیا ہے تو میں بغیر دھبہ کے کیسے واپس کروں؟ اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سے احتیاط کروں گا۔»

«آئندہ کیا؟» میں نے پوچھا۔

«آئندہ جب تمہاری کاپی میں سے نقل کروں گا۔»

«تو تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم ہمیشہ میری کاپی میں سے نقل کیا کرو گے؟»

«میں نے ہمیشہ کب کہا؟ کبھی کبھی۔»

بحث ختم ہو گئی اس لئے کہ اولگا نکولائیونا نے ششکن کو بلیک بورڈ پر بلایا اور ایک سوال حل کرنے کو دیا جس میں یہ تھا کہ بہت سے مکان کی پالش کرنے والے ایک اسکول کی دیوار پر قلعی کر رہے ہیں۔ معلوم یہ کرنا تھا کہ سارے درجوں اور برآمدوں کی قلعی کے لئے اسکول کو کتنے روپئے دینے ہوں گے۔

«غریب ششکن» میں نے سوچا۔ «اب آئی مصیبت۔ دوسروں کی کاپی سے سبق نقل کرنا تو آسان ہے مگر بلیک بورڈ پر سوال حل کرنا مشکل کام ہے۔»

لیکن یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہؤا کہ ششکن نے سوال آسانی سے حل کر لیا۔ یہ صحیح ہے کہ اسے وقت کافی لگا کیونکہ سوال لمبا بھی تھا اور سخت بھی مگر درجے میں کسی نے کچھ نہ بتایا اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ سوال کس طرح حل کیا جائے گا۔

یہ تو ہم سب ہی جانتے تھے کہ یہ سوال اولگا نکولائیونا نے جان بوجھ کر دیا ہے اور وہ ملاح کی تصویر والی بات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ دوسرے گھنٹے میں اسکول کے ڈائرکٹر ایگور الکساندرووچ آ گئے۔ ایگور الکساندرووچ کے چہرے پر کبھی سختی اور درشتی کے

آثار نہیں ہوتے۔ ان کا چہرہ ہمیشہ ہشاش بشاش اور خوش گوار ہوتا ہے۔ انکی آواز میں بڑا پیار ہے لیکن کم سے کم میں تو ان سے تھوڑا ڈرتا ضرور تھا کیونکہ وہ بے حد لمبے چوڑے تھے۔ وہ میرے ابا کے برابر، بلکہ ان سے بھی کچھہ زیادہ لمبے چوڑے ہیں۔ وہ ایک لمبی ڈھیلی سی جیکٹ پہنے رہتے ہیں جس میں تین بٹن لگے ہیں اور ناک پر ہمیشہ عینک رکھی رہتی ہے۔

میں سمجھا کہ اب یہ ہم لوگوں پر بگڑنے والے ہیں لیکن انہوں نے بہت نرمی سے بات شروع کی۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ریاست ہر طالب علم کے لئے کتنا روپیہ خرچ کرتی ہے اور اس لئے یہ بات کتنی اہم ہے کہ ہم اسکول میں اچھی طرح پڑھیں اور اسکول کی چیزوں کی حفاظت کریں۔ جو طالب علم اسکول کی چیزوں کو نقصان پہونچاتا ہے۔ اور ان میں دیواریں بھی شامل ہیں۔ وہ گویا عوام کو نقصان پہونچاتا ہے کیونکہ اسکول کے لئے سارا روپیہ عوام ہی کی جیب سے آتا ہے۔ اسکے بعد انہوں نے کہا۔

«مجھے یقین ہے کہ جس لڑکے نے دیوار پر یہ تصویر بنائی ہے وہ اسکول کو نقصان نہیں پہونچانا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس بات کا اعتراف کرے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ وہ ایماندار ہے اور یہ کہ اسے دراصل اچھی طرح معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کوئی بری بات کر رہا ہے۔»

اگر میں قصوروار ہوتا تو ایگور الکساندرووچ کی باتیں سننے کے بعد میں کھڑا ہوکر یقیناً غلطی کا اعتراف کر لیتا۔ مجھے یقین تھا کہ ایگور گراچیف بھی یہی کرے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے وہ یہ نہیں ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ ایماندار ہے اور اسی لئے وہ ڈسک پر بیٹھا

رہا اور ایک لفظ بھی نہ بولا ۔ پھر ایگور الکساندرووچ نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس لڑکے نے تصویر بنائی ہے اسے ابھی اپنی غلطی مانتے ہوئے شرم آ رہی ہے لیکن شائد وہ بات پر اچھی طرح سوچ بچار کرے گا اور پھر ہمت کرکے میرے دفتر میں آئے گا اور اپنی غلطی مان لے گا ۔

سبق کے بعد پائنیر کونسل کا چیرمن تولیا دیوژکن ایگور کے پاس گیا اور بولا:

«تم بھی عجیب آدمی ہو ۔ تم سے کس نے کہا تھا کہ اچھی خاصی صاف دیوار کو گندا کر دو؟ اب سمجھہ میں آیا کہ کیا کر بیٹھے ہو؟»

«میں نے نقصان کرنے کی غرض سے تھوڑے ہی کیا تھا ۔»

«پھر کس لئے کیا تھا؟»

«پتہ نہیں ۔ ایمان سے کہتا ہوں کچھہ پتہ نہیں ۔ بس بغیر کچھہ سوچے سمجھے یوں ہی تصویر بنا دی ۔»

«'بغیر سوچے سمجھے'! اور اب تمہاری وجہ سے سارے درجے کو شرمندگی اٹھانی پڑ رہی ہے ۔»

«سارے درجے کو کیوں؟»

«کیوںکہ ہم میں سے کسی پر بھی الزام لگایا جا سکتا ہے ۔»

«یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے درجے کے کسی لڑکے نے آکر بنا دیا ہو ۔ کسے خبر ہو سکتی ہے؟»

«اچھا خیر اب آئندہ کبھی ایسا مت کرنا» تولیا نے کہا ۔

«اچھی بات ہے ۔ اب کبھی نہ کروں گا ۔ میں تو دیکھنا چاھتا تھا کہ لگتا کیسا ہے» ایگور بولا ۔

اس نے ایک کپڑا اٹھا کر ملاح کی تصویر کو مٹانا چاہا لیکن دیوار اور خراب ہو گئی۔ ملاح لڑکا تو اب بھی وہیں موجود تھا۔ ہاں اسکے چاروں طرف ایک سیاہ دھبہ ضرور پھیل گیا تھا۔ لڑکوں نے اس سے کپڑا لے لیا کہ کہیں ایگور دیوار کو اور زیادہ گندہ نہ کر دے۔

اسکول ختم ہونے کے بعد ہم لوگ پھر فٹ بال کھیلنے چلے گئے اور اندھیرا ہونے تک کھیلتے رہے۔ گھر واپس آتے ہوئے ششکن نے بہت اصرار سے کہا کہ میرے گھر چلو۔ معلوم یہ ہؤا کہ وہ بھی ہماری ھی سڑک پر رہتا ہے۔ اسکا دومنزلہ مکان لکڑی کا بنا ہؤا ہے اور ہمارے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہماری سڑک پر اور سارے مکان بڑے بڑے ہیں، چار چار پانچ پانچ منزلہ ہیں جیسے ہمارا مکان ہے اور میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ اس چھوٹے سے لکڑی کے مکان میں کون رہتا ہے۔ اور اب معلوم ہؤا کہ ششکن بہت دنوں سے اسی میں رہ رہا ہے۔ میں اندر نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ دیر کافی ہو گئی تھی لیکن اسنے کہا:

«آؤ، اندر چلے آؤ۔ اگر تم ساتھہ نہیں چلوگے تو دیر سے واپس آنے پر ڈانٹ پڑےگی۔ اور اگر تم ساتھہ ہوںگے تو وہ لوگ کچھہ نہ کہیںگے۔»

«لیکن مجھے بھی تو گھر پر ڈانٹ پڑےگی» میں نے کہا۔

«وہ تو کوئی بات نہیں۔ اگر چاھو تو بعد میں میں تمہارے گھر تک چلا چلوںگا۔ اس طرح ہم دونوں ڈانٹ سے بچ جائیںگے۔»

«اچھی بات ہے۔»

ہم نے ایک چرمر کرتی ہوئی سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا جس کے بوسیدہ کٹھرے پرسے کھپرے کے کھپرے اتر رہے تھے۔ اور

ششکن نے ایک دروازے پر دستک دی جس پر ایک پھٹا ہوا سیاہ موم جامے کا پردہ لٹک رہا تھا۔

«آخر اسکے کیا معنی ہیں کوستیا؟ اب تک کہاں رہے؟» اسکی ماں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

«ماں یہ میرے کلاس فیلو ہیں، مالیف۔ درجے میں ہم دونوں ایک ہی ڈسک پر بیٹھتے ہیں۔»

«آؤ، اندر آؤ» اسکی ماں نے کہا۔ اب انکی آواز میں اتنا غصہ نہیں تھا۔

ہم لوگ اندر چلے گئے۔

«خدا خیر کرے! یہ تم لوگ کر کیا رہے تھے؟ ذرا اپنی شکل تو دیکھو!»

میں نے ششکن کی طرف دیکھا۔ اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اسکے گالوں اور ماتھے پر گندے گندے نشان پڑے ہوئے تھے۔ اسکی ناک کی نوک بالکل کالی ہو رہی تھی۔ میری حالت بھی کچھہ زیادہ بہتر نہیں تھی کیونکہ گیند میرے منہہ پر آکر لگی تھی۔ ششکن نے کہنی سے مجھے ٹھوکا دیا اور بولا:

«چلو چل کر منہہ دھو ڈالیں ورنہ اگر تم اسی طرح گھر چلے گئے تو کری ڈانٹ پڑے گی۔»

ہم لوگ کمرے کے اندر پہونچے اور ششکن نے اپنی خالہ سے میرا تعارف کرایا۔

«زینا خالہ یہ میرے کلاس فیلو مالیف ہیں۔»

خالہ زینا کافی کم عمر تھیں۔ میں تو پہلے انہیں ششکن کی بڑی بہن سمجھا تھا۔

وہ میری طرف دیکھ‌کر اس طرح مسکرائیں جیسے مذاق اڑا رہی ہوں۔ اپنے گندے چہرے کی وجہ سے میں خاصا مضحکہ خیز معلوم ہو رہا ہوں‌گا۔ ششکن نے پھر ٹہوکا مارا اور ہم لوگ منہہ دھونے کے تسلے کے پاس پہونچ‌کر منہہ دھونے لگے۔

«تمہیں جانور پسند ہیں؟» ششکن نے مجھہ سے پوچھا جب کہ میں چہرے پر صابن لگا رہا تھا۔

«اس پر منحصر ہے کہ تمہارا کس قسم کے جانوروں سے مطلب ہے» میں نے کہا۔ «اگر تمہارا مطلب شیروں یا مگرمچھوں سے ہے تو مجھے بالکل پسند نہیں۔ وہ کاٹتے ہیں۔»

«تم بالکل گدھے ہو۔ میرا مطلب اس قسم کے جانوروں سے نہیں ہے۔ تمہیں چوہے پسند ہیں؟»

«نہیں مجھے چوہے بھی کچھہ زیادہ پسند نہیں۔ وہ ہر چیز برباد کر دیتے ہیں۔ ہر چیز کتر ڈالتے ہیں۔»

«وہ ایسا تو نہیں کرتے۔ تم تو خواہ‌مخواہ بکواس کر رہے ہو۔»

«چوہے چیزوں کو کتر نہیں ڈالتے؟ ایک دفعہ تو میری ایک کتاب کتر کر پھینک دی۔»

«تم نے شائد انہیں کھانے کے لئے کچھہ نہ دیا ہوگا۔»

«کھانے کو تو ظاہر ہے نہیں دیا تھا۔ چوہوں کو کھلاکر کیا کرنا ہے؟»

«میں تو اپنے چوہوں کو ہر روز کھلاتا ہوں۔ میں نے انکے لئے ایک مکان بھی بنایا ہے۔»

«دیوانے ہو گئے ہو کیا» میں نے کہا۔ «چوہوں کے لئے مکان کیسے بنایا جاتا ہے؟»

«انہیں بھی تو آخر کہیں رہنا ہوتا ہے کہ نہیں؟ چلو میں دکھاتا ہوں ــ»

منہہ ہات دھو چکنے کے بعد ہم لوگ باورچی‌خانے میں چلے گئے ــ وہاں ایک کرسی کے نیچے ایک پیارا پیارا چھوٹا سا دفتی کا مکان رکھا ہؤا تھا جس میں بہت سے دروازے اور کھڑکیاں تھیں ــ اس میں کچھہ عجیب سفید سفید سے چھوٹے چھوٹے جانور تھے جو دروازوں اور کھڑکیوں سے باہر نکلتے اور دیواروں پر چڑھہ‌کر واپس گھر کے اندر چلے جاتے ــ مکان میں ایک لمبی سی چمنی بھی تھی جو چھت کے اوپر نکلی ہوئی تھی اور ایک چھوٹا سا سفید جانور اس میں سے جھانک رہا تھا ــ

میں نے اس قسم کے جانور اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے ــ

«یہ کون سے جانور ہیں؟» میں نے پوچھا ــ

«چوہے ہیں اور کیا ــ»

«ہٹو! چوہے تو بھورے رنگ کے ہوتے ہیں ــ اور یہ سفید ہیں ــ»

«تم نے کبھی سفید چوہوں کے بارے میں نہیں سنا؟»

ششکن نے ایک چوہا اٹھاکر میرے ہاتھہ میں دیدیا ــ بالکل برف کی طرح سفید تھا ــ بس دم ذرا لمبی اور گلابی سی تھی اور اس پر بال بالکل نہیں تھے ــ وہ میری ہتھیلی پر خاموشی سے بیٹھا رہا اور اپنی چھوٹی سی گلابی ناک سے سوں سوں کرتا رہا جیسے کچھہ سونگھہ رہا ہو ــ اور اس کی آنکھیں تو ایسی سرخ تھیں جیسے مونگے کے دانے ــ

«ہمارے گھر پر سفید چوہے تو ہیں ہی نہیں، صرف بھورے ہیں» میں نے کہا ــ

«تم بھی کتنے احمق ہو – ارے یہ اس قسم کے چوہے نہیں ہیں» ششکن ہنسا – «یہ تو جانوروں کی دکان سے خریدے جاتے ہیں – میں نے چار خریدے تھے اور اب دیکھو کتنے بہت سے ہو گئے ہیں – اگر چاہو تو ایک جوڑا تمہیں دیدوں –»

«تم انہیں کھلاتے کیا ہو؟»

«یہ ہر چیز کھاتے ہیں – روٹی، دودھ، اناج –»

«اچھی بات ہے» میں نے کہا –

ششکن نے کہیں سے ایک دفتی کا ڈبہ نکالا اور اس میں دو چوہے رکھ‌کر ڈبہ اپنی جیب میں رکھ لیا –

«میں خود ہی لے چلوں تو زیادہ بہتر ہے – کیا معلوم تم انہیں دبا ڈالو» اس نے کہا –

ہم دونوں نے اپنی اپنی جیکٹ پہن لی –

«پھر باہر جا رہے ہو؟» کوستیا کی ماں نے پوچھا –

«بس ابھی آیا! ایک منٹ کے لئے وتیا کے مکان تک جا رہا ہوں – میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا –»

ہم لوگ باہر نکلے اور تھوڑی ہی دیر میں میرا گھر آ گیا – جب ماں نے دیکھا کہ میں اکیلا نہیں ہوں تو دیر سے واپس آنے پر انہوں نے مجھے ڈانٹا نہیں –

«یہ میرے کلاس فیلو ہیں کوستیا» میں نے ماں سے کہا –

«تم ابھی نئے داخل ہوئے ہو؟» ماں نے پوچھا –

«جی ہاں، میں اسی سال داخل ہوا ہوں –»

«اس سے پہلے کس اسکول میں پڑھتے تھے؟»

«میں پہلے نالچک کے اسکول میں جاتا تھا – جب تک زینا خالہ نے اسکول کی پڑھائی نہیں ختم کی ہم لوگ وہیں رہے – وہ تھیٹر

کے اسکول میں داخل ہونا چاہتی تھیں اور اسی لئے ہم لوگ یہاں آ گئے کیونکہ نالچک میں تھیٹر کا کوئی اسکول نہیں ہے۔»

«تمہیں یہاں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے یا نالچک میں؟»

«نالچک زیادہ بہتر تھا۔ لیکن یہاں بھی اچھا لگتا ہے۔ ہم لوگ کراسنوزاودسک میں بھی رہ چکے ہیں۔ وہ بھی اچھی جگہ تھی۔»

«اسکے معنی یہ ہیں کہ تم بہت نیک طبیعت لڑکے ہو، کیوں کہ جہاں بھی رہتے ہو تمہیں وہ جگہ اچھی لگتی ہے۔»

«نہیں، میں بہت اچھی طبیعت کا نہیں ہوں۔ ماں کہتی ہیں میرا کردار بہت کمزور ہے اور اس وجہ سے میں زندگی میں کچھہ نہ کر سکوں گا۔»

«تمہاری ماں ایسا کیوں کہتی ہیں؟»

«کیونکہ میں کبھی ہر وقت سبق یاد نہیں کر پاتا۔»

«تو پھر تو تم بالکل ہمارے وتیا کی طرح ہو۔ اسے بھی ٹھیک وقت پر سبق یاد کرنا نہیں آتا۔ تم دونوں کو ساتھہ مل کر اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرنا چاہئے۔»

اسی وقت لیکا اندر آئی۔

«میری بہن لیکا سے ملو» میں نے ششکن سے کہا۔

«مزاج شریف؟» ششکن بولا۔

«مزاج شریف؟» لیکا نے جواب دیا اور اسے اس طرح گھور کر دیکھنے لگی جیسے وہ ایک عام لڑکا نہیں بلکہ کوئی تصویر یا کوئی اور چیز ہو۔

«میرے نہ کوئی بہن ہے» ششکن نے کہا۔ «اور نہ بھائی۔ میرا کوئی بھی نہیں ہے۔»

«تمہیں بہن یا بھائی کی خواہش ہے؟» لیکا نے پوچھا ـ
«بہت زیادہ ـ میں ان کے لئے عمدہ عمدہ کھلونے بناؤں‌گا اور انہیں کھیلنے کے لئے جانور دوں‌گا اور ان کی خبرگیری کروں‌گا ـ ماں کہتی ہیں کہ تم کسی چیز یا کسی شخص کی ذمہ‌داری نہیں لیتے ـ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا ہے ہی نہیں جس کی ذمہ‌داری لوں ـ»

«اپنی ماں کی ذمہ‌داری لے سکتے ہو ـ»

«کیسے لے سکتا ہوں؟ صبح سویرے تو کام پر چلی جاتی ہیں اور شام کو بہت دیر سے واپس آتی ہیں اور تھوڑی دیر بعد پھر باہر چلی جاتی ہیں ـ»

«وہ کرتی کیا ہیں؟»

«موٹر چلاتی ہیں ـ»

«تو پھر تم خود اپنی ذمہ‌داری لو تاکہ ماں کو تمہارے بارے میں کوئی فکر نہ کرنا پڑے ـ»

«جی ہاں، یہ تو کرنا ہی چاہئیے» ششکن بولا ـ

«تمہیں اپنا کوٹ مل گیا تھا؟» لیکا نے اس سے پوچھا ـ

«میرا کوٹ؟ اچھا تمہارا مطلب ہے... ہاں، مل گیا تھا ـ وہ فٹ‌بال کے میدان ہی میں تھا جہاں میں نے اسے اتار کر رکھا تھا ـ»

«اس طرح تو ایک دن سردی کھا جاؤگے» لیکا نے کہا ـ

«نہیں، ایسا نہیں ہوگا ـ»

«سردی میں اگر کوٹ اور ٹوپی بھولتے پھرے تو ایسا ضرور ہوگا ـ»

«نہیں، اب کوٹ کبھی نہیں بھولوں‌گا... تمہیں چوھے پسند ہیں؟»

«چوھے؟ یعنی کہ...» لیکا ھکلائی۔

«ایک جوڑا چوھے کا لو گی؟»

«نہیں نہیں، شکریہ!»

«بہت ھی اچھے ھیں» ششکن نے کہا اور یہ کہہ کر اسنے اپنی جیب سے سفید چوھوں والا ڈبہ نکالا۔

«ارے یہ کتنے خوبصورت ھیں!» لیکا چیں چیں کر کے چلائی۔

«میرے چوھے اسے کیوں دئے ڈال رھے ھو؟» میں نے احتجاج کیا۔ «پہلے تو تم نے مجھے دئے تھے اور اب اسے دے رھے ھو۔»

«میں تو صرف دکھا رھا ھوں۔ میں انہیں دوسرے لا دوں گا۔ میرے پاس تو بہت سے ھیں» ششکن نے کہا۔ «اگر کہو تو یہ میں انہیں دیدوں اور تمہارے لئے دوسرے لے آؤں۔»

«نہیں نہیں، وتیا ھی کو لے لینے دو» لیکا نے کہا۔

«اچھا تو تمہارے لئے کل لے آؤں گا۔ لیکن ذرا انہیں دیکھہ تو لو۔»

لیکا نے چوھوں کی طرف اپنا ھاتھہ بڑھایا «کاٹتے ھیں کیا؟»

«نہیں۔ بالکل سدھے ھوئے ھیں۔»

جب ششکن چلا گیا تو لیکا نے اور میں نے مل کر ایک بسکٹ کا دفتی والا ڈبہ لیا۔ اس میں دروازے اور کھڑکیاں کاٹیں اور چوھوں کو اس میں رکھہ دیا۔ کھڑکیوں سے جس طرح وہ جھانک رھے تھے اسے دیکھہ کر بڑا مزہ آ رھا تھا۔

جب پڑھنے کے لئے بیٹھا تو کافی دیر ھو چکی تھی۔ حسب معمول میں نے سب سے آسان مضمون سے شروع کیا اور حساب سب سے آخر



کے لئے اٹھا رکھا اور آج بھی ایک سخت سوال حل کرنا تھا۔ میں نے حساب کی کتاب بند کی، ساری کتابیں بستے میں رکھیں اور فیصلہ کیا کہ دوسرے دن کسی کی کاپی سے سوال نقل کر لوں گا۔ اگر اب سوال کرنے بیٹھتا تو ماں پھر دیکھ لیتیں کہ میں بہت دیر میں سوال کرنے بیٹھا ہوں اور پھر ڈانٹ پڑتی اور ابا کو اپنا کام چھوڑ کر مجھے حساب سمجھانا پڑتا۔ وہ میرے حساب کے سوال حل کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کریں؟ ان کے لئے زیادہ اہم یہ ہے کہ اپنی پالش کرنے والی مشین کے لئے خاکہ تیار کریں یا کوئی نیا نمونہ ایجاد کریں۔

جب میں اسکول کا کام کر رہا تھا تو لیکا چوھوں کے مکان میں لیڑے اور روئی کے ٹکڑے وغیرہ رکھہ رہی تھی تاکہ چوھے اپنا اچھا سا بستر بنا لیں۔ اسکے بعد اس نے کچھہ اناج، کچھہ روٹی کے ٹکڑے اور ایک طشتری میں تھوڑا سا دودھہ مکان کے اندر رکھہ دیا۔ اگر کھڑکی سے جھانک‌کر دیکھو تو نظر آتا تھا کہ اپنے چھوٹے سے خوبصورت مکان میں بیٹھے اناج کے دانے کتر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ان میں سے ایک اپنے پچھلے پیروں کے بل کھڑا ہو جاتا اور آگے کے پنجوں سے اپنا منہہ صاف کرتا اور اپنے منہہ پر اتنی تیزی سے پنجے چلاتا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ چیز اتنی دلچسپ تھی کہ ھنستے ھنستے ھم لوگوں کے پیٹ میں درد ھونے لگا۔ لیکا بہت دیر تک بیٹھی، کھڑکیوں سے مکان میں جھانکتی اور ھنستی رھی۔

«تمہارا دوست کتنا اچھا ھے وتیا!» وہ بولی، جب میں چوھوں کو دیکھنے کے لئے گیا۔

«تمہارا مطلب ھے کوستیا؟»

«ھاں۔»

«اس میں ایسی اچھی بات کون سی ھے؟»

«وہ کتنا شریف ھے۔ کتنی اچھی طرح باتیں کرتا ھے۔ اس نے مجھہ سے بھی باتیں کیں۔»

«تم سے بات کیوں نہ کرتا؟»

«میں بہر حال لڑکی ھوں نا۔»

«تو اس سے کیا مطلب؟»

«دوسرے لڑکے تو مجھہ سے بات نہیں کرتے۔ میں سمجھتی ھوں

که وه بد دماغ هوتے هیں۔ مجھے تو خوشی هے که تم اسکے دوست هو۔»

میں اس سے کہنا چاهتا تھا که ششکن اتنا اچھا نہیں هے جتنا وه سمجھه رهی تھی۔ وه اسکول کا کام دوسروں کی کاپیوں سے نقل کرتا هے اور اس نے میری کاپی پر دهبه بھی ڈال دیا تھا۔ لیکن کسی خاص وجه سے میں نے کہا۔

«هاں، هے تو بہت اچھا! اگر اچھا نه هوتا تو میں اس سے دوستی هی کیوں کرتا۔ همارے کلاس میں سب لڑکے اچھے هیں۔»



چوتھا باب

کچھ دن اسی طرح گذر گئے، تین یا چار یا شائد پانچ دن۔ اب مجھے بالکل یاد نہیں۔ اور ایک دن ایک سبق کے دوران میں سریوژا بوکاتن نے جو ہمارے کلاس کے دیواری اخبار کا ایڈیٹر ہے کہا:

«اولگا نکولائیونا ہمارے ادارتی بورڈ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تصویریں بنا سکے۔ پچھلے سال ہمارے لئے فیدیا ریبکن تصویریں بنایا کرتا تھا لیکن اس سال کوئی بھی نہیں، اسی وجہ سے ہمارا اخبار کچھ دلچسپ نہیں ہوتا۔ ہمارے ادارے میں ایک آرٹسٹ کو بھی ہونا چاھئیے۔»

«کسی ایک کو منتخب کر لو مگر اسے اچھا مصور ہونا چاھئیے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «ایسا کرو کہ کل تم سب لوگ اپنی اپنی بنائی ہوئی تصویریں کلاس میں لے آؤ۔ پھر ہم فیصلہ کر سکیں گے کہ کون اچھا آرٹسٹ ہے۔»

«لیکن اگر ہمارے پاس تصویریں نہ ہوں تو؟»

«آج ہی کوئی چیز بنا سکتے ہو۔ زیادہ مشکل کام تو نہیں ہے۔»

«جی ہاں، آج بنا سکتے ہیں!» ہم سب نے ایک زبان ہوکر کہا۔

دوسرے دن ہم سب لوگ تصویریں لےکر آئے۔ کچھ لڑکے پرانی تصویریں لائے اور کچھ نئی۔ کچھ لڑکے پورے پورے فولڈر

لے آئے جن میں تصویریں ہی تصویریں تھیں۔ ایگور گراچیف اپنے ساتھہ ایک البم لے آیا۔ میں بھی چند تصویریں لایا تھا۔ ہم سب نے اپنی تصویریں ڈسک پر پھیلا دیں اور اولگا نکولائیونا سب کو دیکھتی ہوئی چکر لگانے لگیں۔ آخر میں وہ ایگور گراچیف کے ڈسک پر پہونچیں اور اسکا البم دیکھنے لگیں۔ وہ سمندر، جہازوں، کشتیوں اور بادبانی کشتیوں کی تصویروں سے بھرا ہؤا تھا۔

«ایگور گراچیف تم سب سے اچھی تصویر بناتے ھیں» انہوں نے کہا۔ «ان ھی کو اپنا آرٹسٹ کیوں نہ بنا لو۔»

ایگور کی باچھیں کھل گئیں۔ اولگا نکولائیونا اس کے البم کے صفحے الٹتی رھیں یہاں تک کہ ایک ملاح کی تصویر نظر آئی جس کی قمیص دھاری دار تھی اور اسکے منہہ میں پائپ تھا۔ ھماری دیوار پر ملاح کی جو تصویر بنی تھی یہ ھوبہو اسکی نقل تھی۔ اولگا نکولائیونا کا چہرہ ایکدم تمتما اٹھا اور انہوں نے سختی سے ایگور کی طرف دیکھا۔ اسکا چہرہ بھی سرخ ھو گیا تھا اور وہ بار بار پہلو بدل رھا تھا۔ آخرکار وہ بول ھی پڑا:

«دیوار پر ملاح کی تصویر میں نے بنائی تھی۔»

«اچھا تم نے بنائی تھی! تو تم نے فوراً ھی اعتراف کیوں نہیں کر لیا تھا؟ یہ ایمانداری کی بات نہیں ھوئی ایگور۔ اچھا بتاؤ یہ تم نے کیوں کیا؟»

«مجھے معلوم نہیں اولگا نکولائیونا۔ سچ کہتا ھوں بالکل اتفاق کی بات تھی۔ مجھے بالکل احساس نہ تھا کہ میں کر کیا رھا ھوں۔»

«خیر مجھے خوشی ہوئی کہ اب تم نے اپنا قصور مان لیا ہے۔ گھنٹہ ختم ہونے کے بعد ڈائرکٹر کے پاس جاکر معافی مانگو۔»

گھنٹہ ختم ہونے پر ایگور نے ڈائرکٹر کے پاس جاکر معافی مانگی۔ ایگور الکسانڈرووچ نے اس سے کہا «ریاست نے اسکول کو دو بارہ ٹھیک کرنے میں کافی روپیہ خرچ کیا تھا۔ ہم بار بار ایسا نہیں کر سکتے۔ اب تم گھر جاؤ اور کھانا کھانے کے بعد پھر واپس آؤ۔»

کھانا کھانے کے بعد ایگور پھر اسکول واپس آیا۔ اسے ایک رنگ کا ڈبہ دیا گیا اور ایک برش اور اسنے دیوار کے اس حصے پر پالش کی جہاں ملاح لڑکا کھڑا ہؤا تھا۔

ہم سب کو یقین تھا کہ اس واقعہ کے بعد اولگا نکولائیونا اسے اخبار کا آرٹسٹ نہ بنائیں‌گی۔ لیکن انہوں نے کہا «دیوار پر تصویریں بنانے سے اچھا ہے کہ اخبار پر بنائی جائیں۔»

اس طرح ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔ ہر شخص بہت خوش تھا اور میں بھی خوش تھا حالانکہ ایمان کی بات یہ ہے کہ میرے خوش ہونے کی کوئی وجہ تھی نہیں۔ اب میں آپ کو یہ قصہ سناتا ہوں۔

ششکن کے نقش قدم پر چل‌کر میں نے گھر پر حساب کے سوال کرنا بالکل چھوڑ دئے تھے اور دوسرے لڑکوں کی کاپیوں سے نقل کیا کرتا تھا۔ ایک مثل ہے کہ خربوزے کو دیکھ‌کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

«ان سوالوں کے پیچھے میں درد سر کیوں مول لوں؟» میں نے اپنے آپ سے کہا۔ «سمجھ میں تو بہر حال آتے نہیں ہیں۔ اسلئے بہتر ہے کہ کسی اور کی کاپی سے نقل کر لیا کروں اور بس۔ اس طرح

کام جلدی بھی ہو جائےگا اور ابا اور ماں بھی میرا پیچھا لینا چھوڑ دیں گے کہ اسے حساب نہیں آتا ۔»

میں جس کی کاپی سے چاھتا نقل کر لیتا اور کسی کو اعتراض نہ ھوتا سوائے تولیا دیوژکن کے جو پائنیر کونسل کا صدر ھے ۔

«اگر ھمیشہ دوسروں کی کاپی سے نقل کرتے رھے تو تمھیں حساب کبھی نہیں آئےگا» اس نے مجھے آگاہ کیا ۔

«مجھے حساب کی ضرورت ھی کیا ھے؟» میں نے کہا ۔ «اس کے بغیر بھی میرا کام چل سکتا ھے ۔ اسکے علاوہ مجھہ میں حساب سمجھنے کی صلاحیت ھی نہیں ھے ۔»

گھر کے سوالوں کو نقل کرنا تو آسان ھے مگر جب درجے میں جواب پوچھا جائے تو ایک یہی امید باقی رہ جاتی ھے کہ دوسرے لوگ چپکے چپکے بتا دیں ۔ میری خوش قسمتی سے میرے ساتھیوں نے مجھے دھوکا نہیں دیا ۔ اور اگر گلب اسکامیکن کا قدم درمیان میں نہ ھوتا ساری باتیں ٹھیک چلتی رھتیں ۔ جب سے اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ چپکے چپکے بتانے کا خاتمہ کیا جائےگا تب سے وہ اسے ختم کرنے کی ترکیبیں سوچ رھا تھا ۔ اور آپ کو یقین نہ آئےگا کہ اسنے سخت بے ھودہ اسکیم بنائی اور دیواری اخبار کے لوگوں کو تیار کر لیا کہ میرا کارٹون بنائیں ۔ اور اس طرح ایک دن جو میں اسکول آیا تو دیکھتا کیا ھوں کہ اخبار میں میرا کارٹون لگا ھؤا ھے ۔ کارٹون میں یہ دکھایا گیا تھا کہ میں بلیک بورڈ کے پاس کھڑا ھوں اور ایک سوال حل کرنے کی کوشش کر رھا ھوں، میرے کان، جو گدھے کے کان کے برابر

بڑے بڑے ھیں، کھڑے ھیں اور میں کوشش کر رھا ھوں که لڑکے جو کچھه بتا رھے ھیں وہ سن لوں۔ اور کارٹون کے نیچے ایک سخت بے ھودہ نظم کے چار مصرعے لکھے ھوئے تھے:

«یه گدھا نہیں ھے وتیا ھے
لڑکوں کے بتائے کو سنتا ھے
کان ھیں اسکے بڑے بڑے
جواب ھیں اسکے سڑے سڑے»

یا اسی قسم کی کچھه اور باتیں تھیں جو مجھے یاد نہیں۔ سخت بےھودہ! ظاھر ھے مجھے بےانتہا غصه آیا۔ میرا خیال بالکل صحیح تھا که ایگور گراچیف نے کارٹون بنایا ھے کیونکه جب تک وہ ادارتی بورڈ میں شامل نہیں ھؤا تھا اس وقت تک اخبار میں کوئی کارٹون نہیں نکلا تھا۔

اس لئے میں اسکے پاس پہونچا اور بولا «اس تصویر کو تم اخبار سے الگ کر دو ورنه پچھتانا پڑےگا۔»

«دوست یه تو میں نہیں کر سکتا۔ مجھے اسکا حق نہیں ھے» اس نے کہا۔ «میں تو صرف آرٹسٹ ھوں۔ مجھه سے ان لوگوں نے کارٹون بنانے کو کہا اور میں نے بنا دیا۔ لیکن اسے لگانا یا ھٹانا میرے اختیار میں نہیں ھے۔»

«پھر یه کس کے اختیار میں ھے؟»

«ایڈیٹر کے۔ وھی سب باتیں طے کرتا ھے۔»

میں سریوژا بوکاتن کے پاس پہونچا۔

«تو یه سب کچھه تمہارا کیا دھرا ھے۔ کیوں ھے نا؟» میں نے اس

سے کہا۔ «میں نے یہ تو کبھی نہیں دیکھا کہ تم نے اپنا کارٹون اخبار میں لگایا ہو۔ مجھ پر یہ مہربانی کیوں کی؟»

«تم بالکل الو ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے آپ کوئی چیز اخبار میں دے سکتا ہوں؟ ہمارا ادارتی بورڈ کس لئے ہے؟ ہم سب لوگ مل کر طے کرتے ہیں کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ جائے۔ گلب اسکامیکن نے نظم لکھی اور کارٹون بنانے کو کہا کیونکہ یہ کلاس میں چپکے چپکے بتانے کا معاملہ تو ختم کرنا ہی ہے۔ اس کے متعلق ہم نے پائنیر کونسل میں فیصلہ بھی کیا تھا۔»

میں دوڑتا ہوا گلب اسکامیکن کے پاس پہونچا۔

«اس کارٹون کو فوراً اتار کر پھینکو» میں نے کہا۔ «ورنہ میں تمہاری ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔»

«'ہڈی پسلی ایک کر دوں گا'، تمہارا مطلب کیا ہے؟» اس نے تعجب سے کہا۔

«اگر ہڈی پسلی ایک کرانا پسند نہیں تو میں تمہارا بھرتا بنا دوں گا۔»

«ھشت!» گلب بولا «تم بڑے بہادر ہونا!»

«اچھا تو میں خود ہی اسے اخبار سے نکالے ڈالتا ہوں۔»

«ایسا کرنے کی ہمت بھی نہ کرنا» تولیا دیوژکن نے کہا۔ «کیونکہ کارٹون بالکل صحیح ہے۔ اور اگر صحیح نہ ہوتا تب بھی اخبار سے پھاڑنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ حد سے حد تم یہ کر سکتے ہو کہ اخبار میں اسکا جواب لکھو۔»

«کیا کہا جواب؟ اچھی بات ہے میں اسکا جواب لکھوں گا!»

کلاس کے سارے لڑکے اخبار کے پاس جمع ہو چکے تھے اور

کارٹون کی طرف اشارہ کر کر کے ہنس رہے تھے۔ لیکن میں انہیں اس طرح چھوڑنے والا نہیں تھا۔ میں فوراً ہی جواب لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر یہ کم بخت جواب لکھا کیسے جائے۔ میں اپنے پائنیر لیڈر ولودیا کے پاس پہونچا، ان سے سارا قصہ بیان کیا اور پوچھا کہ جواب کیسے لکھا جائے۔

«میں بتاتا ہوں کہ کیا کیا جائے» ولودیا نے کہا۔ «تم تحریری وعدہ کر لو کہ میں اب نئے سرے سے کوشش کروں گا تاکہ لڑکوں کو چپکے چپکے بتانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ تمہارا خط اخبار میں لگا دیا جائے گا اور میں ان سے کہدوں گا کہ کارٹون نکال لو۔»

میں نے وعدہ کیا کہ آئندہ محنت کروں گا اور لڑکوں کے بتانے پر بھروسہ نہ کروں گا۔

دوسرے دن کارٹون غائب تھا اور میرا خط بہت نمایاں جگہ چپکا ہؤا تھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور دراصل میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ اب میں زیادہ محنت کیا کروں گا لیکن کسی نہ کسی وجہ سے یہ ارادہ ٹلتا ہی گیا اور چند دن بعد جب حساب کا امتحان ہؤا تو مجھے نمبر ۲ ملا۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ۵ کے معنی ہیں بہت اچھا اور ۲ کے معنی ہیں برا۔ یہ تو صحیح ہے کہ اس سلسلے میں میں اکیلا نہیں تھا۔ ساشا مدویدکن کو بھی نمبر ۲ ملا گویا ہم دونوں ایک ہی کشتی میں تھے۔ اولگا نکولائیونا نے یہ نمبر ۲ ہمارے رپورٹ کارڈ میں لکھ دیا اور ہم سے کہا کہ اس پر اپنے والدین کے دستخط کرا کے لانا۔

اس دن اسکول سے گھر واپس آتے ہوئے میں بڑا اداس تھا۔ میں اپنے دماغ پر یہ زور ڈالتا ہؤا چلا جا رہا تھا کہ اس کم بخت

۲ سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں اور آج یہ خبر ماں کو کس طرح سناؤں کہ وہ زیادہ خفا نہ ہوں۔

«تم بھی وھی کرو جو متیا کروگلوف نے کیا تھا» ششکن بولا۔

«یہ متیا کروگلوف کون بزرگ ھیں؟»

«نالچک کے اسکول میں میرا کلاس فیلو تھا۔»

«تو اس نے کیا کیا تھا؟»

«اسے جب ۲ ملتا تھا تو وہ گھر جاکر منھہ لٹکاکر بیٹھہ جاتا تھا اور بولتا کچھہ نہ تھا۔ ایک گھنٹے تک اسی طرح بیٹھا رھتا تھا یا کبھی دو گھنٹے تک۔ اور کھیلنے بھی نہ جاتا تھا۔ آخر اسکی ماں پریشان ھو جاتی تھی۔

«آخر بات کیا ھے؟» وہ پوچھتی۔

«کچھہ بھی نہیں۔»

«تو پھر اتنے اداس کیوں ھو؟»

«معلوم نہیں۔»

«اسکول میں کچھہ شرارت کی ھوگی؟»

«نہیں» وہ کہتا۔

«کسی سے لڑائی ھوئی؟»

«نہیں۔»

«کوئی کھڑکی توڑی؟»

«نہیں۔»

«عجیب بات ھے» اسکی ماں کہتی۔

کھانے کے وقت وہ کچھہ بھی نہ کھاتا۔

«کھانا کیوں نہیں کھا رھے ھو؟»

«مجھے کچھه نہیں چاهئے۔»

«کیا بات کیا هے؟ بھوک نہیں هے؟»

«اونهوں۔»

«اچھا تو باهر جاکر ذرا تازه هوا میں گھوم پھر آؤ۔»

«میرا جی نہیں چاهتا۔»

«پھر تمہارا جی چاهتا کیا هے؟»

«کچھه بھی نہیں۔»

«کچھه بیمار تو نہیں هو رهے هو؟»

«نہیں میں بالکل اچھا هوں۔»

اسکی ماں اسکے ماتھے پر هاتھه رکھهکر بخار دیکھتی اور پھر بغل میں تھرمامیٹر لگاتی۔

«نہیں تمہارا ٹمپریچر تو بالکل ٹھیک هے۔ خدا کے لئے بتا دو که بات کیا هے۔ تم تو مجھے بالکل پاگل کئے دے رهے هو۔»

«مجھے حساب میں نمبر ۲ ملا هے۔»

«تو بات یه هے» اسکی ماں کی پریشانی ختم هو جاتی۔ «اچھا تو اس لئے یه سب چالیں چلی جا رهی تھیں، کیوں؟»

«هوں۔»

«اچھا خیر اب حماقت کی باتیں کرنے کے بجائے پڑھنے کے لئے بیٹھو تو تم کو برے نمبر کبھی نہیں ملیں گے۔»

«اور بس اس سے زیاده ڈانٹ اسے کبھی نه پڑتی» ششکن نے اپنا قصه ختم کیا۔

«بات تو خیر ٹھیک هے» میں نے ششکن سے کہا۔ «اس طرح ایک دفعه بچ گیا هوگا لیکن دوسری مرتبه تو ماں شروع هی سے سمجھه گئی هوگی که اسے نمبر ۲ ملا هے۔»

«دوسری بار کوئی دوسری ترکیب سوچا کرتا تھا۔»

«یہ تمہارا کروگلوف تھا بڑا ہوشیار» میں نے کہا۔

«ہاں، بہت چالاک لڑکا تھا۔ اسے ہمیشہ نمبر ۲ ملتا تھا اور ہر مرتبہ بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی ترکیب نکالا کرتا تھا۔»

میں نے فیصلہ کیا کہ متیا کروگلوف والی چال چلوں گا۔ گھر پہونچ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا، سر جھکا لیا اور جتنا ممکن ہو سکتا تھا اتنا اداس ہونے کی کوشش کی۔ ماں نے فوراً دیکھ لیا۔

«کیا بات ہے؟» انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ «شائد نمبر۲ ملا؟»

مجھے فوراً ہی اعتراف کرنا پڑا اور پھر کیا ہنگامہ ہؤا ہے! مگر میں اسکی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ کوئی دلچسپ چیز تو تھی نہیں۔



دوسرے دن ششکن کو روسی میں نمبر ۲ ملا اور گھر پر اس کی اچھی خاصی خبر لی گئی اور اسکے دوسرے دن دیواری اخبار پر ہم دونوں کے کارٹون موجود تھے: میں اور ششکن سڑک پر چلے جا رہے ہیں اور نمبر ۲ ہمارے پیچھے پیچھے پیروں پر بھاگتے چلے آ رہے ہیں۔

میں بگڑ گیا ـ

«یہ آخر ہے کیا؟» میں نے سریوژا بوکاتن سے کہا ـ «بس بہت ہو چکا یہ کھیل!»

«اتنا چیخ کیوں رہے ہو؟» سریوژا بولا ـ «کیا تم دونوں کو نمبر ۲ نہیں ملتا؟»

«لیکن صرف ہم ہی دونوں کو تو نہیں ملا ـ ساشا مدویدکن کو بھی تو آخر نمبر ۲ ملا ہے ـ اس کے بارے میں کارٹون کیوں نہیں بنایا؟»

«مجھے نہیں معلوم ـ ہم نے ایگور سے کہا تھا کہ تینوں کے بارے میں کارٹون بنائے لیکن نہ جانے کیوں اس نے تم دونوں ہی کا بنایا ـ»

«میں تو تینوں کا کارٹون بنانے والا تھا» ایگور نے کہا ـ «لیکن کاغذ پر جگہ نہیں تھی تو میں نے صرف ان دونوں کا کارٹون بنا دیا ـ دوسری مرتبہ میں ساشا کا کارٹون بھی بناؤں گا ـ»

«مجھے کوئی پرواہ نہیں» میں نے کہا ـ «میں اسے برداشت نہیں کر سکتا ـ میں اسکا جواب لکھوں گا!»

«آؤ ہم اسکا جواب لکھیں» میں نے ششکن سے کہا ـ

«کس قسم کا جواب؟»

«ارے یہ کون سا مشکل کام ہے: تم وعدہ کر لو کہ اب زیادہ محنت سے پڑھوگے اور آئندہ اچھے نمبر حاصل کروگے ـ پچھلی مرتبہ ولودیا نے مجھہ سے یہی لکھنے کو کہا تھا ـ»

«ٹھیک» ششکن بولا ـ «تم لکھو اور میں نقل کرلوں گا ـ»

میں نے بیٹھہ‌کر لکھا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سے زیادہ محنت کروں گا اور اچھے نمبر حاصل کروں گا ـ میں نے جو کچھہ لکھا

تھا ششکن نے اسے نقل کر لیا اور اتنا بڑھا دیا کہ ٤ سے کم نمبر حاصل نہ کرے گا۔

«اب ذرا بہتر معلوم ہوتا ہے» ششکن نے مجھے سمجھایا۔

ہم دونوں نے اپنے بیان سریوژا بوکاتن کو دیدئیے۔

«اور اب تم وہ کارٹون اتار دو» میں نے کہا۔ «اور دیکھو ہمارے بیان سب سے نمایاں جگہ چپکانا۔»

«اچھی بات ہے» وہ بولا۔

لیکن جب دوسرے دن ہم اسکول آئے تو کارٹون وہیں موجود تھا اور ہمارے بیان کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ میں فوراً سریوژا کے پاس پہونچا اور جواب طلب کیا۔

«ہم نے ادارتی بورڈ میں تمہارے وعدے پر غور کیا» وہ بولا۔ «اور فیصلہ کیا کہ انہیں اخبار میں نہ دیا جائے کیونکہ تم نے اس سے پہلے بھی اسی قسم کا وعدہ کیا تھا لیکن اچھے نمبروں کے بجائے تمہیں خراب ہی نمبر ملے۔»

«یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی» میں نے کہا۔ «اگر تم میرا بیان نہیں دینا چاہتے تو نہ دو لیکن تمہیں وہ کارٹون تو اتارنا ہی پڑے گا۔»

«ہم کچھ نہیں کریں گے» وہ بولا۔ «اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہر بار وعدہ کرکے بچ نکلوگے چاہے اس پر عمل کرنے کی نیت بالکل نہ ہو تو تمہاری بڑی بھول ہے۔»

اس موقع پر ششکن بول پڑا:

«لیکن میں نے تو اس سے پہلے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ ہے نا؟ تم نے میرا بیان کیوں نہیں دیا؟»

«تمہارا بیان آئندہ پرچے میں نکلےگا۔»

«اور اس دوران میں میں دیوار پر لٹکا رہوں؟»

«اور کیا؟»

«مجھے کوئی پرواہ نہیں» ششکن نے کہا۔

لیکن میں اسے اس طرح نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ دوسرے گھنٹے کے بعد میں سیدھا ولودیا کے پاس پہونچا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔

«میں لڑکوں سے بات کروں گا اور کہوں گا کہ نیا پرچہ جلد از جلد نکالیں اور اس میں تمہارے بیان دیدیں» انہوں نے کہا۔ «نمبروں کے بارے میں ہم لوگ بہت جلدی ایک جلسہ کرنے والے ہیں اور تم لوگوں کے بیان بہت بروقت ثابت ہوں گے۔»

«لیکن کیا اس کارٹون کو ہٹاکر ابھی سے ہمارے بیان نہیں شامل کئے جا سکتے؟» میں نے پوچھا۔

«نہیں اس طرح تو ناممکن ہے» ولودیا نے کہا۔

«لیکن پچھلی مرتبہ ایسا کیوں کیا تھا؟»

«پچھلی مرتبہ انہیں خیال تھا کہ تم نے جو وعدہ کیا ہے کہ زیادہ محنت کروگے اس پر عمل بھی کروگے اس لئے انہوں نے تمہارے ساتھہ رعائت کی تھی۔ لیکن ہر بار تو دیواری اخبار کو پھاڑا نہیں جا سکتا۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ان دیواری اخباروں کی فائل رکھی جاتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلاس نے کیسا کام کیا اور طلباء نے کتنی ترقی کی۔ کون جانتا ہے کہ تم میں سے کتنے لوگ مشہور موجد یا جدید طریقے سے کام کرنےوالے مزدور یا ہوا باز یا سائنس‌داں بنیں اور کلاس کے دیواری اخبار کے فائل سے پتہ چلےگا کہ یہ لوگ اسکول میں کس طرح پڑھتے تھے۔»

یہ بات مجھے بالکل پسند نہیں آئی ۔ بات یہ ہے کہ میں نے بہت عرصے سے فیصلہ کر رکھا تھا کہ بڑا ہوکر مشہور ہواباز یا سیاح بنوں‌گا اور اب مجھے ایسا محسوس ہؤا جیسے کوئی طالب علم کلاس کے اخباروں کے فائل کو دیکھ‌کر کہہ رہا ہے: «دیکھتے ہو دوستو، جب یہ شخص اسکول میں تھا تو اسے نمبر ۲ ملا کرتا تھا!»

اس کے بعد میں نے ولودیا سے بحث نہیں کی لیکن جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس سے میرا دل ضرور کھٹا ہو گیا ۔میں جتنا اسکے بارے میں سوچتا اتنا ہی مجھے برا لگتا، لیکن تھوڑی مدت کے بعد مجھے خیال آیا کہ جس وقت تک میں بڑا ہوں‌گا ممکن ہے اخبار کہیں کھو جائیں اور لوگوں کو میرے بارے میں یہ بری بات معلوم ہی نہ ہو ۔ یہ سوچ‌کر مجھے کافی تسکین ہوئی ۔

پانچواں باب



وہ کارٹون دیوار پر پورے ایک ہفتے تک لٹکا رہا اور صرف جلسے سے ایک دن پہلے اسے اتارا گیا جب کہ دوسرا اخبار نکلا ۔ اس میں کوئی کارٹون نہیں تھا اور میرا اور ششکن کا بیان اس میں موجود تھا ۔ اخبار میں کچھ دوسری چیزیں بھی تھیں لیکن اب مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں ۔

ولودیا نے ہم سب سے کہا تھا کہ اس جلسہ کی تیاری کریں جس میں اس بات پر بحث ہوگی کہ ہر لڑکے نے کتنی ترقی کی ہے ۔ بڑے انٹرول میں پائنیر گروپ کے لیڈر یورا کساتکن نے ہم سب کو جمع کرکے ہماری ترقی کے بارے میں بات چیت کی ۔ بحث کرنے کی زیادہ گنجائش ہی نہ تھی ۔ ہر شخص نے یہی کہا کہ ششکن کو اور مجھے بہت جلد اچھے نمبر حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔

ظاہر ہے کہ ہم لوگوں نے بھی اس سے اتفاق کیا ۔ آخر ہمیں نمبر ۲ لینے میں مزہ تو آتا نہیں تھا ۔

دوسرے دن ہمارے درجے کا عام جلسہ ہوا ۔

اولگا نکولائیونا نے بتایا کہ مجموعی حیثیت سے درجہ کیسی ترقی کر رہا ہے، ہم لوگوں کو کیسے نمبر مل رہے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک کو کس مضمون میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہم

میں سے جنہیں نمبر ۲ ملا تھا ان سے سختی سے کہا گیا لیکن نمبر ۳ والے بھی بچے نہیں کیونکہ جنہیں ہمیشہ نمبر ۳ ملتا تھا ان کے بارے میں ہمیشہ یہ خطرہ رہتا تھا کہ ایک دن کہیں انہیں نمبر ۲ نہ ملنے لگے۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارے درجے میں ڈسپلن بہت خراب ہے، اور ہم لوگ پڑھنے کے دوران میں بات بہت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بتاتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد ہم لوگوں کو بولنے کا موقع دیا گیا۔ میں نے «ہم» کہا لیکن دراصل میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں کیونکہ رپورٹ کارڈ پر نمبر ۲ حاصل کرنے کے بعد کھڑے ہوکر اپنی نمائش کرنے کے معنی حماقت کے سوا اور کیا ہوتے۔ اس لئے میں خاموش رہا اور دوسروں کو بولنے دیا۔

پہلے گلب اسکامیکن بولا۔ اس نے کہا کہ ہر چیز کی ذمہ‌داری اس بات پر ہے کہ لڑکے ایک دوسرے کو بتاتے بہت ہیں۔ اس شخص کے ذہن پر تو «بتانا» ایک بھوت بن‌کر سوار ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر ہم سب بتانا چھوڑ دیں تو ڈسپلن بہتر ہو جائےگی اور کسی کو یہ امید نہ رہےگی کہ کوئی دوسرا لڑکا چپکے چپکے اسے جواب بتا دےگا، کیونکہ، اگر کسی نے جواب بتانے کی کوشش نہ کی تو جو لوگ دوسروں کے بتانے ہی پر بھروسہ کرتے ہیں وہ خود اپنے دماغ پر زور ڈال‌کر سوچنے کی کوشش کریں‌گے۔

«آج سے میں جان بوجھ‌کر غلط جواب چپکے چپکے بتاؤں‌گا۔ اس سے ان لوگوں کو سبق ملےگا کہ دوسروں کے بتانے پر بھروسہ نہ کیا کریں» اس نے کہا۔

«یہ تو کوئی دوستانہ بات نہ ہوئی» واسیا یروخن نے کہا۔

«تو تمہارا خیال ہے کہ چپکے چپکے بتانا دوستانہ بات ہے؟»

«نہیں، چپکے چپکے بتانا بھی دوستانہ بات نہیں ہے۔ ہمارے ساتھی جو کچھ نہ سمجھ پائیں اسے سمجھانا ہمارا فرض ہے لیکن چپکے چپکے بتانا تو صرف نقصان دہ ہے» واسیا نے کہا۔

«یہی بات تو ہم ایک مدت سے کہہ رہے ہیں لیکن بتانے والی حرکت اب بھی جاری ہے۔»

«بتانے والوں کا بھانڈا پھوڑا جائے تب ہی کام چلے گا۔»

«مگر انکا بھانڈا پھوڑا کس طرح جائے؟»

«ان کے متعلق اخبار میں لکھا جائے۔»

«بالکل ٹھیک ہے!» گلب بولا۔ «بتانے کے خلاف ہم مہم چلائیں گے۔»



اس کے بعد پہلے اور دوسرے پائنیر گروپ کے لڑکوں نے تقریریں کیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے کلاس کی عزت کے لئے جدوجہد کریں گے اور اچھے نمبر حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد اولگا نکولائیونا نے تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم

لوگ ٹھیک طریقے سے پڑھنا چاھتے ھو تو اپنے تمام کاموں کا ایک ٹائم ٹیبل بناؤ۔ تمہیں جلدی سونا اور جلدی اٹھنا چاھئے۔ صبح کو اٹھ‌کر سب سے پہلے کچھ ورزش کرنی چاھئے اور جتنا وقت ممکن ھو سکے تازہ ھوا میں گذارنا چاھئے۔ اسکول ختم ھونے کے فوراً بعد ھی سبق لےکر نہ بیٹھ جانا چاھئے۔ پہلے ایک یا دو گھنٹے آرام کر لینا چاھئے (یہی تو میں لیکا سے کہتا آ رھا ھوں)۔ لیکن اسکول میں دیا ھؤا کام دن ھی کے وقت ختم کر لینا چاھئے (ھمارا اسکول صرف آدھے دن کا ھوتا ھے) کیونکہ رات کو دیر تک پڑھنے سے نقصان ھوتا ھے، دماغ تھک جاتا ھے اور ٹھیک سے سوچا نہیں جا سکتا۔ جب کام شروع کرو تو سب سے مشکل سبق سے شروع کرو اور آسان کام بعد کے لئے اٹھا رکھو۔



سلاوا ودیرنیکوف نے کہا:

«اولگا نکولائیونا آپ کہتی ھیں کہ اسکول کے بعد ایک یا دو گھنٹے آرام کرنا چاھئے۔ لیکن آرام کس طرح کریں؟ میری مثال لیجئے۔ میں ایک جگہ خاموش بیٹھا رھوں اور کچھ نہ کروں یہ ناممکن ھے۔ خاموش بیٹھے بیٹھے مجھے الجھن ھونے لگتی ھے۔»

«آرام کرنے کے معنی یہ نہیں کہ ھاتھ پر ھاتھ رکھے بیٹھے رھو۔ تم ٹہلنے جا سکتے ھو یا کھیل سکتے ھو۔»

«کیا ھم لوگ فٹ‌بال کھیل سکتے ھیں؟» میں نے سوال کیا۔

«ضرور۔ فٹ‌بال کا کھیل دماغ کو آرام دینے کے

لئے بہت اچھا ہے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «لیکن دن بھر نہیں کھیلنا چاہئے۔ پڑھنے کے لئے دماغ کو ھلکا کرنے کے لئے ایک گھنٹے کا فٹ‌بال بہت اچھی چیز ہے۔»

«جلد ھی بارش شروع ہونے والی ہے» ششکن بولا۔ «فٹ‌بال کے میدان میں کیچڑ ھی کیچڑ ہوگا اور کھیلنے کی کوئی جگہ ھی نہ رہ جائے گی۔»

«کوئی پرواہ نہیں دوستو» ولودیا نے کہا۔ «اسکول میں بہت جلدی جمنازیم بن جائے گا اور جاڑے میں بھی ہم لوگ باسکٹ‌بال کھیل سکیں گے۔»

«باسکٹ‌بال!» ششکن خوشی سے چیخ پڑا۔ «ھرا! میں کپتان بنوں گا۔ ایک بار میں باسکٹ‌بال کی ٹیم کا کپتان رھا بھی تھا۔ سچ کہتا ہوں۔»

«لیکن پہلے ذرا اپنی روسی ٹھیک کر لو» ولودیا نے کہا۔

«روسی؟ ھاں، ھاں ضرور۔ بالکل ٹھیک کر لوں گا» ششکن نے کہا۔

اس طرح جلسہ ختم ہو گیا۔

«واہ واہ! کیا نمونہ پیش کیا ہے تم لوگوں نے! شرم آنی چاہئے تمہیں!» ولودیا نے کہا جب کہ دوسرے لوگ چلے گئے تھے اور صرف ہمارے گروپ والے رہ گئے تھے۔

«کیوں؟» ہم نے پوچھا۔

«تم لوگوں نے صرف یہ وعدہ کیا کہ نمبر ۲ لانا چھوڑ دوگے جبکہ دوسرے گروپ کے لڑکوں نے وعدہ کیا کہ نمبر ٤ سے کم ھرگز نہیں لیں گے۔»

«میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم لوگ کسی سے کم کہاں ہیں» لونیا استافیف نے کہا – «اگر وہ لوگ نمبر ٤ سے کم نہ لیں گے تو ہم کیوں نہیں نمبر ٤ لے سکتے؟»

«یہ کس نے کہا کہ وہ لوگ بہتر ہیں؟» وانیا پاخوموف نے کہا –

«سنو دوستو» واسیا یروخن بولا – «آؤ ہم سب بھی مل کر کوشش کریں – میں ایمانداری سے وعدہ کرتا ہوں کہ کم سے کم نمبر ٤ لینے کی کوشش کروں گا – »

اس بات کا مجھ پر بھی اثر ہؤا –

«بالکل ٹھیک کہتے ہو» میں نے کہا – «ہمارا گروپ دوسروں سے کسی حالت میں خراب نہیں ہے – اب میں پیچھے بالکل نہ رہوں گا – چاہے دیکھ لینا – ابھی تو میں نے ٹھیک سے کوشش شروع نہیں کی لیکن اب ضرور کر دوں گا – بس شروع کرنے کی دیر ہے – »

«ہاں اور کیا – شروع کرنے کی دیر ہے کہ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے» ششکن بولا –

«اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟» ولودیا نے اس سے پوچھا – «تم اچھے نمبر نہیں لینا چاہتے؟»

«میں نمبر ٤ کی کوشش نہیں کروں گا» ششکن بولا – «کم از کم سب مضمونوں میں بالکل نہیں – ہاں، روسی کے لئے وعدہ کرتا ہوں کہ نمبر ٣ حاصل کروں گا – »

«ذرا اسکی بات سنو!» یورا بولا – «اسکے سوا سارا درجہ زیادہ محنت کرنے اور اچھے نمبر حاصل کرنے کا وعدہ کر رہا ہے – کیا خوب آدمی ہو تم بھی!»

«میں ایسی بات کا وعدہ کس طرح کر لوں جو میں کر نہیں سکتا؟ ساری زندگی مجھے روسی میں نمبر ۳ سے زیادہ نہیں ملا اور نہ آئندہ مجھے امید ہے۔ اور ۳ میں خرابی کیا ہے؟»

«دیکھو ششکن» ولودیا بولا۔ «اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی۔ تم نے اس بیان پر دستخط نہیں کئے تھے جس میں وعدہ کیا تھا کہ ہر مضمون میں کم از کم ٤ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔»

«یہ وعدہ میں نے کب کیا تھا؟»

«وہ کیا ہے؟» ولودیا نے دیواری اخبار کی طرف اشارہ کیا جس میں ہمارے بیان شائع ہوئے تھے۔

«ہاں، وہ تو کیا تھا» ششکن بولا۔ «میں بھول گیا تھا۔»

«اچھا، تو اب کیا کہتے ہو؟»

«اب تو شائد بچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب تو وعدہ کرنا ہی پڑے گا» ششکن نے وعدہ کیا۔

«شاباش!» دوسرے لڑکے چلائے۔ «شاباش ششکن۔ تم نے ہماری عزت رکھ لی۔ اب ہم سب مل کر کلاس کی عزت کے لئے لڑیں گے۔»

لیکن ششکن خوش بالکل نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو اتنا پریشان تھا کہ راستے بھر اس نے مجھ سے بات ہی نہیں کی۔ وہ مجھ سے اس بات پر خفا تھا کہ اخبار میں وہ بیان میں نے اس سے لکھوایا تھا۔

چھٹا باب



ششکن کے بارے میں تو نہیں جانتا البتہ میں نے عہد کیا کہ اب فوراً ہی میں اپنی عادتیں بدل دوں گا ـ سب سے اہم چیز ٹائم ٹیبل تھا ـ میں نے فیصلہ کیا کہ جلدی سو جاؤں گا یعنی ۱۰ بجے کے قریب جیسا کہ اولگا نکولائیونا نے کہا تھا اور صبح جلدی اٹھوں گا اور اسکول جانے سے پہلے ایک بار پھر سبق پڑھه لوں گا ـ اسکول کے بعد فٹ‌بال کھیلوں گا مگر صرف ڈیڑھه گھنٹے تک اور پھر جب دماغ ہلکا ہو جائے گا تو اسکول کا کام کرنے کے لئے بیٹھه جاؤں گا ـ اسکے بعد جو دل چاہے گا کروں گا: چاہے دوسرے لڑکوں کے ساتھه کھیلوں، چاہے کتاب پڑھوں، یہاں تک کہ سونے کا وقت آ جائے ـ

میں نے بڑی خوبی کے ساتھه ہر چیز کا منصوبه بنا لیا اور اسکول کا کام کرنے سے پہلے فٹ‌بال کھیلنے چلا گیا ـ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ڈیڑھه گھنٹے یا حد سے حد دو گھنٹے سے زیادہ نہیں کھیلوں گا لیکن میدان میں قدم رکھتے ہی ہر چیز دماغ سے غائب ہو گئی اور جب اپنا عہد یاد آیا تو کافی دیر ہو چکی تھی ـ تو اس طرح جب پڑھنے بیٹھا تو بالکل اندھیرا چھا چکا تھا اور میرا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا تھا اور میں نے عہد کیا کہ کل اتنی دیر تک باہر نہیں رہوں گا ـ لیکن دوسرے دن پھر ویسا ہی ہوا ـ جتنی دیر کھیل ہوتا رہا میں اپنے آپ سے کہتا رہا: «بس، ایک گول اور، اور اسکے بعد

گھر چلا جاوں گا ۔» لیکن نہ جانے کیوں ہر گول کے بعد میں یہ کہتا کہ «اچھا اس گول کے بعد جاؤں گا ۔» اور یہ سلسلہ خاصی دیر تک چلتا رہا یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا ۔

اس بار تو مجھے اپنے اوپر بہت ہی غصہ آیا ۔ «اس طرح کام نہیں چلےگا، دوست!» میں نے اپنے آپ سے کہا اور میں سوچنے لگا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ میں اپنے عہد پر قائم نہیں رہ سکتا ہوں ۔ میں نے بہت دیر تک سوچا اور آخر میں اس نتیجے پر پہونچا کہ اصل خرابی یہ ہے کہ مجھہ میں قوت ارادی کی کمی ہے ۔ قوت ارادی تو ہے مگر اتنی کمزور ہے کہ میں وہ کام کبھی نہیں کر پاتا جو کرنا چاھئے اور جو نہ کرنا چاھئے وہ کرتا ہوں ۔ مثال کے طور پر اگر میں کوئی دلچسپ کتاب پڑھنا شروع کر دوں تو اسے ھاتھہ سے الگ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے ۔ حالانکہ اسکول کا کام کرنا ہوتا ہے یا سونے کا وقت ہو جاتا ہے لیکن میں ہوں کہ پڑھے چلا جا رہا ہوں ۔ ماں حکم دیں گی کہ سو جاؤ ۔ ابا کہیں گے کہ بجلی بجھانے کا وقت ہو گیا لیکن میں اس وقت تک نہیں سنتا جب تک وہ لوگ بجلی بجھا نہ دیں ۔ اور فٹ‌بال کے ساتھہ بھی یہی ہوتا تھا ۔ مجھہ میں اتنی قوت ارادی تھی ہی نہیں کہ کھیل روک دوں اور ساری مصیبت یہی تھی ۔

جب میں نے اپنے بارے میں یہ سب نتیجہ نکالا تو مجھے خود تعجب ہؤا ۔ میں ہمیشہ سمجھتا تھا کہ میں بڑے مضبوط کر دار کا لڑکا ہوں اور مجھہ میں قوت ارادی بھی کافی ہے ۔ لیکن معلوم یہ ہؤا کہ ششکن کی طرح میں بھی بہت کمزور کردار کا مالک ہوں ۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب سے قوت ارادی کو مضبوط کرنے کی کوشش کروں گا ۔ لوگ اپنے میں قوت ارادی کس طرح پیدا کرتے ہیں؟ اس طرح کہ وہ کام

کیا جائے جو کرنے کو جی نہ چاہے اور وہ کام نہ کیا جائے جو کرنے کو جی چاہے۔ مثلاً صبح اٹھ‌کر کچھ ورزش کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے اسے باقاعدگی کے ساتھ کیا کروں‌گا۔ جب فٹ‌بال کھیلنے کو جی چاہےگا تو گھر میں بیٹھوں‌گا اور جب کوئی دلچسپ کتاب پڑھنے کا جی چاہےگا تو کوئی اور کام کرنے لگوں‌گا۔ میں نے اس پر فوراً عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اتفاق کی بات کہ اس دن ماں نے چاء کے ساتھ کھانے کے لئے وہی کیک تیار کیا تھا جو مجھے بہت پسند تھا۔ بدقسمتی کی بات یہ دیکھئے کہ میرے حصے میں سب سے اچھا ٹکڑا یعنی بیچ کا حصہ آیا۔ لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ یہ کیک کھانے کی مجھ میں کتنی زبردست خواہش ہے تو میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میں نہیں کھاؤں‌گا۔ اس کے بجائے میں نے روکھی روٹی کا ایک ٹکڑا کھا لیا اور کیک وہیں طشتری میں رہنے دیا۔

«اپنا کیک کیوں نہیں کھاتے؟» ماں نے مجھ سے پوچھا۔

«میں پرسوں تک اسے نہیں کھاؤں‌گا۔ آج سے ٹھیک دو دن بعد چائے کے ساتھ اسے کھاؤں‌گا۔»

«اس وقت تک یہ بالکل باسی ہو جائےگا» ماں مسکرائیں۔ «بہتر ہے ابھی کھا لو۔»

«نہیں۔ میں اپنی قوت ارادی کو آزما رہا ہوں۔ اگر اسے دو دن تک نہیں کھایا تو اسکے معنی یہ ہوں‌گے کہ میرا کردار بہت مضبوط ہے۔»

«اور اگر کھا گئے تو؟» لیکا نے پوچھا۔

«پھر وہی بےوقوفی کا سوال! اگر کہا گیا تو اسکے معنی یہ ہیں کہ میرا کردار کمزور ہے۔»

«میں تو نہیں سمجھتی کہ تم اس وقت تک اپنے اوپر جبر کر سکوگے» لیکا بولی۔

«اچھا دیکھہ لینا۔»

صبح اٹھہ‌کر میں نے کچھہ ورزش کی حالانکہ جی بالکل نہیں چاہ رہا تھا۔ اسکے بعد جاکر اپنے اوپر خوب ٹھنڈا پانی ڈالا جو مجھے کبھی اچھا نہیں لگتا۔ اسکے بعد میں نے ناشتہ کیا اور اسکول چلا گیا۔ میرے کیک کا ٹکڑا اب تک میری طشتری کے پاس میز پر رکھا ہؤا تھا۔ جب گھر واپس آیا تو اس وقت بھی کیک وہیں رکھا ہؤا تھا لیکن ماں نے اس پر شکر کے ڈبے کا ڈھکنا ڈھک دیا تھا کہ خراب نہ ہونے پائے۔ میں نے ڈھکنا اٹھایا لیکن وہ ابھی تک خراب نہیں ہؤا تھا۔ بے تحاشہ جی چاہ رہا تھا کہ اٹھاکر منہہ میں رکھہ لوں لیکن میں نے اپنی خواھش کو دبا لیا۔

میں نے فیصلہ کیا کہ آج فٹ‌بال نہیں کھیلوں‌گا۔ صرف ایک آدھہ گھنٹے آرام کروں‌گا اور اس کے بعد اسکول کا کام کروں‌گا۔ جب کھانا کھا چکا تو آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ لیکن لوگ آرام کس طرح کرتے ھیں؟ بیٹھے بیٹھے کوئی انگوٹھا تو چوس نہیں سکتا۔ ٹھیک سے آرام کرنے کے لئے یا تو کھیلنا چاھئے یا کوئی اور دلچسپ کام کرنا چاھئے۔ «لیکن میں کروں کیا؟» میں سوچنے لگا۔ «کون سا کھیل کھیلوں؟» پھر میرے دماغ میں ایک بات آئی: «تھوڑی دیر کے لئے فٹ‌بال کیوں نہ کھیل آوں۔»

اس سے پہلے کہ کچھہ اور سوچ سکوں میں قدم بڑھاتا ہؤا باہر چلا جا رہا تھا ۔ اور کیک کا ٹکڑا وہیں میز پر رکھا ہؤا تھا ۔

سڑک پر پہونچ کر میں نے اپنے آپ کو روکا ۔ «ذرا ٹھہرو! یہ آخر کر کیا رہے ہو؟ فٹ بال کھیلنا چاہتے ہو ۔ کیوں ہے نا؟ لیکن یہی تو تمہیں نہیں کرنا چاہئیے ۔ کیا، اسی طرح قوت ارادی پیدا کی جاتی ہے؟» میں اسی وقت واپس ہونے والا تھا مگر پھر میں نے سوچا «ذرا چل کر دوسروں کو کھیلے ہی دیکھا جائے ۔ میں خود نہ کھیلوں گا ۔»

میدان میں پہونچا تو کھیل خوب زور شور سے ہو رہا تھا ۔ ششکن مجھے دیکھتے ہی چیخا :

«کھڑے کھڑے دیکھہ کیا رہے ہو! وہ لوگ دس گول کر چکے ہیں! آکر ہماری مدد کرو!»

اس سے پہلے کہ کچھہ اور سوچ سکوں میں میدان میں گیند لئے بھاگ رہا تھا ۔

جب گھر پہونچا تو ظاہر ہے دیر ہو چکی تھی ۔

«میں بھی کتنے کمزور کردار کا انسان ہوں!» میں نے دل ہی دل میں سوچا ۔ «کس اچھی طرح آج کا دن شروع کیا تھا لیکن اس کم بخت کھیل نے ہر چیز خراب کر دی!»

گھر پہونچا تو کیک اب تک طشتری میں رکھا ہؤا تھا ۔ میں نے اسے اٹھاکر کھا لیا ۔

«اب کیا فرق پڑتا ہے» میں نے سوچا ۔ «قوت ارادی تو بہر حال ہے ہی نہیں ۔»

لیکا اندر آ گئی اور جب اسنے خالی طشتری دیکھی تو بولی :

«ضبط نہ کر سکے آخر؟»

میں نے ایسا ظاہر کیا گویا اسکی بات سمجھا ہی نہیں۔

«اپنا کیک کھا گئے؟»

«کھا گیا تو ہؤا کیا۔ اپنا ہی ٹکڑا تو کھایا تمہارا تو نہیں تھا۔»

«اتنا خفا کیوں ہو رہے ہو؟ میں کچھہ کہہ تھوڑا ہی رہی ہوں۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ تم نے کافی ضبط کیا۔ تمہارا کردار کافی مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ میں تو یہ کبھی نہ کر سکتی تھی۔»

«تم ایسا کس طرح سمجھتی ہو؟»

«میں جانتی ہوں کہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اور اگر تم تھوڑی دیر اور وہیں رکھا رہنے دیتے تو میں خود ہی کھا جاتی۔»

«تو تمہارا خیال ہے کہ میں مضبوط کردار کا آدمی ہوں؟»

«یقیناً ہو۔»

اس کے بعد مجھے ذرا اطمینان ہؤا اور میں نے فیصلہ کیا کہ کل صبح سے نئے سرے سے سب کچھہ شروع کروں‌گا حالانکہ آج کا دن کافی ناکامی سے گذرا۔ اگر موسم اچھا رہتا تو معلوم نہیں میں کامیاب بھی ہوتا یا نہیں لیکن میری خوش قسمتی سے اس دن پانی برستا رہا اور جیسا کہ ششکن نے پیشین‌گوئی کی تھی فٹ‌بال کے سارے میدان میں کیچڑ ہی کیچڑ ہو رہا تھا اور اس لئے کھیل ملتوی ہو گیا۔ چونکہ کوئی بھی نہیں کھیل رہا تھا اس لئے میرا بھی کھیلنے کو جی نہ چاہا۔ انسان بھی کیا عجیب مخلوق ہے! گھر پر بیٹھے بیٹھے سوچو کہ دوسرے لوگ کھیل رہے ہوں‌گے تو اپنے اوپر رحم آنے لگتا ہے۔ مجھہ بیچارے کو دیکھو، تن تنہا پڑا ہؤا ہوں اور دوسرے لوگ خوب

مزے میں کھیل رہے ہیں! لیکن اگر گھر پر ہو اور یہ معلوم ہو کہ دوسرے بھی گھروں پر ہوں گے اور کوئی بھی نہیں کھیل رہا ہے تو ذرہ برابر بھی افسوس نہیں ہوتا۔

اس دن بالکل یہی ہؤا۔ باہر پھوار پڑ رہی تھی جیسی کہ خزاں میں پڑتی ہے اور میں گھر پر آرام سے بیٹھا اسکول کا کام کرتا رہا۔ جب تک حساب کا نمبر نہیں آیا سب کام اطمینان سے ہوتے رہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ حساب کے بارے میں درد سر مول لینے سے کیا فائدہ۔ کیوں نہ کسی لڑکے کے پاس جاکر اس سے مدد کرنے کے لئے کہا جائے۔

میں فوراً آلک سوروکن کے گھر پہونچا۔ ہمارے گروپ میں سب سے اچھا حساب اسی کا ہے۔ اسے ہمیشہ نمبر ۵ ملتا ہے۔

وہ اکیلا بیٹھا شطرنج کھیل رہا تھا۔

«بڑی خوشی ہوئی کہ تم آ گئے» وہ بولا۔ «ہم دونوں شطرنج کی ایک بازی کھیل لیں۔»

«میں شطرنج کھیلنے نہیں آیا ہوں» میں نے کہا۔ «میں چاہتا ہوں کہ حساب میں تم میری مدد کر دو۔»

«حساب؟ ضرور مدد کروں گا۔ لیکن حساب تو بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔ چٹکی بجاتے تمہیں سمجھا دوں گا۔ پہلے ایک بازی ہو جائے۔ شطرنج کھیلنے سے تمہیں کافی فائدہ ہوگا۔ شطرنج سے حساب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔»

«ھشت!» میں نے کہا۔

«میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں حساب میں اتنا تیز کیوں ہوں؟ اسلئے کہ شطرنج کھیلتا ہوں۔»



«اچھا تو پھر ہو جائے» میں نے کہا ۔

ہم نے مہرے جمائے اور کھیلنا شروع کیا ۔ لیکن تھوڑی ھی دیر میں مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں اس کے ساتھ کبھی نہ کھیل سکوں گا ۔ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے ھے جو کھیلتے کھیلتے جوش میں آ جاتے ھیں اور جب بھی میں نے کوئی غلط چال چلی تو اسے غصہ آ گیا اور مجھ پر چیخنے لگا :

«یہ آخر تم کر کیا رہے ہو؟ اسی طرح کھیلا جاتا ھے؟ کیا چال چلی ھے!»

«کیوں اس میں غلطی کیا ھے؟» میں نے پوچھا ۔

«کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ میں تمہارا مہرہ پیٹتا ہوں ۔»

«تو پیٹ لو نا بھائی، مگر چیخو مت!»

«اتنا غلط کھیل کھیلو اور میں چیخوں نہ!»

«تو تمہیں کیوں تکلیف ہوتی ھے؟» میں نے کہا ۔ «تم جلدی جیت جاؤ گے ۔»

«اچھے کھلاڑیوں کے ساتھہ جیتنے میں مزا آتا ھے تم ایسے بدھوؤں کے ساتھہ نہیں ـ»

«تو میں بدھو ھوں، کیوں؟»

«خیر اگر بدھو نہیں تو کھلاڑی تو خراب ھو ـ»

جب تک جیت نہیں گیا اسی طرح وہ میری توھین کرتا رھا اور اس کے بعد بولا:

«اچھا تو ایک بازی اور ھو جائے ـ»

لیکن میں بالکل تنگ آ چکا تھا ـ جیت کر اسے نیچا دکھانے کے لئے میں بہت کچھہ دے سکتا تھا ـ

«کھیل تو سکتا ھوں» میں نے کہا ـ «لیکن شرط یہ ھے کہ تم چلاؤ مت کیونکہ اگر تم نے چیخنا شروع کیا تو میں کھیل چھوڑ کر گھر چلا جاؤں گا ـ»

تو ھم لوگوں نے دوسری بازی شروع کی ـ اس بار وہ چلایا نہیں لیکن چونکہ وہ بک بک کئے بغیر کھیل ھی نہ سکتا تھا اس لئے کھیل کے دوران میں میرا مذاق اڑاتا رھا ـ



کبھی چڑھانے کے لئے کہتا: «اچھا تو یہ بات ہے۔ اچھا تو اس طرح ہم لوگ کھیل رہے ہیں۔ ہوں، ہوں۔ اس بار کیا چال چلی ہے۔ خیر! خیر!»

میری تو طبیعت پریشان ہو گئی۔

وہ بازی بھی میں ہار گیا اور اس کے بعد نہ جانے کتنی بازیاں اور ہارا۔

اس کے بعد ہم حساب لیکر بیٹھے۔ لیکن یہاں بھی اسکی بدمزاجی ظاہر ہو گئی۔ بغیر غصہ ہوئے وہ ایک چیز بھی نہ سمجھا سکتا تھا۔

«لیکن یہ تو بہت ہی آسان ہے! بھائی یہ تو ایک دودھ پیتا بچہ بھی سمجھہ سکتا ہے! اس میں مشکل کیا ہے؟ مجھے تو تم پر تعجب ہوتا ہے۔ ذرا دیکھو کہ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ جوڑا کب جاتا ہے اور گھٹایا کب جاتا ہے! یہ تو ہم تیسرے درجے میں سیکھہ چکے ہیں۔ تم تو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے ابھی چاند میں سے ٹپکے ہو یا نہ جانے کس دنیا سے آئے ہو۔»

میں نے کہا «سنو! اگر ہنگامہ کئے بغیر تم ٹھیک طریقے سے نہیں سمجھا سکتے تو میں کسی اور کے پاس چلا جاؤں۔»

«میں تو ٹھیک سے سمجھا رہا ہوں لیکن تم بالکل سمجھتے ہی نہیں!»

«تم بالکل سمجھاتے ہی نہیں! صرف اپنی ہوشیاری دکھا رہے ہو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں چاند کا کون سا تذکرہ تھا!»

«اچھا خفا مت ہو، میں اور آسان کرکے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔»

لیکن فائدہ کچھہ نہیں ھؤا ـ ساری سہ پہر اسی کے ساتھہ رہا لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ھؤا ـ اور سب سے خراب بات یہ ھوئی کہ میں اسے ایک بار بھی شطرنج میں نہ ھرا سکا ـ اگر وہ بد دماغ نہ ھوتا تو کوئی بات نہ تھی ـ لیکن اب تو اسے ھرانا ضروری ھو گیا تھا اور اس لئے اس دن سے میں ھر روز حساب میں مدد لینے کے لئے اسکے پاس جایا کرتا اور ھم دونوں گھنٹوں شطرنج کھیلا کرتے تھے ـ

آھستہ آھستہ مجھے کھیلنا آ گیا اور کبھی کبھی تو ایک آدھہ بازی میں جیت بھی گیا ـ یہ صحیح میں ھے کہ اکثر و بیشتر میں نہیں جیتتا تھا لیکن جب کبھی جیت جاتا تھا تو میں بے انتہا خوش ھوتا ـ سب سے بڑھہ کر تو اس لئے کہ جب آلک یہ محسوس کر لیتا کہ وہ ھار رھا ھے تو بک بک کرنا بند کر دیتا اور دوسرے یہ کہ وہ گھبرا اٹھتا تھا ـ کبھی اچھل کر کھڑا ھو جاتا اور پھر بیٹھہ جاتا اور اپنا سر پکڑ لیتا ـ اسے دیکھہ کر ھنسی آتی ـ میں جب ھارتا ھوں تو بھی پریشان نہیں ھوتا لیکن اپنے ساتھی کو ھارتا دیکھہ کر بھی مجھے زیادہ خوشی نہیں ھوتی ـ لیکن آلک کا معاملہ الگ ھے ـ جب وہ جیتتا ھے تو خوشی چھپا نہیں سکتا اور جب ھارتا ھے تو اپنے بال نوچنے لگتا ھے ـ

اچھی طرح سے شطرنج کھیلنے کا شوق اتنا بڑھا کہ میں نے اپنے ساتھہ لیکا کو کھلانا شروع کیا اور جب کبھی ابا کو فرصت ھوتی تو میں ان کے ساتھہ بھی کھیلتا ـ ایک دن ابا نے مجھہ سے کہا کہ کچھہ عرصے پہلے انھوں نے شطرنج کے متعلق ایک کتاب خریدی تھی ـ اگر مجھے اچھی طرح شطرنج کھیلنے کا شوق ھے تو اسے ضرور پڑھوں ـ میں نے کتاب کی تلاش میں کونہ کونہ چھان مارا اور آخرکار وہ بہت

سی پرانی کتابوں کے درمیان ملی۔ پہلے تو میں سمجھا کہ میں اس میں سے کچھہ بھی نہ سمجھہ پاؤں‌گا لیکن جب پڑھنا شروع کیا تو معلوم هؤا کہ وہ اس طرح لکھی گئی ھے کہ ھر شخص سمجھہ سکتا ھے۔ اس میں لکھا تھا کہ جنگ کی طرح شطرنج میں بھی یہ ضروری ھے کہ جہاں تک ممکن ھو سکے کوشش کر کے پیش قدمی کرو، اپنے مہرے آگے بڑھاؤ اور اپنے مخالف کی صفوں کو توڑکر اس کے بادشاہ پر حملہ کرو۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ کھیل شروع کس طرح کیا جائے، کس طرح حملہ کرنے کی تیاری کی جائے، کس طرح اپنے آپ کو بچایا جائے اور اسی قسم کی دوسری اھم باتیں۔

چند دنوں تک میں اسے پڑھتا رھا اور جب دوسری بار میں آلک کے یہاں گیا تو کئی بازیاں جیت گیا۔ آلک کو اتنا تعجب هؤا کہ پہلے تو اس سے کچھہ کہتے ھی نہ بن پڑا۔ اس کی سمجھہ ھی میں نہ آیا کہ هؤا کیا۔ اب معاملہ بالکل الٹا ھو گیا تھا۔ تھوڑے ھی عرصے کے اندر میں اتنی اچھی طرح شطرنج کھیلنے لگا کہ آلک اتفاق سے بھی کوئی بازی نہیں جیت سکتا تھا۔

ھم اتنی بازیاں کھیلتے تھے کہ حساب کے لئے وقت ھی نہ ملتا تھا اور آلک جلدی میں سمجھاتا تھا جس کی وجہ سے چیزیں اور بھی زیادہ الجھہ جاتی تھیں۔ میں نے شطرنج کھیلنا تو سیکھہ لیا تھا لیکن یہ تو کہیں نہیں نظر آیا کہ اس سے مجھے حساب میں بھی مدد ملی ھو کیونکہ اس میں اب تک میں بہت کمزور تھا۔ اس لئے میں نے طے کیا کہ شطرنج کھیلنا بالکل چھوڑ دیا جائے۔ اب اس سے تھک بھی چکا تھا۔ اور اس کے علاوہ آلک کے ساتھہ کھیلنے میں مزہ بھی نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں نے ایک دن اس سے کہہ دیا کہ اب میں شطرنج نہیں کھیلا کروں گا۔

«کیا!» وہ بولا ـ «شطرنج نہ کھیلا کروگے! تمہارے اندر شطرنج کھیلنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے ـ پاگل ہو گئے ہو کیا! اگر تم کھیلتے رہے تو بہت اچھے شاطر بن سکتے ہو!»

«کیا حماقت کی بات ہے» میں نے کہا ـ «یہ سب کچھ میں نے ایک کتاب میں سے سیکھا تھا!»

«کون سی کتاب؟»

«شطرنج کے بارے میں ایک کتاب ہے ـ اگر تمہیں دلچسپی ہو تو میں تمہیں پڑھنے کے لئے دیدوں ـ تم پڑھ لو تو تھوڑے ہی دنوں میں میری طرح کھیلنے لگوگے ـ»

آلک کتاب کے لئے اتنا بیتاب تھا کہ سیدھا میرے ساتھ مکان چلا آیا ـ اسنے کتاب لی اور پڑھنے کے لئے فوراً اپنے گھر چلا گیا ـ جہاں تک میرا تعلق تھا میں نے طے کر لیا کہ جب تک حساب نہ سیکھ لوں گا اس وقت تک شطرنج نہیں کھیلوں گا ـ

ساتواں باب



ہمارے پائنیر لیڈر ولودیا نے کہا کہ اسکول کا ایک کنسرٹ* ہونا چاہئے۔ کچھ لڑکوں نے وعدہ کیا کہ وہ نظمیں پڑھیں گے۔ چند دوسرے لڑکوں نے فیصلہ کیا کہ جمناسٹک کا مظاہرہ کریں گے جس کا خاتمہ اہرام بناکر ہوگا۔ گریشا واسیلیف نے کہا کہ وہ بیلالائکا پر چند منتخب نغمے پیش کرے گا، اور پاولک کوزلووسکی نے کہا کہ وہ ہوپک ناچ ناچے گا۔ لیکن سب سے بہتر تجویز وانیا پاخوموف اور ایگور گراچیف نے پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ پشکن کی نظم «رسلان اور لدمیلا» کا ایک سین اسٹیج پر پیش کریں۔ وہ سین جس میں رسلان دیو کے سر سے لڑتا ہے۔ نظم کا یہ حصہ «ہماری روسی» نام کی کتاب میں تھا اور ہم لوگوں نے حال ہی میں پڑھا تھا۔ ایگور گراچیف نے کہا کہ وہ آدمخور دیو کا سر پرتدار لکڑی سے تیار کرکے اس پر ایسا رنگ پھیرے گا کہ وہ انتہائی ہیبت ناک معلوم ہونے لگے۔ اسکے بعد وہ اسکے پیچھے چھپ کر اشعار پڑھے گا۔ وانیا رسلان کا پارٹ کرے گا۔ وہ لکڑی کی ایک برچھی بنا لے گا جس سے دیو کے سر کے ساتھ لڑے گا۔

---

* کنسرٹ: کھیل تماشوں اور گانے وغیرہ کا ایک ملا جلا پروگرام جس میں رنگا رنگ چیزیں ہوتی ہیں۔ مترجم

ششکن بھی کنسرٹ کے لئے کچھه نه کچھه کرنے کے لئے بیتاب تھا اور وہ مجھے پکڑکر اولگا نکولائیونا کے پاس لے گیا اور ان سے کہا که همیں بھی کنسرٹ میں حصه لینے دیجئے۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

انہوں نے کہا:

«جب تک تم اچھے نمبر حاصل نہیں کروگے، کنسرٹ میں حصه نہیں لے سکتے۔»

سارے لڑکوں نے اپنا پارٹ یاد کرنا اور اسٹیج پر اسکا رهرسل کرنا شروع کر دیا اور ششکن اور میں هال میں کھڑے رشک سے ان لوگوں کو دیکھا کئے۔ ایگور نے آدم خور دیو کا سر تیار کرنے کے لئے پلائی وڈ کا پورا ایک تخته خرچ کر ڈالا۔ اس نے نیچے کا جبڑا الگ سے بنایا اور اسے اس طرح ٹانک دیا که منهه کھل سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے اسے رنگا اور آنکھیں اس طرح بنائیں جیسے خوفناک طریقے سے باهر نکلی پڑ رهی هوں۔ جب وہ اسکے پیچھے چھپ کر اشعار پڑھتا اور جبڑا اوپر نیچے هلتا تو سچ مچ ایسا لگتا تھا که سر جان دار هے۔ اور وانیا رسلان کی ایکٹنگ کرکے جب اپنی برچھی اٹھاکر سر پر حمله کرتا اور سر اس پر پھنکارتا تو وہ پیچھے اس طرح هٹتا جیسے هوا کے تیز جھونکے (دیو کی پھنکار) نے اسے پیچھے دھکیل دیا هو۔ اسے دیکھکر بڑا هی لطف آتا تھا۔

ایک دن ششکن کو ایک بہت دلچسپ چیز سوجھی۔

«میں نے کل رات کو «رسلان اور لدمیلا» کو پھر سے پڑھا» اس نے مجھه سے کہا۔ «اور اس میں لکھا هے که رسلان ایک گھوڑے پر سوار تھا لیکن همارے یہاں تو وہ پیدل هی چلتا هے۔»

«پیدل تو چلتا ہی ہے ورنہ گھوڑا کہاں سے لائے؟» میں نے کہا ۔ «اور اگر مل بھی جائے تو اسے اسٹیج پر کس طرح لے جائے گا ۔»

«میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے» وہ بولا ۔ «تم اور میں مل کر گھوڑا بن سکتے ہیں ۔»

«بھلا وہ کیسے؟»

«میرے پاس گھر پر ایک رسالہ ہے ۔ «کھیل اور مذاق» اور اس میں لکھا ہے کہ دو لڑکے مل کر اسٹیج پر گھوڑا کس طرح بن سکتے ہیں ۔ ایک بڑے سے کپڑے پر گھوڑے کی تصویر بناؤ ۔ پورے گھوڑے کی جس میں سر بھی ہو اور دم بھی اور پیر بھی، غرض ہر چیز ہو۔ پھر اسے سی دو تو ایک طرح کی گھوڑے کی کھال تیار ہو جائے گی ۔ سمجھے؟ پھر میں اس کھال کے اندر آگے کی طرف جاکر گھوڑے کے سر میں اپنا سر ڈال دوں گا اور تم پیچھے کی طرف گھس جاؤ اور جھک کر میری کمر پکڑ لو اس طرح ہماری پیٹھ گھوڑے کی پیٹھ ہو جائے گی ۔ سمجھے؟ گھوڑے کے چار پاؤں ہوتے ہیں اور ہم دونوں کے ملاکر بھی چار ہو جائیں گے ۔ تمہیں بھی وہی کرنا ہوگا جو میں کروں گا اور بس گھوڑا تیار!»

«لیکن کھال کیسے تیار کی جائے گی؟» میں نے کہا ۔ «اگر ہم لڑکیاں ہوتے تو شائد سی بھی لیتے ۔ ساری لڑکیوں کو سینا پرونا آتا ہے ۔ انہیں تو اسکول میں سکھایا جاتا ہے ۔»

«اپنی بہن لیکا سے کہہ سکتے ہو کہ وہ مدد کر دے ۔»

میں نے ساری باتیں لیکا کو بتا دیں اور اس سے پوچھا کہ وہ ہماری مدد کرے گی یا نہیں ۔

6*



«ضرور کروں گی» وہ بولی۔ «لیکن تمہیں کپڑا لاکر دینا ہوگا۔»

اس بےڈھب مسئلے نے ہم لوگوں کو چکرا دیا لیکن تھوڑی دیر بعد شِشکن نے کہیں سے ایک پرانا کپڑے کا گدا ڈھونڈھ نکالا جو کسی نے اوپر کی کوٹھڑی میں ڈال دیا تھا۔ ہم نے اسے جھاڑ کر لیکا کے حوالے کیا۔ لیکا نے اسے دیکھا اور کہا کہ اس سے کام چل جائےگا۔ اس نے اسے کھول ڈالا اور اس طرح کپڑے کے دو بڑے بڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک کو دوسرے پر رکھ‌کر اس نے ہم

سے کہا کہ اوپر کے ٹکڑے پر گھوڑے کی تصویر بناؤ۔ ہم نے ایک چاک کے ٹکڑے سے ایک بہت بڑا سا گھوڑا بنایا، اس کا سر بھی بنایا اور ٹانگیں بھی غرض کہ ہر چیز بنائی۔ لیکا نے اسے قینچی سے کاٹا اور پھر کپڑے کے دونوں گھوڑوں کو ملاکر سر سے پیر تک سی دیا۔ کوستیا اور میں سوئیاں لے آئے اور سینے میں ہم نے اسکی مدد کی۔ ٹانگیں سینے میں سب سے زیادہ دقت ہوئی کیونکہ ان دونوں میں دو دو سیونیں تھیں۔ کوستیا نے اور میں نے کئی بار انگلیوں میں سوئی بھونک لی۔ آخرکار گھوڑا بن‌کر تیار ہو گیا۔ دوسرے دن ہم بھوسا اور تھوڑا سا سن لے آئے اور پھر اپنا گھوڑا درست کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے سر میں تو بھوسا بھر دیا تاکہ ٹھیک سے تنا رہے اور سن سے ہم لوگوں نے دم اور ایال تیار کیا۔ جب سب تیار ہو گیا تو کوستیا اور میں اس چھید سے اندر گھس گئے جو اس کے پیٹ میں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا اور چلنے کی کوشش کی۔ لیکا ہمیں دیکھ‌کر ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی۔ اسے ہمارا گھوڑا بہت پسند آیا البتہ اسنے کہا کہ وہ ذرا دبلا معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم لوگوں کو کچھ چیتھڑے وغیرہ جمع کرنے چاهئیں اور جو جگهیں ڈھیلی ہیں وہاں انہیں ٹھونس دینا چاهئے۔ لیکا نے کہا کہ اگر اس پر اچھی طرح رنگ کیا گیا تو کوئی یہ نہ کہہ سکےگا کہ وہ کپڑے کا بنا ہؤا ہے۔ جس وقت لیکا گھوڑے کے اندر کترنیں بھر رہی تھی تو ششکن گھر جاکر لکڑی کے فرش پر کرنے والا روغن اٹھا لایا اور ہم نے کپڑا اس میں رنگ لیا اور اس طرح ہمارا گھوڑا بہت عمدہ بھورے رنگ کا نکل آیا۔ اسکے بعد ہم نے آنکھیں، نتھنے، منھہ اور کھر رنگ دئے۔ لیکا نے کہا کہ کان بھی بنا دو کیونکہ بغیر کان کے سر کچھہ عجیب سا معلوم ہو رہا تھا۔

اسکے بعد ہم لوگ پھر اندر گھس گئے۔ کوستیا بالکل گھوڑے کی طرح ہنہنایا اور لیکا تالیاں بجاکر اتنا ہنسی کہ میں سمجھا کہ اسکا پیٹ پھٹ جائے گا۔

«ارے یہ تو بالکل سچ مچ کے گھوڑے کی طرح ہے!» وہ چلائی۔

ہم لوگوں نے کمرے میں چلنے اور کچھہ اچھل کود کرنے کی کوشش کی۔ لگا یقیناً اچھا ہوگا کیونکہ لیکا مسلسل ہنسے چلے جا رہی تھی۔ اسی وقت ماں آ گئیں اور جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو وہ بھی ہنسنے لگیں اور جب ابا کام سے گھر واپس آئے تو وہ بھی خوب ہنسے۔

انہوں نے ہم سے پوچھا کہ یہ بنایا کیوں ہے اور ہم نے ان سے اپنے اسکول کے کنسرٹ کے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ کوستیا اور میں گھوڑے کا پارٹ کریں گے۔

«کنسرٹ؟ بہت خوب» ابا بولا۔ «لڑکوں کو کار آمد بننے کی تعلیم دینے کے لئے اس قسم کے کنسرٹ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ جب تمہارا کنسرٹ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں ضرور آؤں گا۔»

اسکے بعد ہم اپنا گھوڑا ششکن کی ماں اور خالہ کو دکھانے اسکے مکان چلے گئے۔

«اگر ابا کنسرٹ دیکھنے آئے اور ان لوگوں نے ہمیں حصہ نہ لینے دیا تو کیا ہوگا؟» میں نے کہا۔

«ہم لوگ کسی سے کچھہ نہ کہیں گے» ششکن نے کہا۔ «ہم لوگ جلدی چلیں گے اور اسٹیج کے پیچھے چھپ جائیں گے اور جب وانیا پاخوموف اسٹیج پر جانے لگے تو ہم اس سے کہیں گے کہ تمہارے لئے گھوڑا تیار ہے۔»

«بالکل ٹھیک ہے! یہی کریں گے!»

کوستیا نے اور میں نے اس بےچینی سے کنسرٹ کا انتظار کرنا شروع کیا کہ اپنے سبق بھی ٹھیک سے یاد نہیں کئے۔ ہر روز ہم گھوڑے کی کھال میں گھس جاتے اور مشق کے طور پر تھوڑا بہت چلتے۔ لیکا تھوڑے بہت کپڑے ادھر ادھر ٹھونستی رہی یہاں تک کہ ہمارا گھوڑا چست و چالاک نظر آنے لگا۔ پہلے کان کچھ ڈھیلے ڈھالے تھے لیکن کوستیا نے ایک ترکیب سوچی کہ اندر سے ان میں تار باندھ دئے جائیں تاکہ کان کھڑے ہو سکیں۔ اس نے کانوں میں ڈوریاں بھی باندھ دیں تاکہ سچ مچ گھوڑے کی طرح کان بار بار کھڑے ہو سکیں۔

آخرکار وہ دن بھی آ پہونچا جس کا انتظار تھا۔

ہم کھال کو چھپاکر اسکول لے گئے اور اسے اسٹیج کے پیچھے چھپا دیا۔ اسکے بعد ہم نے وانیا پاخوموف کو تلاش کیا اور کوستیا اسے ایک طرف لے گیا۔

«سنو، وانیا» وہ بولا۔ «دیو کے سر سے لڑنے کے لئے اسٹیج پر جانے سے پہلے ذرا اسٹیج کے پیچھے آ جانا۔ وہاں تمہیں ایک گھوڑا کھڑا ہؤا ملےگا۔ تم اس پر سوار ہوکر اسٹیج پر چلے جانا جیسا کہ کتاب میں لکھا ہے۔»

«گھوڑا؟ کیسا گھوڑا؟»

«تم فکر مت کرو۔ بہت اچھا گھوڑا ہے۔ بس تم اس پر بیٹھ جانا اور اس کے بعد وہ خود سب کچھ کرےگا۔»

«یہ تو مشکل ہے» وانیا نے اپنا شبہ ظاہر کیا۔ «ہم نے گھوڑے کے ساتھ ریہرسل نہیں کیا ہے۔»

«تم بھی نرے گدھے ہو!» ششکن بولا۔ «گھوڑے کے ساتھ اور

بھی زیادہ اچھا معلوم ہوگا ـ نظم میں کہا گیا ہے کہ رسلان گھوڑے پر بیٹھا ہؤا ہے ـ ہے کہ نہیں؟ یاد نہیں کہ اس میں لکھا ہے: «میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہؤا، ہوا کی مانند آ پہونچا...» سرپٹ کس کو دوڑایا ہوگا اگر وہ گھوڑے پر سوار نہیں تھا؟ اسکے علاوہ ہماری کتاب میں جو تصویر ہے اس میں بھی دکھایا گیا ہے کہ رسلان گھوڑے پر بیٹھا ہؤا ہے ـ»

«اچھی بات ہے» وانیا بولا ـ «بغیر گھوڑے کا بہادر بننا مجھے بھی کچھ اچھا نہیں لگتا تھا ـ»

«لیکن کسی سے اسکا ذکر نہ کرنا ورنہ سارا کھیل خراب ہو جائےگا» کوستیا نے خبردار کیا ـ

«اچھی بات ہے کسی سے نہ کہوں‌گا ـ»

اور جب تماش بین آنا شروع ہوئے تو کوستیا اور میں چپکے سے اسٹیج کے پیچھے پہونچ گئے، کھال کو تیار کیا اور کھیل شروع ہونے کا انتظار کرنے لگے ـ لڑکے سینری کو آخری بار ٹھیک کرنے کے لئے ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے ـ آخرکار گھنٹی بجی اور کنسرٹ شروع ہو گیا ـ جہاں ہم کھڑے تھے وہاں سے اسٹیج بہت اچھی طرح نظر آ رہا تھا ـ ہم نے ساری نظمیں سنیں اور جمناسٹک کے کرتب دیکھے ـ مجھے تو جمناسٹک کے کرتب خاص طور پر پسند آئے ـ لڑکوں نے کرتب بہت عمدگی سے کئے اور موسیقی کی دھن کا پورا پورا ساتھ دیا ـ دو ہفتے کی ٹریننگ ضائع نہیں ہوئی ـ

اس کے بعد پردہ گرا اور اسٹیج ٹھیک کرنے والے لڑکوں نے دیو کے سر کو اسٹیج پر لاکر رکھا جس کے حرکت کرنے والے جبڑے تھے ـ اور ایگور گراچیف اسکے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا ـ اسی

وقت وانیا اسٹیج کے پیچھے آیا ۔ وہ کارڈ بورڈ کا بنا ہوٗا خود پہنے تھا اور لکڑی کی بنی ہوئی برچھی اسکے ہاتھہ میں تھی لیکن یہ سب چیزیں سچ مچ کی معلوم ہو رہی تھیں کیونکہ ان پر سفید چمکدار پالش کی ہوئی تھی ۔

«اچھا تو وہ گھوڑا کہاں ہے؟» اس نے پوچھا ۔

«ایک منٹ ٹھہرو ۔»



ہم لوگ کھال کے اندر گھس گئے اور گھوڑا تیار ہو گیا ۔

«چلو آؤ، بیٹھہ جاؤ» میں نے خوش ہوکر کہا ۔

لیکن جب وانیا چڑھہ کر میری پیٹھہ پر جم کر بیٹھہ گیا تو مجھے گھوڑوں پر رحم آنے لگا ۔ بیچاروں کو اس دنیا میں آرام نصیب نہیں

ہوتا۔ میں سمجھا کہ میری پیٹھ ٹوٹ جائے گی اور میں نے ششکن کی کمر مضبوطی سے پکڑ لی۔ اس وقت پردہ اٹھا۔

«دوڑ چلو!» رسلان یعنی وانیا نے کہا اور ہم لوگ دوڑتے ہوئے اسٹیج پر پہونچ گئے۔ ہمیں دیکھ‌کر لڑکوں نے زوردار قہقہے لگائے۔ ہمارا گھوڑا یقیناً کامیاب رہا۔ ہم فوراً دیو کے سر کے پاس پہونچ گئے۔

«ارے، ارے!» رسلان نے دھیرے سے کہا۔ «یہ جا کہاں رہے ہو۔ تم نے تو ابھی دیو کو کچل ڈالا ہوتا۔ پیچھے ہٹو!»



ہم لوگ تھوڑا پیچھے ہٹے اور تماش بینوں نے قہقہہ لگایا۔

«ایسا مت کرو لنگوروں!» وانیا نے کھس پھس کی۔ «مڑ کر اسٹیج کے بیچ میں چلو۔ مجھے ابھی اپنا پارٹ بولنا ہے۔»

ہم نے ویسا ہی کیا جیسا کہ ہم سے کہا گیا اور وانیا نے مریل آواز میں پڑھنا شروع کیا:

«میدان جنگ!
جس میں سفید ہڈیوں کے
ڈھیر ہی ڈھیر ہیں...»

وہ اسی اکتا دینے والی آواز میں پڑھتا گیا جیسی خطیب خاص طور پر اختیار کر لیتے ہیں۔ تماش بینوں کو ہنسانے کے لئے ششکن نے ڈوریاں کھینچیں اور گھوڑے کے کان پھڑکنے لگے۔ آخر تنہا پڑھنے والا پارٹ ختم ہؤا اور وانیا نے آہستہ کہا «اب سر کے پاس چلو۔»

ہم لوگ مڑکر سر کی طرف چلے۔ اس سے پانچ قدم دور رہ گئے تھے کہ ششکن نے ہنہنانا اور الف ہونا شروع کیا۔ میں نے بھی دو لتیاں جھاڑنا شروع کیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ گھوڑا سر سے ڈر گیا ہے۔ رسلان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ دوسرے الفاظ میں اس نے اپنی ایڑیوں سے میری پسلیوں کی خبر لی۔ ہم لوگ سر کے اور نزدیک پہونچ گئے اور رسلان نے اپنی برچھی سے اسکے نتھنوں کو چھیڑنا شروع کیا۔ سر نے اپنا منہہ کھولا اور وہ زور میں پھنکارا کہ ہم لوگ پیچھے ہٹ گئے اور اس طرح چکر کھانے لگے جیسے ہوا کے تیز جھونکے نے ہمارے پاؤں زمین سے اکھاڑ دئے ہوں۔ رسلان گرتے گرتے بچا اور ششکن میرے پیر پر چڑھہ بیٹھا اور اتنا درد ہونے لگا کہ میں لنگڑانے لگا۔ وانیا نے میری پسلیوں میں اور ٹھوکریں لگائیں اور ہم لوگ دوڑتے ہوئے سر کے پاس پہونچے جس نے پھر پھنکار بھری اور ہم لوگوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ ہم لوگوں نے کئی بار یہی کیا یہاں تک کہ میں بالکل تھک گیا۔

«بس، اب اسے ختم کرو!» میں نے التجا کی۔ «میرے پاؤں میں بہت تکلیف ہے!»

تو اس طرح ہم لوگ آخری بار سر کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور وانیا نے برچھی سے وہ زور کا ہاتھہ مارا کہ پالش اڑ گئی۔ سر کٹ کر

گر پڑا اور پردہ گرا تو گھوڑا لنگڑاتا ہؤا اسٹیج کے پیچھے پہونچا۔ تماش بینوں نے اس قدر زور سے تالیاں بجائیں جیسے پاگل ہو گئے ہوں۔ وانیا گھوڑے سے کود کر تماش بینوں کے سامنے اصلی اداکاروں کی طرح جھک کر شکریہ ادا کرنے پہونچا۔

«ساری تعریف اسی کی کیوں ہو» ششکن نے کہا۔ «چلو ہم بھی چل کر شکرئیے کے طور پر جھکیں۔»

جب گھوڑا دلکی چال چلتا ہؤا اسٹیج پر پہونچا اور اس نے تماش بینوں کے سامنے اپنا سر اوپر نیچے کیا تو تالیوں کے شور سے چھت پھٹنے لگی۔ لڑکے تالیاں بجاتے رہے اور ہم لوگ کئی بار اسٹیج پر آئے یہاں تک کہ ولودیا نے حکم دیا کہ پردہ گرا دیا جائے۔ ہم سمجھے تھے کہ ہم خاموشی سے کھسک جائیں گے لیکن ولودیا نے گھوڑے کے کان پکڑ لئے۔

«چلو اب باہر نکلو!» وہ بولا۔ «اس میں ہے کون؟»

باہر نکلنے کے علاوہ چارۂ کار ہی کیا تھا۔

«اچھا تو تم لوگ ہو؟» ولودیا بولا۔ «تم سے کس نے کہا تھا کہ یہ حماقت کرو؟»

«گھوڑا تو بہت اچھا تھا، ہے نا؟» ششکن نے پوچھا۔

«گھوڑا تو اچھا تھا لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اسٹیج پر کس طرح کام کرنا چاہئے۔ جب تک وانیا اپنا پارٹ پڑھتا رہا گھوڑا اپنے پیر پٹختا رہا۔ کہیں گھوڑا ایسا بھی کرتا ہے؟»

«وانیا جیسا بوجھ پیٹھ پر ہو تو دیکھوں تم کیسے خاموش

کھڑے رہ سکتے ہو» میں نے کہا۔ «اسکا وزن ایک ٹن سے کم نہ ہوگا۔»

«لیکن جب اسٹیج پر پہونچو تو خاموش کھڑا رہنا چاهئے۔ اور ایک سنجیدہ نظم کی ادائگی کے دوران میں تماش بینوں کو هنسایا کیوں تھا؟ پہلے تو میں سمجھ ہی نہ سکا کہ ہنسی کس بات پر ہو رہی ہے لیکن بعد میں دیکھا کہ گھوڑا اپنے کان پھڑ پھڑا رہا ہے!»

«گھوڑے جب بھی کچھ سنتے ہیں تو کان ضرور کھڑے کرتے ہیں۔ ہے کہ نہیں؟» ششکن نے کہا۔

«وہ سن کیا رہا تھا؟»

«وہی نظم اور کیا۔»

«اگر ایک آدھہ بار کان کھڑے کرتا تو کوئی بات نہ ہوتی لیکن تم نے تو اس طرح ھلایا جیسے مکھیاں اڑا رہا ہو۔»

«ہاں میں نے ذرا ضرورت سے زیادہ یہ سب کچھہ کر دیا» ششکن نے اعتراف کیا۔ «ڈوری ذرا زور سے کھینچ لی ہوگی۔»

«، ضرورت سے زیادہ کر دیا، کہنا تو اپنے قصور کو بہت کم کرنا ہؤا۔ اول تو تمہیں اسٹیج پر پہونچنے کا حق ہی نہ تھا۔»

ہم لوگوں کو اس پر بڑی شرمندگی ہوئی۔ ہمیں یقین تھا کہ ابھی اولگا نکولائیونا کی بھی ڈانٹ پڑے گی مگر انہوں نے کچھہ نہیں کہا اور اسکی وجہ سے مجھے کچھہ اور بھی برا محسوس ہؤا۔ انہوں نے یہ سمجھا ہوگا کہ ششکن اور میں ناقابل اصلاح ہیں اور ان لوگوں کو ڈانٹنا بھی بیکار ہے۔

اس تماشے اور شطرنج کے کھیل میں پڑکر میں نے اسکول کے سبق پر زیادہ دھیان نہیں دیا تھا اور جب سہ ماہی امتحان کا رپورٹ

کارڈ تیار ہؤا تو معلوم یہ ہؤا کہ مجھے حساب میں وہی نمبر ۲ ملا ہے ـ

سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے معلوم تھا کہ نمبر کم ہی ملیں گے لیکن پھر بھی نہ معلوم کیوں یہ امید تھی کہ تین مہینے ختم ہونے میں ابھی بہت دن پڑے ہیں اور میں سارے سبق پڑھ ڈالوں گا لیکن یہ زمانہ بھی جلد ہی ختم ہو گیا ـ اور ششکن کو بھی روسی میں ۲ نمبر ملے ـ

«چھٹیوں کے عین پہلے آخر رپورٹ کارڈ دینے کی انکو ضرورت کیا پڑی رہتی ہے؟ اب میری ساری چھٹیاں برباد ہو جائیں گی» گھر جاتے ہوئے میں نے ششکن سے کہا ـ

«کیوں؟»

«کیونکہ گھر پہونچ کر کارڈ ماں کو دکھانا پڑے گا ـ»

«میں تو چھٹیاں ختم ہونے سے پہلے نہیں دکھاؤں گا» وہ بولا ـ میں اپنی ماں کی چھٹی کیوں خراب کروں؟»

«لیکن بعد میں تو دکھانا ہی پڑے گا» میں نے کہا ـ

«ہاں، لیکن اس وقت تک چھٹیاں ختم ہو جائیں گی اور اس وقت کوئی زیادہ فکر نہ ہوگی ـ کم سے کم چھٹیاں تو مزے میں گزریں گی ان لوگوں کی ـ مجھے تو اپنی ماں سے بہت محبت ہے اور میں بلا سبب انہیں رنجیدہ نہیں کر سکتا ـ»

«اگر تم ماں کو چاہتے تو کوشش کرتے کہ خراب نمبر نہ ملیں» میں نے کہا ـ

«لیکن تمہیں بھی تو اچھے نمبر اب تک ملے نہیں!»

«ابھی نہیں ملے مگر میں کوشش کروں گا۔»

«میں بھی کوشش کروں گا۔»

ہم نے اس موضوع پر اور کچھ نہ کہا اور میں نے فیصلہ کیا کہ ششکن کی طرح میں بھی چھٹیاں ختم ہونے سے پہلے کارڈ نہیں دکھلاؤں گا۔ کبھی کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ رپورٹ کارڈ چھٹیوں سے پہلے دئے ہی نہیں جاتے۔ لہذا میں کوئی غلط کام تو کروں گا نہیں۔

آٹھواں باب



آخر وہ دن بھی آ گیا جس کا ہم لوگوں کو بہت دنوں سے انتظار تھا۔ ساتویں نومبر جس دن عظیم اکتوبر انقلاب کی سالگرہ ہوتی ہے۔ اس دن بہت سویرے اٹھہ کر کھڑکی کے پاس پہونچ گیا۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا لیکن روشنی ہو گئی تھی۔ اور آسمان کا رنگ بےحد نکھرا ہؤا نیلا تھا۔ سارے مکانوں پر لینن اور استالین کی تصویریں لگی ہوئی تھیں اور لال جھنڈے لہرا رہے تھے۔ میں اتنا خوش اور مست تھا جیسے بہار کا موسم پھر سے آ گیا ہو۔ معلوم نہیں ساتویں نومبر کو میں ہمیشہ اتنا خوش کیوں ہوتا ہوں۔ نہ جانے کیوں اس دن وہ تمام اچھی باتیں یاد آتی ہیں جو زندگی میں پیش آ چکی ہیں اور جی چاہنے لگتا ہے کہ جلدی سے بڑا ہو جاؤں، خوب مضبوط بنوں اور طرح طرح کے بہادری کے کارنامے کروں۔ مثلاً گھنے جنگلوں میں گھس جاؤں یا سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھہ جاؤں جہاں اب تک کوئی پہونچا ہی نہ ہو یا نیلے آسمان پر ہوائی جہاز اڑاؤں، یا زمین کی گہرائیوں میں گھس کر کچا لوھا اور

کوئلہ نکالوں، یا ریگستانوں کو سیراب کرنے کے لئے نہریں تعمیر کروں، یا نئے جنگل بنانے کے لئے درخت لگاؤں یا کوئی بہت عمدہ مشین ایجاد کروں تاکہ ماں اور ابا مجھہ پر فخر کر سکیں اور اولگا نکولائیونا بھی میری تعریف کریں۔

اسی قسم کے کارنامے کرنے کے بارے میں میں اکثر خواب دیکھا کرتا ہوں۔ اور ابا کہتے ھیں کہ کوئی وجہ نہیں کہ یہ صرف خواب ھی رہ جائیں کیونکہ ھمارے ملک میں اس قسم کی تمام چیزیں ممکن ھیں بشرطیکہ سچ مچ اسکی خواھش ھو اور بہت محنت سے سبق یاد کئے جائیں۔ اور اسکی وجہ یہ ھے کہ بہت دن ھوئے ساتویں نومبر کو ھم نے سرمایہداروں کو نکال باھر کیا تھا جو ھمارے ملک کے لوگوں کو لوٹتے تھے اور اب تمام چیزیں عوام کی ملکیت ھیں۔ اسکے معنی یہ ھیں کہ ھر چیز میری ھے کیونکہ میں بھی تو عوام ھی کا حصہ ھوں۔

اس دن مجھے بہت سے تحفے ملے۔ ابا نے مجھے ایک جادو کی لالٹین دی اور سلائڈ بھی*۔ ماں نے مجھے اسکیٹس** دئے اور لیکا نے ایک قطب نما دی۔ میں نے لیکا کو رنگ کا ایک ڈبہ دیا۔ اس کے

---

* جادو کی لالٹین اور سلائڈ: سینما قسم کی ایک لالٹین ھوتی ھے جس سے روشنی کے ذریعہ دیوار پر یا پردے پر تصویریں آتی ھیں۔ یہ تصویریں جن چیزوں پر بنائی جاتی ھیں انہیں سلائڈ کہتے ھیں۔ مترجم

** اسکیٹس: خاص قسم کی کھڑاؤں جنہیں پیر میں باندھہ کر برف پر دوڑتے ھیں۔ مترجم

بعد ابا مجھے اور لیکا کو اپنے کارخانے لے گئے اور وہاں سے ہم لوگ کارخانے کے دوسرے مزدوروں کے ساتھہ مظاھرے میں پہونچے۔ بینڈ بج رہے تھے اور ہر شخص گا رہا تھا۔ میں نے اور لیکا نے بھی گانا شروع کیا اور خوب ھی مزہ آیا۔ ابا نے ھمیں غبارے خرید دئے، میرے لئے سرخ اور لیکا کے لئے سبز۔ اور جب ہم لوگ اپنے شہر کے سب سے بڑے چوراھے پر پہونچے تو ابا نے ہم لوگوں کے لئے دو چھوٹے چھوٹے سرخ جھنڈے خرید دئے اور ہم لوگ انہیں لئے ھوئے سلامی لینے کی جگہ کے پاس سے گزرے اور سارے میدان کا چکر لگایا۔

پھر ہم لوگ گھر پہونچے اور مہمان آنا شروع ھوئے۔ سب سے پہلے شورا چچا آئے۔ انکے ھاتھہ میں دو بنڈل تھے اور لیکا اور میں سمجھہ گئے کہ یہ بھی ھمارے لئے تحفے لائے ھوں گے لیکن پہلے شورا چچا نے پوچھا کہ تم لوگ سمجھہ‌داری اور تمیز سے رہتے ھو یا نہیں۔ ھم نے کہا ھم بالکل تمیزداری کے ساتھہ رہتے ھیں۔

«اپنی ماں کا حکم مانتے ھو؟»

«جی ھاں» ھم نے کہا۔

«اور اسکول میں کیسے چل رہے ھو؟»

«بہت عمدہ» لیکا نے کہا۔

اور میں نے بھی کہا «بہت عمدہ»

مجھے انہوں نے بہت عمدہ بلڈنگ سٹ تحفہ میں دیا اور لیکا کو اینٹوں کا ایک بکس۔

اسکے بعد چچی لیڈا اور چچا سریوژا آ گئے اور اسکے بعد چچی نادیا اور چچا یورا آئے اور سب سے آخر میں خالہ نینا۔ سب نے مجھہ

سے پوچھا کہ تم اسکول میں کیسے چلتے ہو۔ میں نے سب سے یہی کہا کہ بہت اچھا چل رہا ہوں اور ان سب نے مجھے تحفے دئے۔ لیکا کو بھی بہت سے انعام ملے۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے جتنے انعام ملے اتنا ہی مجھے برا معلوم ہؤا۔ میرا ضمیر ملامت کرنے لگا کیونکہ میں سب سے یہی کہہ رہا تھا کہ اسکول میں بہت اچھا چل رہا ہوں لیکن وہ کم بخت نمبر ۲ میرے دماغ کو پریشان کئے ڈال رہا تھا۔ اسکے بارے میں میں بہت دیر تک سوچتا رہا اور اسکے بعد میں نے بہت سنجیدگی سے عہد کیا کہ اب کی دفعہ میں بہت ایمانداری سے اپنی زندگی کے ڈھرے کو بدل ڈالوں گا اور آئندہ کبھی کام میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میرے دل کا بوجھہ ہلکا ہو گیا اور رفتہ رفتہ مجھہ میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

آٹھویں نومبر کو بھی چھٹی تھی۔ میں اپنے کلاس کے کچھہ لڑکوں سے ملنے گیا اور کچھہ لڑکے مجھہ سے ملنے آئے۔ ہم لوگ کئی کھیل کھیلے اور خوب مزہ آیا اور شام کو ہم لوگوں نے جادو کی لالٹین کا تماشہ کیا۔ رات کو جب سونے لیٹا تو میں نے سارے تحفے اپنے پاس ایک کرسی پر رکھہ لئے۔ لیکا نے بھی ایسا ھی کیا۔ اور وہ دو رنگین غبارے، جنہیں لے کر ہم مظاہرے میں گئے تھے چھت سے ٹکرا رہے تھے۔ وہاں وہ بڑے پیارے معلوم ہو رہے تھے۔

صبح سو کر اٹھا تو غبارے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ پہلے کے مقابلے میں آدھے رہ گئے تھے۔ اندر کی گیس نکل گئی تھی اسی لئے اب اڑ نہیں سکتے تھے۔

اسکول سے واپس آیا تو سمجھہ میں نہ آتا تھا کہ ماں سے اس کم بخت نمبر ۲ کے بارے میں کیسے کہوں۔ جب تک انہوں نے

رپورٹ کارڈ نہ مانگا تب تک میں نے خود کچھ نہ کہا۔ ایک لفظ بھی کہے بغیر میں نے بستے سے نکال کر انہیں دیدیا۔ ظاہر ہے ان کی نگاہ فوراً نمبر ۲ پر پڑی۔

«یہی تو مجھے اندیشہ تھا» انہوں نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ «پڑھنے کے وقت بھی کھیلنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ تم اپنے بزرگوں کی بات نہیں سنتے۔ کتنی بار تم سے کہا گیا کہ پہلے سبق یاد کر لیا کرو لیکن تم جو کھیلنے جاتے ہو تو تھک کر ہی واپس آتے ہو۔ لیکن تم سے بات کرنا اور دیوار سے بات کرنا برابر ہی ہے۔ چاہتے ہو کہ ایک سال پھر فیل ہو جاؤ۔ کیوں؟»

میں نے کہا کہ اب سے میں زیادہ محنت کروں گا اور آئندہ کبھی نمبر ۲ نہیں ملے گا۔ لیکن ماں نے صرف اپنے کاندھے جھٹک دئے۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ انہیں میرے وعدے پر اعتبار نہیں ہے۔ میں نے ان سے کارڈ پر دستخط کرنے کو کہا تاکہ میں اپنی استانی کے پاس واپس لے جاؤں لیکن انہوں نے کہا:

«نہیں۔ تمہارے باپ بھی دیکھ لیں تب۔»

یہ بڑی مشکل آن پڑی! میرا خیال تھا کہ ماں دستخط کر دیں گی اور اسکے بعد مجھے ابا کو کارڈ نہیں دکھانا پڑے گا۔ اب وہ بھی کری ڈانٹ پلائیں گے۔ میں اتنا افسردہ ہو گیا کہ پڑھنے کو جی ہی نہ چاہا۔

«بہتر ہے کہ ابا کی ڈانٹ کا بھی انتظار کر لوں» میں نے سوچا «اسکے بعد پڑھنے بیٹھوں گا۔»

آخر ابا کام پر سے واپس آ گئے ۔ جب تک کھانا نہیں کھایا میں انتظار کرتا رہا کیونکہ کھانے کے بعد ان کا مزاج عموماً اچھا رہتا ہے ۔ تب میں نے رپورٹ کارڈ میز پر اس طرح رکھہ دیا کہ وہ دیکھہ سکیں ۔ انہیں بھی دیکھنے میں زیادہ دیر نہیں لگی ۔ انہوں نے اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کیا ۔

جب نمبر ۲ کو دیکھا تو بولے «اچھا تو پھر وہی کیا! تمہیں شرم آنی چاھئے! تمہارے کلاس کے دوسرے لڑکے کیا کہتے ہوں گے؟»

«صرف مجھے ھی کلاس میں نمبر ۲ نہیں ملا ھے» میں نے کہا ۔

«اور کسے ملا ھے؟»

«ششکن کو ۔»

«کلاس میں سب سے اچھے طالب علم کے بجائے ششکن کی نقل کیوں کرتے ھو؟ کیا ششکن بہت تیز لڑکا ھے؟»

«بالکل ھی تیز نہیں ھے ۔»

«تمہیں زیادہ محنت کرنی چاھئے، اچھے نمبر حاصل کرنے چاھئیں اور ششکن کی بھی مدد کرنی چاھئے ۔ ایسا تو ھو نہیں سکتا کہ تم دونوں دوسرے لڑکوں سے پیچھے رہ جانے کو اچھا سمجھتے ھو ۔»

«مجھے تو نہیں اچھا لگتا» میں نے کہا ۔ «میں اب نئے سرے سے محنت کروں گا اور خوب محنت کروں گا ۔»

«یہ تو پہلے بھی کہہ چکے ھو ۔»

«جی ھاں، لیکن اب کی بار میں نے ارادہ کر لیا ھے کہ اس عہد پر عمل بھی کروں گا ۔»

«اچھی بات ھے ۔ دیکھنا ھے کہ تم کس طرح عہد پورا کرتے ھو ۔»

ابا نے کارڈ پر دستخط کر دئے اور پھر اسکے متعلق کچھ نہ بولے۔ مجھے تو ایک حد تک مایوسی ہوئی۔ مجھے تو امید تھی کہ بڑی لمبی چوڑی نصیحت سننی پڑے گی لیکن ایسا محسوس ہؤا جیسے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ مجھ سے بات کرکے وقت ضائع کرنا بیکار ہے کیونکہ میں اپنے عہد پر قائم تو رہ نہ سکوں گا۔ اس کی وجہ سے میں نے اور بھی پکا ارادہ کر لیا کہ ان لوگوں کو دکھلاکر رہوں گا کہ عہد کس طرح پورا کیا جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہؤا کہ اس دن اسکول میں حساب کا کوئی سوال نہیں دیا گیا تھا کیونکہ میں اتنے جوش میں تھا کہ سوال اپنے آپ ہی حل کر لیتا۔

دوسرے دن میں نے اس معاملہ کے متعلق ششکن سے بات چیت کی۔

«کیا ہؤا تمہاری ماں نے نمبر ۲ پر تمہیں ڈانٹا یا نہیں؟» میں نے پوچھا۔

«ڈانٹا، کیوں نہیں! اسکے علاوہ خالہ زینا نے بھی ڈانٹا۔ معلوم نہیں وہ کیوں بیچ میں بول پڑتی ہیں۔ ہمیشہ کہا کرتی ہیں: «اچھا، ٹھہر جاؤ کسی نہ کسی دن میں تمہیں اپنے زیرنگرانی لینے والی ہوں۔» لیکن آخر وہ کب ایسا کریں گی میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں! کہتی تھیں کہ ہر روز شام کو میرے اسکول کے کام کو دیکھا کریں گی۔ لیکن ایک یا دو بار دیکھا ہوگا بس، اور جب سے اس ڈرامے کے حلقے میں شریک ہوئی ہیں تب سے شام کو گھر پر رہتی ہی نہیں ہیں۔ پہلے تو یہ بہانہ کیا کہ کل دیکھوں گی لیکن اسی طرح ٹالتی رہیں اور بہت دنوں تک میری کاپیاں دیکھی ہی نہیں۔ اور ایک دن شام کو دفعتاً بولیں «ذرا اپنی کاپیاں تو دکھاؤ۔ میں تمہارا

«دیکھا تم نے!» یورا بولا — «ھمارا گروپ پھر کلاس میں سب سے پھسڈی رہ گیا — اس ذلت کو ختم کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ تو ڈھونڈھنا ھی پڑے گا —»

«یہ سب کچھ ان دو کی وجہ سے ھے» لونیا استافیف نے میری اور شِشکن کی طرف اشارہ کرکے کہا — «آخر تم دونوں کو ھو کیا گیا ھے؟ تم پورے گروپ کی بےعزتی کرا رھے ھو — دوسرے تمام لڑکے محنت کر رھے ھیں لیکن تمہیں ذرا بھی پرواہ نہیں ھوتی کہ تمہیں اچھے نمبر ملتے ھیں یا برے — مالیف آخر اس بارے میں کچھ کرتے کیوں نہیں ھو؟»

اسکے بعد تمام لڑکے مجھ پر ٹوٹ پڑے —

«آخر بات کیا ھے؟ تمہیں معلوم نہیں کہ زیادہ محنت کرنا ضروری ھے؟»

«پتہ نہیں تم لوگ اتنا ھنگامہ کس بات پر کھڑا کر رھے ھو!» میں نے کہا — «میں نے پہلے ھی فیصلہ کر لیا ھے کہ اب بہتر نمبر حاصل کروںگا اس لئے اب بار بار بات کو دھرانے سے کوئی فائدہ نہیں —»

«صرف فیصلہ کرنا کافی نہیں ھوتا — تمہیں کچھ کرکے دکھانا ھوگا» آلک سوروکن نے کہا — «ذرا اپنے نمبر تو دیکھو —»

«یہ نمبر تو پچھلی سہ ماھی کے ھیں — میں نے تو پرسوں ھی فیصلہ کیا ھے —»

«عجیب آدمی ھو — اس سے پہلے فیصلہ نہیں کر سکتے تھے؟»

«اچھا لڑکو تو آپس میں لڑو مت» اولگا نکولائیونا نے کہا — «جو لوگ پیچھے رہ گئے ھیں انکی مدد کرنی چاھئے — تمہارے گروپ میں

بہت سے تیز طالب علم ہیں۔ کسی کو مقرر کر دو کہ ششکن اور مالیف کی مدد کر دیا کرے۔»

«میں مالیف کی مدد کیا کروں؟» وانیا پاخوموف نے پوچھا۔

«میں ششکن کی مدد کروں گا» آلک سوروکن بولا۔ «اجازت ہے؟»

«ضرور» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «بڑی اچھی بات ہے کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے کے لئے خود اپنی خدمت پیش کر رہے ہو۔»

جلسے کے بعد اولگا نکولائیونا نے ششکن کو اور مجھے استادوں کے کمرے میں بلایا اور بڑی دیر تک ہم سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ دل لگاکر محنت نہیں کرتے اور اسکول کے کام کے لئے کافی وقت نہیں دیتے۔ اور اسی لئے تم لوگ آگے نہیں بڑھ پاتے ہو۔ تم لوگ ٹھیک سے سبق یاد نہیں کرتے اور جو کچھ یاد کرتے ہو وہ جلدی سے بھول جاتے ہو۔ انہوں نے ششکن کو مشورہ دیا کہ روسی کے سبق پر زیادہ وقت صرف کیا کرو، ہر لفظ لکھتے وقت پہلے سوچ لیا کرو اور قواعد کے اصول زبانی یاد کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ششکن کو زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے اور پھر اس سے کہا کہ وہ اسکا گھر کا کام زیادہ غور سے دیکھا کریں گی۔

«اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے وتیا تمہیں خود ہی محنت کرنی چاہئے» انہوں نے کہا۔ «میں سمجھتی ہوں کہ جب سوال تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو ابا یا ماں سے پوچھ لیتے ہو۔»

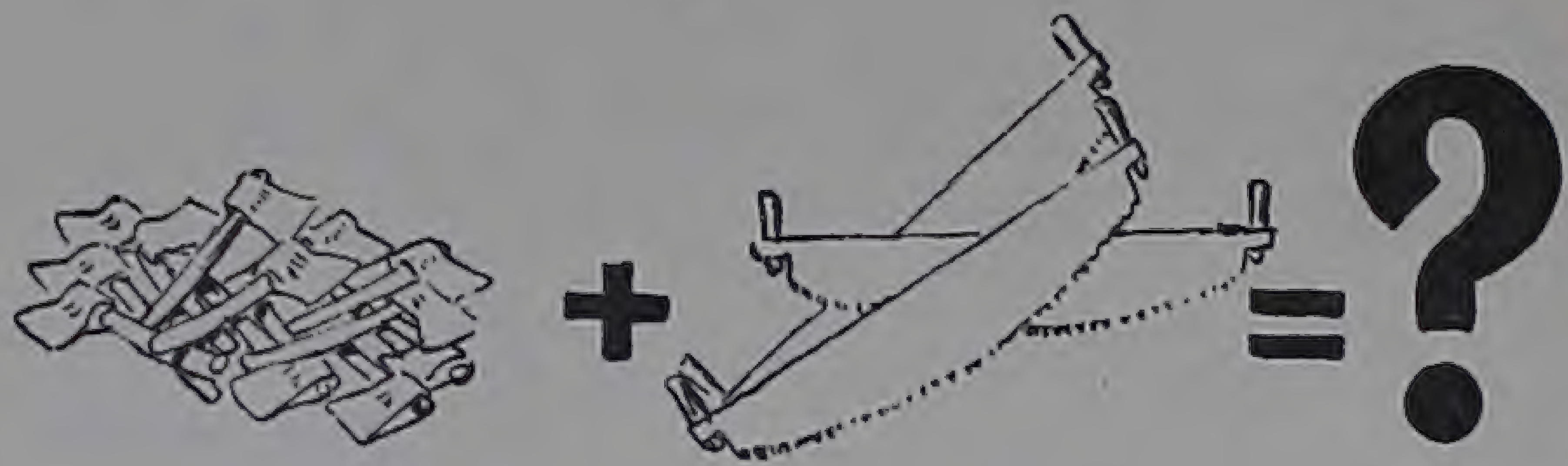
«نہیں» میں نے کہا «میں اب ابا کو بالکل پریشان نہیں کرتا۔ جب وہ کام کر رہے ہوں تو میں انہیں بلا وجہ پریشان کیوں کروں؟

میں مشکل پیش آئے۔ اس میں کہا گیا تھا کہ «ایک دوکان میں ۸ آرے اور اسکی تین گنی کلھاڑیاں تھیں۔» آخر ۲٤ کلھاڑیاں کہہ کر قصہ ختم کیوں نہیں کر دیا؟ کیونکہ اگر ۸ آرے تھے اور انکی تین گنی کلھاڑیاں تھیں تو صاف سی بات یہ ھے کہ ۲٤ کلھاڑیاں ھونی چاھئیں۔ گول مول بات کرنے سے فائدہ کیا۔ اور پھر اسکے بعد تھا: «اس نے آدھی کلھاڑیاں اور تین آرے بڑھئیوں کی ایک ٹولی کے ھاتھہ ۸٤ روبل میں بیچ ڈالے۔» گویا اسے اس طرح آسانی کے ساتھہ نہیں لکھا جا سکتا تھا کہ: «دوکان نے ۱۲ کلھاڑیاں بیچیں» کیونکہ اگر ۲٤ کلھاڑیاں تھیں تو انکی آدھی ھوئیں ۱۲۔ یہ سب ۸٤ روبل میں بیچ دی گئیں۔ اس کے بعد لکھا ھے کہ «باقی کلھاڑیاں اور آرے بڑھئیوں کی دوسری ٹولی کے ھاتھہ ۱۰۰ روبل میں بیچے گئے۔ یہ «باقی آرے اور کلھاڑیاں» کے کیا معنی؟ کیا حماقت ھے! اگر ۲٤ کلھاڑیاں تھیں اور ۱۲ بیچ دی گئیں تو ۱۲ بچیں۔ اور چونکہ کل ۸ آرے تھے اور ان میں سے ۳ بڑھئیوں کی ایک ٹولی کے ھاتھہ بیچے گئے تو اس کا مطلب یہ ھے کہ دوسرے بڑھئیوں کو ۵ ملے۔ پھر اسی طرح کیوں نہیں کہہ دیا اور بلاوجہ گول مول کرکے بات کہی اور وہ بھی حماقت سے! اور اسکے بعد اسکول کے لڑکوں پر الزام رکھا جاتا ھے کہ وہ سوال حل نہیں کر پاتے ھیں!

میں نے خود اپنے انداز میں سوال لکھہ لیا تاکہ معقول معلوم ھو۔ اور بات کچھہ اس طرح تھی:

«ایک دوکان پر ۸ آرے اور ۲٤ کلھاڑیاں تھیں۔ اس نے ۱۲ کلھاڑیاں اور ۳ آرے کچھہ بڑھئیوں کو ۸٤ روبل میں بیچ دئے اور ۱۲ کلھاڑیاں اور ۵ آرے دوسرے بڑھئیوں کو ۱۰۰ روبل میں بیچے۔ تو ایک کلھاڑی اور ایک آرے کی قیمت کتنی ھوگی؟»

سوال لکھه لینے کے بعد میں نے اسے ایک بار پھر پڑھا۔ اب ذرا چھوٹا ھو گیا تھا لیکن اب بھی میری سمجھه میں نه آتا تھا که آخر اسے حل کس طرح کیا جائے کیونکه اعداد میرے ذھن میں گڑبڑ ھوتے رھے اور مجھے ٹھیک سے سوچنے ھی نه دیا۔ میں نے فیصله کیا که اسے ذرا اور چھوٹا کر دوں تاکه اعداد ذرا اور کم ھو جائیں۔ بھر حال



یه بات تو اھم نہیں تھی که جب دوکان نے سب ھی کلھاڑیاں اور آرے بیچ دئے تو اسکے پاس کل کتنی کلھاڑیاں اور آرے تھے۔ اس لئے میں نے اسے اور بھی مختصر کر دیا اور اسکا نتیجه یه نکلا:

«کچھه بڑھئیوں نے ۱۲ کلھاڑیاں اور ۳ آرے ۸٤ روبل میں خریدے۔ کچھه دوسرے بڑھئیوں نے ۱۲ کلھاڑیاں اور ۵ آرے ۱۰۰ روبل میں خریدے۔ ایک کلھاڑی اور ایک آرے کی قیمت کیا ھوئی؟»

اب سوال ذرا اور چھوٹا ھو گیا تھا۔ لیکن اب بھی میں مطمئن نہیں ھؤا۔ ابھی اسے اور مختصر کرنا چاھتا تھا۔ آخر اس سے کیا فرق پڑتا ھے که یه کلھاڑیاں اور آرے خریدے کس نے؟ اھم چیز یه ھے که ان لوگوں نے ادا کتنا کیا۔ میں نے خوب سوچا اور اب سوال اس طرح لکھا:

«۱۲ کلھاڑیوں اور ۳ آروں کی قیمت ھے ۸٤ روبل،

«پھر کیسے کیا جائے؟»

«ذرا دماغ لڑاؤ۔»

«پچھلے دو گھنٹے سے اور کیا کر رہا ہوں!»

«اچھا ذرا سوال کو پھر غور سے پڑھو» وانیا بولا۔ «سوال میں کیا کہا گیا ہے؟»

«کہا گیا ہے کہ ۱۲ کلھاڑیوں اور ۳ آروں کی قیمت ۸٤ روبل ہے اور ۱۲ کلھاڑیوں اور ۵ آروں کی قیمت ۱۰۰ روبل ہے۔»

«یہ غور نہیں کیا کہ دونوں بار کلھاڑیاں جو خریدی گئیں انکی تعداد برابر ہی تھی لیکن دوسری بار ۲ آرے زیادہ تھے؟»

«ٹھیک ہے۔»

«اور تم نے یہ بھی دیکھا کہ دوسرے بڑھئیوں نے ۱٦ روبل زیادہ دئے؟»

«ہاں یہ تو ہے۔ پہلے بڑھئیوں نے ۸٤ روبل دئے اور دوسروں نے ۱۰۰ روبل۔ ۱۰۰ میں سے ۸٤ گئے بچے ۱٦۔»

«اچھا تو پھر دوسرے بڑھئیوں نے ۱٦ روبل زیادہ کیوں دئے؟»

«یہ تو بہت آسان ہے» میں نے کہا۔ «انہوں نے دو آرے زیادہ خریدے تھے اس لئے ۱٦ روبل زیادہ ادا کئے۔»

«اسکے معنی یہ ہوئے کہ دو آروں کی قیمت ہوئی ۱٦ روبل، ہے نا؟»

«بالکل ٹھیک۔»

«تو پھر ایک آرے کی قیمت کیا ہوئی؟»

«اگر دو کی قیمت ۱٦ تو ایک کی ہوئی ۸۔»

«اچھا تو اب یہ معلوم ہو گیا کہ ایک آرے کی قیمت کیا ہے۔»

«ارے توبہ!» میں نے کہا – «میں تو جیسے چھت سے گر پڑا! یہ میری سمجھ میں کیوں نہیں آیا تھا؟»

«ذرا ٹھیرو! ابھی تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ایک کلھاڑی کی کیا قیمت ہوئی –»

«ارے اب تو بہت آسان ہے» میں نے کہا – «۱۲ کلھاڑیوں اور ۳ آروں کی قیمت ہے ۸٤ روبل – تین آروں کی قیمت ہوئی ۲٤ روبل – ۸٤ میں سے ۲٤ گھٹا دئے تو بچے ٦۰ – اسکے معنی یہ ہوئے کہ ۱۲ کلھاڑیوں کی قیمت ہوئی ٦۰ روبل تو ایک کلھاڑی کی قیمت ہوئی: ٦۰ کو روبل تقسیم کیا ۱۲ سے یعنی ۵ –»

میں نے وانیا کا شکریہ ادا کیا اور گھر واپس آیا – میں اپنے اوپر لعنت ملامت کر رہا تھا کہ اتنا آسان سوال اسکی مدد کے بغیر نہ حل کر سکا – لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ اب دوسرا سوال میں خود حل کروں‌گا چاھے پانچ گھنٹے کیوں نہ لگ جائیں –

دوسرے دن گھر پر حساب نہیں دیا گیا اور مجھے خوشی ہوئی کیونکہ ہر وقت سوال حل کرنے میں مزا تو نہیں آتا –

میں نے کہا «بہت اچھا ہؤا – کم سے کم ایک دن حساب سے نجات ملے‌گی –»

لیکن ہؤا یہ کہ اس دن بھی مجھے حساب سے نجات نہ ملی – میں ابھی پڑھنے بیٹھا ھی تھا کہ لیکا بولی:

«وتیا، مجھے ایک سوال دیا گیا ہے جو سمجھہ ھی میں نہیں آتا – ذرا میری مدد کر دو نا!»

میں نے سوال کو ایک بار پڑھا اور بدن میں پھریری سی آ گئی – اگر نہ حل کر پایا تو کیا ہوگا؟ اسکے بعد بڑے بھائی کی عزت کہاں رہ جائے‌گی؟

مایوس ہوکر میں نے کاغذ پر اخروٹ کا درخت بنانا شروع کیا اور اس میں ۱۲۰ اخراٹ لگائے اور ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو پیڑ کے نیچے کھڑا کر دیا ـ تصویر بناتے وقت میرے ذہن میں وہی سوال تھا مگر خیالات ادھر ادھر بھٹک رہے تھے ـ پہلے میں نے سوچا کہ آخر لڑکے نے لڑکی کے مقابلے میں دوگنے اخروٹ کیسے توڑے ہوں گے اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ لڑکا درخت پر چڑھہ گیا ہوگا اور لڑکی نے نیچے کی شاخ سے توڑے ہوں گے ـ اسکے بعد میں نے خود ہی اخروٹ «توڑنا» شروع کر دئے یعنی ایک ایک کرکے مٹانا اور لڑکے اور لڑکی کو دینا شروع کیا یعنی انکے سروں پر اخروٹ کی تصویریں بنانے لگا ـ اسکے بعد میرے ذہن میں آیا کہ دونوں نے اخروٹ توڑکر اپنی جیب میں رکھے ہوں گے ـ میں نے لڑکے کی جیکٹ میں دو جیبیں بنائیں اور لڑکی کی فراک میں ایک ـ میں نے سوچا کہ شائد لڑکی نے اسی لئے کم اخروٹ توڑے ہوں گے کہ اسکے صرف ایک ہی جیب تھی ـ اب تو میں نے غور سے دیکھنا شروع کیا کہ میں نے بنایا کیا ہے: لڑکے کے پاس دو جیبیں تھیں اور لڑکی کے پاس ایک ـ اور اب آہستہ آہستہ بات میری سمجھہ میں آنے لگی ـ میں نے انکے سروں کے اوپر جو اخروٹ بنائے تھے وہ مٹا ڈالے اور انکی جیبوں کے اوپر اس طرح رنگ بھرے جیسے اخروٹوں کی وجہ سے جیبیں بھر گئی ہیں ـ اب میں نے سارے اخروٹ تین جیبوں میں تقسیم کر دئے تھے ـ لڑکے کے دو جیبوں اور لڑکی کے ایک جیب میں ـ اور دفعتاً مجھے ایسا معلوم ہؤا جیسے آسمان میں بجلی سی چمک گئی ہو ـ اچھا تو ۱۲۰ اخروٹوں کو تین سے تقسیم کرنا چاہئیے! لڑکی کو ایک حصہ ملے گا اور دو حصے لڑکے کو ملیں گے اور اس طرح لڑکے کو دو گنے

مل جائیں گے۔ میں نے ۱۲۰ کو ۳ سے تقسیم کیا تو جواب آیا ٤٠ ۔ یہ لڑکی کو ملے ۔ اسکے بعد میں نے ٤٠ کو ۲ سے ضرب دیا ۔ جواب آیا ۸۰ اور یہی جواب کتاب کے آخر میں دیا ہؤا تھا! خوشی کے مارے میں اچھل پڑا ۔ میں دوڑکر وانیا پاخوموف کے گھر چلا کہ اسے بتاؤں کہ آج میں نے ایک سوال خود ھی حل کر لیا ھے ۔

میں سڑک پر دوڑتا جا رہا تھا کہ ادھر سے ششکن میری طرف آتا ہؤا نظر آیا ۔

«سنو کوستیا» میں نے کہا «ایک لڑکا اور ایک لڑکی اخروٹ توڑنے جنگل گئے ۔ دونوں نے ملکر ۱۲۰ اخروٹ توڑے ۔ لڑکے نے لڑکی کے مقابلے میں دوگنے اخروٹ لے ۔ بتاؤ کیسے کروگے؟»

«میں تو اس لالچی لڑکے کی ناک توڑ دوں گا ۔»

بدھو ھو! میرا مطلب یہ نہیں ھے ۔ سارے اخروٹوں کو کس طرح تقسیم کروگے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دو گنے اخروٹ ملیں؟»

«مجھے کوئی فکر نہیں چاھے جس طرح تقسیم کرو ۔ میرا پیچھا چھوڑو! برابر برابر تقسیم کرکے قصہ کیوں نہیں ختم کر دیتے؟»

«بےوقوفی کی باتیں مت کرو ۔ یہ ایک سوال ھے ۔»

«کس قسم کا سوال؟»

«حساب کا سوال ۔»

«اچھا خیر اب چپ رھو» ششکن چیخا ۔ «میرا امریکی چوھا مر گیا، وھی جو میں نے پرسوں خریدا تھا اور تم ھو کہ اپنے بےھودہ سوالوں سے ناک میں دم کئے دے رہے ھو ۔»

«بھئی مجھے معاف کرو» میں نے معافی مانگی ۔ «مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم سوگ منا رہے ھو ۔»

اور میں دوڑتا ہؤا وانیا کے یہاں پہونچا۔

«سنو» میں نے کہا۔ «یہ ایک سوال ہے: ایک لڑکے اور ایک لڑکی نے ۱۲۰ اخروٹ توڑے۔ لڑکے نے لڑکی سے دو گنے اخروٹ لئے۔ جواب کے لئے ۳ سے تقسیم کرنا چاہئے۔ کیوں یہی طریقہ ہے نا؟»

«بالکل ٹھیک ہے» وانیا نے کہا۔ «لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے مل جائیں گے اور اس طرح اسے دو گنے مل جائیں گے۔»

«میں نے یہ سوال بغیر کسی کی مدد کے حل کیا ہے» میں نے اسے بتایا۔ «سوال بنانےوالوں نے خوب ہی گھما پھراکر سوال لکھا تھا اور سمجھے تھے کوئی حل نہ کر سکےگا لیکن میں نے حل کر دیا۔»

«بہت اچھا کیا تم نے۔»

«اور آئندہ سے اپنے سارے سوال میں خود ہی حل کیا کروں گا۔»

«بالکل یہی کرنا چاہئے۔ اسی میں فائدہ ہے۔ اس سے بہت کچھہ سمجھہ میں آتا ہے» وانیا نے کہا۔

میں دوڑکر گھر پہونچا۔ راستے میں یورا کساتکن ملا۔

«یورا سنو!» میں نے کہا۔ «ایک لڑکا اور لڑکی جنگل میں اخروٹ توڑنے گئے...»

«اچھا گئے تو پھر ہؤا کیا! ذرا یہ بتاؤ کہ گھر پر بیٹھہکر پڑھنے کے بجائے ادھر ادھر مارے مارے کیوں پھر رہے ہو؟»

«لیکن میں پڑھہ ہی رہا تھا۔ سچ کہتا ہوں!»

«پڑھہ رہے تھے! تمہاری وجہ سے سارے کلاس کا مذاق اڑتا ہے۔ تمہارا اور تمہارے ششکن کی وجہ سے۔»

«لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ پڑھ رہا ہوں، اور ششکن کا امریکی چوہا مر گیا اور تم جا کہاں رہے ہو؟»

«میں تمہارے گھر دیکھنے گیا تھا کہ تم کس طرح پڑھ رہے ہو۔ لیکن تم باہر تھے۔»

«یورا» میں نے ذرا سنبھل کر کہا «میں تم سے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں پڑھ رہا تھا۔ میں نے ایک سوال اپنے آپ ہی حل کیا ہے اور وانیا سے یہی کہنے چلا گیا تھا۔ تم میرے ساتھ واپس چلو تو تمہیں دکھاؤں۔»

ہم دونوں گھر پہونچے اور میں نے اسے اخروٹوں والا سوال دکھایا۔

«اخروٹ؟» یورا بولا «یہ تو تیسرے درجے کا سوال ہے۔»

«ہاں» میں نے جلدی سے کہا۔ «میں پچھلے سال کے سوال پھر سے کر رہا ہوں کہ دیکھوں بھول تو نہیں گیا۔ تم جانتے ہو نہ کہ پچھلے سال حساب میں مجھے اچھے نمبر نہیں ملے تھے اور اب میں اس کمی کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔»

«اب تم معقول باتیں کر رہے ہو۔ اگر یہ سمجھ لو کہ پہلے کیا کیا ہو چکا ہے تو کمی پورا کرنے میں بہت آسانی ہو جائے گی۔»

یورا چلا گیا۔ جلدی ہی لیکا واپس آ گئی اور میں نے اسے سوال سمجھا دیا۔ میں نے ایک درخت بنایا اور اس کی شاخوں میں اخروٹ لگائے اور ایک لڑکا بنایا جس کے دو جیبیں تھیں اور لڑکی جس کے ایک جیب تھی۔

«ارے وتیا» لیکا بولی «تم تو ہر چیز کو اتنا آسان بنا دیتے ہو کہ بس! میں تو اپنے آپ اسے کبھی نہ سمجھ سکتی۔»

«ارے یہ تو الف بے کی طرح آسان ہے» میں نے کہا ـ «اگر آئندہ سوال حل کرنے میں مشکل پڑے تو مجھ سے پوچھ لینا ـ میں چٹکی بجاتے میں سمجھا دوں گا ـ»

یہ بھی عجیب بات ہے کہ لوگ تبدیل کس طرح ہو جاتے ہیں! پہلے مجھے خود دوسروں کی مدد کی ضرورت رہتی تھی اور اب میں دوسروں کی مدد کر رہا ہوں ـ اور سب سے عجیب یہ تھی کہ مجھے اب تک حساب میں نمبر ۲ ہی مل رہا تھا!

دسواں باب



دوسرے دن صبح جب
سو کر اٹھا اور کھڑکی سے
جھانک کر دیکھا تو معلوم
ہؤا سردی آ گئی ہے۔
پچھواڑے کے آنگن میں برف
ہی برف تھی۔ ہر چیز سفید تھی۔ زمین اور چھت اور درختوں کی ہر شاخ پر برف جمی ہوئی تھی جیسے سفید بیل لگی ہو۔ دل تو چاہا کہ اسی وقت ماں کے دئے ہوئے اسکیٹس لےکر دوڑتا ہؤا برف سے جمے ہوئے تالاب پر پہونچ جاؤں۔ لیکن اسی وقت اسکول جانا تھا اور اسکول سے واپس آتے ہی میں اسکول میں دیا ہؤا کام کرنے بیٹھ گیا اور کام ختم ہؤا تو لیکا کی حساب کی کتاب میں سے بہت سے سوال حل کئے۔

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پچھلے سال کی حساب کی کتاب میں سے سارے سوال حل کر ڈالوں گا۔ بعض سوال کرنا تو مٹر کے دانے نکالنے کی طرح آسان تھا، لیکن تھوڑے سے ایسے بھی تھے جنہیں حل کرنے میں کافی مشکل پیش آئی۔ لیکن اب مجھے اس سے پریشانی نہ ہوتی تھی۔ میں نے اصول بنا لیا تھا کہ ایک سوال حل کرنے کے بعد ہی دوسرے کو ہاتھ لگاؤں گا۔ ظاہر ہے ساری کتاب ایک ہی دن میں ختم نہیں کر سکتا تھا۔ پورے دو یا تین ہفتے میں کتاب ختم

ہوئی۔ اس طرح صرف شام بچ رہتی تھی جب اسکیٹنگ کر سکتا تھا۔ لیکن اس سے کافی فائدہ ہؤا کیونکہ پچھلے سال کی حساب کی کتاب کے سارے سوال حل کرنے کے بعد میں اتنا تیز ہو گیا کہ چوتھے درجے کے تمام سوال بغیر کسی کی مدد کے حل کرنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ ہماری حساب کی کتاب میں بہت سے سوال بالکل ویسے ہی تھے جیسے تیسرے درجے کی کتاب میں تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ ذرا مشکل معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اب مجھے مشکل سوالوں سے ڈر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بلکہ اب تو سوال جتنے مشکل ہوتے تھے مجھے اتنا ہی مزا آتا تھا۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ مجھے یہ محسوس کر کے کتنا مزہ آیا کہ پہلے کے مقابلے میں اب حساب سے ڈر نہیں لگتا۔ سر سے ایک بوجھ سا اتر گیا۔ اولگا نکولائیونا مجھ سے خوش ہو گئیں اور مجھے اچھے نمبر دئے۔ دوسرے لڑکوں نے میرے پھسڈی پن پر مجھے ٹوکنا چھوڑ دیا اور ماں اور ابا بھی میری ترقی کو دیکھ کر خوش ہو گئے تھے۔ مجھے باسکٹ بال ٹیم میں شامل کر لیا گیا اور ہر تیسرے دن دو گھنٹے میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ مل کر کھیلنے لگا۔ اور جب باسکٹ بال نہ ہوتا تو میں اسکیٹنگ کرتا، برف پر ہاکی کھیلتا یا دوسرے لڑکوں کے ساتھ برف پر پھسلتا۔ اب تو بہت کچھ کیا جا سکتا تھا!

جہاں تک ششکن کا تعلق ہے اس نے اسکول کے سبق میں جی لگانے کے بجائے بہت سے امریکی چوہے، سفید چوہے، کچھوے اور معلوم نہیں کیا کیا خرید ڈالا۔ اسکے پاس تین خارپشت تھے! اب بھلا بتائیے کہ ایک لڑکا تین خارپشت لے کر کیا کرے گا؟ وہ اپنا سارا وقت اپنے جانوروں کے ساتھ صرف کرتا، انہیں کھلاتا، انکی دیکھ بھال

کرتا کیونکہ ان میں سے اکثر بیمار پڑ جاتے اور مر جاتے۔ اور پھر لوبزک بھی تھا۔ لوبزک ایک کتا تھا، جو کافی بڑا ساتھا، عمر میں کم اور بڑا کھلنڈڑا تھا۔ جسم کالا جھبرا تھا اور کان بڑے بڑے اور لٹکے ہوئے تھے۔ وہ ششکن کو ایک دن سڑک پر مل گیا تھا اور اسکے پیچھے پیچھے گھر آ گیا تھا۔

تو اس طرح ششکن اتنا مصروف رہتا تھا کہ پڑھنے کی فرصت ھی نہ ملتی تھی۔ اسکی ماں جب بیس بار ٹوکتی تو وہ اسکول کا کام کرنے بیٹھتا۔ کام کرکے گھر واپس آتی تو سب سے پہلے پوچھتی:

«سبق یاد کیا؟»

«ابھی نہیں۔ ابھی ایک منٹ میں پڑھنے بیٹھوں‌گا۔»

«نہیں۔ ابھی بیٹھو۔»

«ماں ایک منٹ۔ ذرا کچھوے کو کھانا کھلا لوں تو پڑھنا شروع کروں۔»

اسکی ماں باورچی‌خانے کے پاس چلی جاتی اور کوستیا اپنے کچھوے کو کھانا کھلاتا اور اسکے بعد اسے یاد آتا کہ امریکی چوھے کے لئے پنجرہ بنانا ھے اور پنجرہ بنانے بیٹھ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد اسکی ماں پھر کمرے میں آتی اور دیکھتی کہ وہ اپنے جانوروں ھی میں مصروف ھے۔

«پڑھنے کب بیٹھوگے؟»

«ایک منٹ میں ماں۔»

«یہ تو تم آدھے گھنٹے پہلے بھی کہہ چکے ھو۔ چلو فوراً کتابیں نکال‌کر بیٹھو۔»

«ماں ذرا پہلے پنجرہ بنا لوں۔»

«پنجرہ بنا لوں!، اس میں تو تین دن لگ جائیں گے ـ اسے فوراً بند کرو اور پڑھنے بیٹھو ـ»

«اچھا اچھا» وہ بددلی سے کہتا ـ «پنجرہ کل ختم کر لوں گا ـ خارپشت کے لئے ذرا پانی لے آؤں ـ»

خارپشت کے بعد اسے یہ دیکھنا ہوتا کہ دوسرے جانوروں کے پاس پانی ہے کہ نہیں ـ اسکے بعد یہ معلوم ہوتا کہ ایک خارپشت غائب ہے اور اسے سارے گھر میں تلاش کرتا پھرتا ـ آدھے گھنٹے بعد ماں پھر اس سے پڑھنے کے بارے میں پوچھتی ـ

«ایک منٹ ٹھیر جاؤ» وہ کہتا ـ «ذرا اس کمبخت خارپشت کو ڈھونڈھ لوں ـ معلوم نہیں کدھر نکل گیا ـ»

اور ہر روز یہی ہوتا ـ اگر آج ایک بات ہے تو کل کوئی دوسری بات ہے ـ اور جب ماں گھر میں نہ ہوتی تو وہ پڑھنے کے بارے میں بالکل سوچتا ہی نہیں تھا ـ وہ پڑھائی ٹالتا جاتا یہاں تک کہ اتنی دیر ہو جاتی کہ سونے کا وقت آ جاتا تھا اور کتاب کھولنے کا موقع ہی نہیں رہتا ـ اس وجہ سے اسنے کبھی کوئی چیز ٹھیک سے یاد نہیں کی ـ لیکن کسی نہ کسی طرح اسے نمبر ۳ مل جاتا اور کبھی کبھار تو نمبر ٤ بھی ملا ـ لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا ـ روسی میں وہ سب سے زیادہ کمزور تھا اور اگر میں اسے چپکے چپکے بتایا نہ کرتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتا ـ اب کلاس میں عام طور پر بتانا بند کر دیا گیا تھا کیونکہ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسکا نام دیواری اخبار پر آ جائے لیکن میں ششکن کی خاطر بتاتا رہتا تھا ـ وہ بہرحال میرا دوست تھا ـ میں یہ تو مانتا ہوں کہ اس سے اسے کچھ فائدہ نہیں ہؤا کیونکہ کلاس میں جب بھی املا بولا جاتا یا مضمون لکھنے کو کہا جاتا

تو ششکن کو یقین ہوتا کہ نمبر ۲ سے زیادہ نہ ملےگا اور اس لئے وہ اس دن اسکول ہی نہ آتا۔ ایک دن اولگا نکولائیونا نے کہا کہ کل املا بولوں‌گی۔ اس دن ششکن نے بیماری کا بہانہ کیا۔ اس نے اپنی ماں سے کہا کہ میرے سر میں درد ہے اور انہوں نے اجازت دیدی کہ آج گھر ہی پر رہو اور کہا کہ کام پر سے جیسے ہی واپس آؤں‌گی تو ڈاکٹر کو بلاکر دکھلا دوں‌گی۔ لیکن جب وہ واپس آئیں تو ششکن نے کہا کہ اب درد چلا گیا ہے اور ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی ماں نے استانی کے نام خط لکھہ دیا کہ میں نے کوستیا کو گھر پر روک لیا تھا کیونکہ اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس طرح ہر چیز ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔ دوسری بار جب کلاس میں ہم لوگ مضمون لکھنےوالے تھے تو ششکن نے پھر سر میں درد کا بہانہ کیا اور ماں نے پھر ایک خط استانی کے نام لکھہ دیا۔ لیکن جب وہ پھر واپس آئیں اور کوستیا کو دیکھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے تو انہیں تعجب ہؤا مگر انہیں کسی قسم کا شبہ نہیں ہؤا۔ لیکن جب یہی تماشہ تیسری بار ہؤا تو انہیں شبہ ہو گیا۔ پہلے تو کوستیا نے اعتراف نہیں کیا کہ اس نے بہانہ کیا ہے مگر جب اسکی ماں نے کہا کہ وہ خود اسکول جاکر معلوم کریں‌گی تو اسنے اعتراف کر لیا۔

ظاہر ہے کہ اسکی ماں کو بہت غصہ آیا۔ اتفاق سے اسی دن ششکن لوبزک کو گھر لایا تھا۔ ششکن کی ماں پہلے ہی سے اس پر خفا ہؤا کرتی تھی کہ پتہ نہیں کون کون سے جانور لے آیا ہے اور ان ہی کے ساتھہ وقت برباد کیا کرتا ہے اور پڑھتا نہیں ہے۔ اس لئے کوستیا نے احتیاطاً لوبزک کو گودام میں چھپا دیا تھا۔ مگر ہؤا یہ کہ جس وقت اس پر ماں کی ڈانٹ پڑ رہی تھی کہ بیماری کا بہانہ بناکر دھوکا کیوں دیا اسی وقت لوبزک ٹہلتا ہؤا کمرے کے اندر آ گیا۔

«یه کیا ہے؟» وہ چلائیں ۔

«یہ... یہ... کتا ہے» ششکن ھکلانے لگا ۔

«کتا؟ کتا لانے کی اجازت کس نے دی؟ گھر کو تو پہلے ھی تم نے چڑیاگھر بنا رکھا ہے ۔ پڑھنے کے بجائے ان ھی جانوروں کے ساتھہ وقت برباد کیا کرتے ھو ۔ بس بہت ھو گیا! ان سب جانوروں کو فوراً یہاں سے لے جاؤ! سارے جانوروں کو ۔ چوھے، خارپشت اور دوسرے جانور! اور یہ کتا اب یہاں ایک منٹ بھی نہ ٹھیرنے پائے!»

بیچارے کوستیا نے دیکھا کہ بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ آنکھوں میں آنسو بھرے وہ سارے جانور اپنے دوستوں میں تقسیم کرتا پھرا ۔ اس نے سب کچھہ تقسیم کر دیا سوائے ایک خارپشت کے جسے کوئی بھی لینے کے لئے تیار نہیں تھا ۔ تب وہ اسے میرے پاس لے آیا اور اسکے گھر پر جو کچھہ ھؤا تھا وہ سب کہہ سنایا ۔ میں خارپشت لینا نہیں چاھتا تھا کیونکہ اسنے جو چوھے دئے تھے اب ان میں اتنا اضافہ ھو گیا تھا کہ گھر بھر گیا تھا اور کچھہ چوھے ایک میز کے خانے میں رھنے لگے تھے ۔ اسکے علاوہ خارپشت اتنا کمزور معلوم ھو رھا تھا کہ میں سمجھا کہ وہ بیمار ہے، لیکن ششکن نے کہا کہ بیمار نہیں ہے بلکہ سردیوں بھر سونے کی تیاری کر رھا ہے کیونکہ سب خارپشت سردیوں بھر سوتے ھیں ۔ اس طرح میں اسے لینے کے لئے تیار ھو گیا اور ششکن نے کہا کہ جب موسم بہار میں خارپشت جاڑے بھر کی نیند سے بیدار ھوگا تو میں اسے پھر واپس لے جاؤں گا ۔

لیکن وہ لوبزک کو جدا کرنے پر قطعی تیار نہیں تھا ۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اسے اوپر کی کوٹھڑی میں چھپا دیا جائے ۔ چمنی کے بالکل پاس اسکا بستر تیار کیا اور ایک کڑی سے اسکا پٹہ باندھہ دیا ۔

کوٹھڑی میں سردی تھی مگر چمنی کافی گرم تھی اس لئے لوبزک کو برا نہیں لگا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ کبھی کبھی تو بیچارے کتے کو بڑی تکلیف ہوتی ہوگی خاص طور پر اس وقت جب کہ باھر برف پڑتی ہوگی کیونکہ اس وقت چمنی بہت گرم ہوتی ہوگی اور اس طرح ایک طرف تو سردی سے اکڑ جاتا ہوگا اور دوسری طرف چمنی سے جل جاتا ہوگا۔ کوستیا کو ڈر تھا کہ کہیں لوبزک کے کان برف سے زخمی نہ ہو جائیں یا اسے نمونیہ نہ ہو جائے۔ وہ چھپاکر اسکے لئے کھانا لے آتا اور سارا فرصت کا وقت اسی کے ساتھہ گزارتا تاکہ کتا تنہائی محسوس نہ کرے۔ جب اسکی ماں باھر چلی جاتیں تو وہ اسے نیچے لے جاتا اور اسکے ساتھہ کھیلتا اور جب ماں کے واپس آنے کا وقت ہوتا تو وہ اسے پھر اوپر پہونچا دیتا۔ شروع شروع میں ھر چیز ٹھیک ہوتی رھی لیکن ایک دن وہ لوبزک کو وقت سے لے جانا بھول گیا یا شائد اسکی ماں وقت سے پہلے آ گئی۔ بہرحال جو بھی ھو جیسا کہ کہا جاتا ھے ششکن «موقع واردات پر پکڑ لیا گیا۔»

«یہ کیا! کتا پھر یہاں آ گیا؟» اسکی ماں چلائیں «تو اسی لئے تمہیں پڑھنے کا وقت نہیں ملتا! میں نے کہا تھا کہ نہیں کہ اسے نکال دو؟»

بیچارے ششکن کو اعتراف کرنا پڑا کہ ماں نے جو کچھہ کہا تھا اس نے وہ نہیں کیا اور یہ کہ لوبزک اس سارے زمانے میں کوٹھڑی میں رہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس نے لوبزک کو خوب کھلایا پلایا ھے اور اسکی نگہداشت کی ھے کیونکہ اسے لوبزک سے بہت محبت تھی اور دوسرے یہ کہ ایک مظلوم، بےگھر کتے کو باھر سردی میں نکالتے ہوئے اسکا دل دکھتا تھا۔

«اگر تم پڑھنے پر زیادہ وقت صرف کرو تو میں شائد لوبزک کو رکھنے کی اجازت دوں گی» اسکی ماں نے کہا ۔ «لیکن جب تم کہنا ہی نہ مانو تو میں کیا کروں؟»

«ہر وقت جب لوبزک کی فکر لگی رہتی ہے تو پڑھوں کیسے؟» ششکن نے کہا ۔ «جب بھی میں اسکول کا کام لےکر بیٹھتا ہوں تو بیچارے لوبزک کا خیال آ جاتا ہے کہ اکیلا کوٹھڑی میں پڑا ہؤا ہے اور پھر اس پر اتنا دل دکھتا ہے کہ سبق یاد نہیں کرتے بنتا ۔»

اسکی ماں کو اس پر رحم آ گیا «اچھی بات ہے» وہ بولیں ۔ «اگر تم وعدہ کرو کہ اسکول سے آنے کے بعد فوراً پڑھنا شروع کروگے تو میں کتا رکھنے کی اجازت دیدوں گی ۔»

کوستیا نے وعدہ کر لیا ۔

«دیکھنا ہے کہ تم وعدہ کس طرح پورا کرتے ہو» اسکی ماں نے کہا ۔ «آج سے میں ہر روز دیکھوں گی کہ اسکول کا کام کرتے ہو یا نہیں ۔»

دوسرے دن اسکول سے گھر آتے وقت کوستیا نے سارا قصہ مجھے سنایا ۔

«ذرا میرے گھر آؤ تو دکھاؤں کہ میں لوبزک کو کس طرح ٹریننگ دے رہا ہوں» کوستیا نے کہا ۔ «تم دیکھنا کہ کتنا تیز کتا ہے ۔ ابھی سے منہہ میں لکڑی پکڑنا سیکھہ گیا ہے ۔»

«میرا خیال ہے کہ ایسا کرنے میں زیادہ دماغ کی ضرورت تو تھی نہیں» میں نے کہا ۔

«تمہارے لئے نہیں» وہ بولا ۔ «لیکن کتے کے لئے تو یہی بڑی بات ہے ۔»

ہم اسکے گھر گئے۔ ششکن نے نعمت خانے سے شکردان نکالا اور لوبزک کو بلایا۔ لوبزک نے شکردان جیسے ہی دیکھا اچھل پڑا اور لگا خوشی سے دم ھلانے۔ معلوم ھوتا تھا کہ وہ شکردان کو پہچانتا ہے۔ کوستیا نے اسکے منہہ کے سامنے ایک لکڑی رکھہ دی اور کہا:

«اچھا یہ لکڑی منہہ میں پکڑ لو تو شکر کی ایک ڈلی ملےگی۔»

لوبزک لکڑی سے دور ھٹ گیا اور شکردان کو دیکھنے لگا۔

«شکردان کو مت دیکھو یہ لکڑی پکڑو!» کوستیا اس پر چلایا۔

لیکن لوبزک کو لکڑی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کوستیا نے زبردستی اسکا منہہ کھولا اور دانتوں کے درمیان لکڑی ٹھونس دی لیکن جیسے ھی چھوڑا لوبزک نے منہہ کھول دیا اور لکڑی فرش پر گر پڑی۔

«تم بہت خراب کتے ھو جو کچھہ میں نے کل سکھایا تھا وہ سب بھول گئے۔» کوستیا اس پر خفا ھونے لگا۔ «اب پھر سے سکھانا پڑےگا۔»

اس نے لوبزک کے منہہ میں پھر لکڑی ٹھونس دی اور مجھہ سے کہا کہ اسکی ناک پکڑ لو تاکہ وہ اپنا منہہ نہ کھول سکے۔ لوبزک کچھہ دیر تک لکڑی کو پکڑے رھا اور ھم نے انعام کے طور پر اسے شکر کی ایک ڈلی دی۔ اسے ھم لوگوں نے اتنی مرتبہ دھرایا کہ لوبزک یہ محسوس کرنے لگا کہ جب بھی وہ لکڑی منہہ میں پکڑےگا اسے شکر کی ایک ڈلی ملےگی اور اسطرح بغیر ھماری مدد کے وہ لکڑی منہہ میں پکڑنے لگا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ لکڑی کو بہت جلدی چھوڑ دیتا تھا تاکہ شکر کی ڈلی مل جائے لیکن جب وہ جلدی کرتا تو کوستیا اسے شکر نہ دیتا اور اسے کرتب دکھانے پر پھر مجبور کرتا۔

اس شام کو میں بہت دیر سے گھر پہونچا اور دیکھا یہ کہ میں نے اپنے ٹائم ٹیبل کی خلاف ورزی کی ھے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ گرمی کی چھٹیاں آئیں گی تو میں ایک کتا پالوں گا اور اسے بہت سے کرتب سکھاؤں گا لیکن پھر میں نے سوچا کہ جب تک اسکول بند نہ ہو جائے اس وقت تک کتے کے بارے میں سوچنا ھی نہ چاھئے کیونکہ جانوروں کو تربیت دینے میں بہت وقت لگتا ھے۔ ابھی ابھی تو حساب میں مجھے اچھے نمبر ملنا شروع ہوئے تھے اور اگر میں نے محنت نہ کی تو پھر ۲ نمبر مل جائیں گے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پہلے خود پڑھہ لینا چاھئے اور اسکے بعد کتے کی تربیت کے متعلق سوچنا چاھئے۔

لیکن ششکن اپنا سارا فالتو وقت لوبزک کے ساتھہ صرف کرتا تھا۔ اسنے اسے صرف لکڑی منہہ میں پکڑنا ھی نہیں سکھایا بلکہ اسے کچھہ دور تک لیجانا بھی سکھایا۔

ظاھر ھے لوبزک نے یہ سب کچھہ مفت میں نہیں کیا۔ اسے اس کے بدلے میں بہت سی شکر ملتی تھی۔ لیکن مجھے کہنا پڑتا ھے کہ اس نے بہت محنت کی۔ شکر کی ایک چھوٹی سی ڈلی کے لئے وہ یہاں سے ووکزالنی اسٹریٹ تک لکڑی لے جاتا تھا۔ ششکن نے کہا کہ وہ لوبزک کو بہت سے کرتب سکھا سکتا ھے لیکن اسنے اسے زیادہ سکھانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ وہ اس قسم کا آدمی ھے جو ایک ھی کام کرتے کرتے بہت جلدی تھک جاتا ھے اور دوسرا کام شروع کر دیتا ھے۔

گیارہواں باب



ہمارے سب ہم جماعت بہت عرصے سے سرکس جانا چاہتے تھے اور اس لئے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب ولودیا نے بتایا کہ وہ ہم لوگوں کے لئے سرکس کے ٹکٹ لینے جا رہے ہیں تو ہم لوگ کتنا خوش ہوئے ہوں گے۔ ہم سب مل کر سینما تو کئی مرتبہ گئے تھے مگر سرکس کبھی نہیں گئے تھے۔ میں خود بہت عرصے سے سرکس نہیں گیا تھا اور ششکن کہتا تھا کہ «مجھے سرکس دیکھے ہوئے اتنے دن ہو گئے کہ میں سب کچھ بھول گیا۔» اسے صرف اتنا یاد تھا کہ کچھ بڑے بڑے جانور ہوتے ہیں لیکن یہ یاد نہیں تھا کہ وہ شیر ببر ہوتے ہیں یا چیتے یا گھوڑے۔ اس وقت وہ بہت چھوٹا تھا۔

ہمیں زیادہ شوق اس موٹر سائکل والے کو دیکھنے کا تھا جو ایک دھات کے پنجرے کے اندر ہی اندر خوب چکر لگاتا تھا۔ یہ پنجرہ ایک بڑے سے گلوب کی طرح تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پنجرے کی «سلاخوں» میں سے آرپار نظر آ سکتا تھا۔ ہم نے اسکے متعلق اشتہار پڑھا تھا اور لوگوں کی زبانی دلچسپ قصے سنے تھے جنھوں نے اسکا

کھیل دیکھا تھا - انکا کہنا تھا کہ یہ موٹرسائکل والا اس پنجرے کے اندر بڑی تیزرفتاری سے چکر لگاتا ہے - پہلے وہ نیچے کے آدھے حصے میں چکر لگاتا ہے اور اسکے بعد وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگتا ہے یہاں تک کہ اوپر کے آدھے حصے میں اسی طرح چکر لگانے لگتا ہے جسے اس گلوب کا «خط استواء» کہہ سکتے ہیں - جب پنجرے کا نچلا آدھا حصہ ہٹا لیا جاتا ہے تو وہ اوپر کے آدھے حصے میں چکر لگایا کرتا ہے - جیسے کوئی الٹے پیالے کے اندر چکر لگائے - اور اسکے نیچے کچھہ بھی نہ ہو - لوگ کہتے ہیں کہ اسکی اس تیزرفتاری سے مرکزگریز قوت پیدا ہوتی ہے اور وہی کسی نہ کسی طرح اسے گرنے سے روکے رہتی ہے - اگر رفتار کم ہو جائے تو مرکزگریز قوت کم ہو جائےگی اور وہ گر پڑےگا -

کچھہ لڑکوں کا کہنا تھا کہ ہم لوگ سب ملکر سرکس جا ہی نہ سکیں‌گے کیونکہ ولودیا اتنے بہت سے ٹکٹ خرید ہی نہ سکیں‌گے اور یہ کہ جن لوگوں کو تمام مضمونوں میں نمبر ۵ ملا ہے صرف وہی جا سکیں‌گے - کچھہ لڑکے کہتے تھے کہ ششکن کے علاوہ سب جائیں‌گے - اور کچھہ لوگ کہتے تھے کہ کوئی بھی نہ جائےگا کیونکہ ٹکٹ پہلے ہی سے بک چکے ہوں‌گے -

آخر ٹکٹ خرید لئے گئے اور ہم سب مع ششکن کے سرکس گئے - ہم لوگ کھیل شروع ہونے سے بہت پہلے پہونچ گئے لیکن ہمیں یہ بات بری نہیں معلوم ہوئی - وقت مقررہ سے پہلے پہونچنا تو اچھا ہی ہے کیونکہ دیر میں پہونچنے سے بعض دفعہ اندر گھسنا مشکل

ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور ایرینا* صاف نظر آ رہا تھا جس میں ایک بڑی سی دری بچھی ہوئی تھی۔ چھت سے مختلف قسم کی رسیاں اور ڈوریاں لٹک رہی تھیں اور بالکل اوپر چھتر کے قریب طرح طرح کی اور چیزیں تھیں، مثلاً چکر اور ورزشی جھولے اور سیڑھیاں اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ آہستہ آہستہ سرکس بھرنے لگا اور تھوڑی دیر میں معلوم ہونے لگا جیسے سارا شہر وہیں امنڈ آیا ہے۔ میں نے لوگوں کو گننے کی کوشش کی لیکن جب میں دو سو تیس پر پہونچا تو بھول گیا۔ میں نے پھر سے گنتی شروع کی کہ بہت سی روشنیاں ایک دم چمک اٹھیں اور سرکس کے اندر اتنی روشنی ہو گئی جیسے دھوپ نکلی ہوئی ہو۔ ہر چیز میں جان سی پڑ گئی اور ایک تفریحی اور رنگا رنگ سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ کھیل بہت دیر سے شروع ہوگا اور میں ابھی تماش بینوں کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ایکدم جھانجھیں بجنے لگیں۔ نقاروں پر چوٹ پڑی، وائلن گنگنانے لگے، بگل چیخنے لگے اور چند کرتب دکھانے والے دوڑتے ہوئے ایرینا میں آ گئے۔ وہ لوگ ہوا میں اچھلنے لگے، قلا بازیاں کھانے لگے، گول گول دائرے بناتے ہوئے قلا بازی کھانے لگے اور ایک دوسرے کو اوپر اچھالنے لگے۔ اور ان لوگوں نے یہ سب اتنی اچھی طرح کیا کہ دیکھنےوالوں کا جی چاہنے لگا کہ ایرینا میں پہونچ کر ان لوگوں کے ساتھ قلابازی کھانے لگیں۔ میں تو انہیں ساری رات دیکھ سکتا تھا لیکن وہ لوگ بہت جلدی بھاگ گئے اور

---

* ایرینا: سرکس میں وہ میدان جس میں کھیل کود ہوتے ہیں۔ مترجم

انکی جگہ جانوروں کو سدھانے والا ریچھوں کو لےکر آ گیا۔ کتنے ہوشیار ریچھ تھے وہ! وہ رسی پر چلتے تھے، جھولا جھولتے تھے اور لڑھکتے ہوئے پیپوں پر چلتے تھے اور ان کا قدم کبھی نہیں چوکتا تھا۔ اور دو ریچھ تو سائیکلوں پر سوار ہوکر ایرینا کا چکر بھی لگانے لگے!

اسکے بعد چند بازیگر آئے جنہوں نے اپنے پیروں سے تماشے دکھائے۔ ہاتھ سے نہیں۔ پیٹھ کے بل لیٹ‌کر انہوں نے لکڑی کے رنگین بیلنوں کو پنجوں کے بل نچانا شروع کیا، پھر ایک پنجے سے دوسرے پنجے پر لے گئے اور بہت سی ایسی حرکتیں کیں کہ عام طور پر لوگ ہاتھ سے بھی نہیں کر سکتے۔

اسکے بعد کتے آئے۔ وہ اچھلے کودے، قلابازیاں کھائیں، پچھلے پیروں پر کھڑے ہوکر چلے، چھوٹی چھوٹی گاڑیوں میں ایک دوسرے کو بٹھاکر دوڑے اور فٹ‌بال کھیلے۔ اسکے بعد ایک جانور سدھانے والی عورت نے اعلان کیا کہ اس کے پاس ایک ایسا کتا ہے جو گنتی گن سکتا ہے۔ ایک تپائی لائی گئی اور اس پر ایک چھوٹے سے سیاہ کتے کو بٹھا دیا گیا۔ ٹرنیر نے کتے کے سامنے لکڑی کے تین ٹکڑے رکھ دئے اور اس سے گننے کے لئے کہا۔ ہم سوچ رہے تھے جب کتا بات تک نہیں کر سکتا تو گنتی کیسے گن سکتا ہے؟ کتے نے بات تو نہیں کی لیکن وہ تین مرتبہ بھونکا۔ ہر شخص بہت خوش ہؤا اور سب نے تالیاں بجائیں۔ ٹرنیر نے کتے کی تعریف کی اور اسے شکر کی ایک ڈلی دی۔ اسکے بعد اس نے کتے کے سامنے پانچ ٹکڑے رکھے اور کہا:

«گنوا!»

اور کتا پانچ مرتبہ بھونکا۔

اس کے بعد ٹرینر نے دفتی کے ایک ٹکڑے پر لکھے ہوئے نمبروں کی طرف اشارہ کیا جنہیں ہر شخص آسانی سے دیکھہ سکتا تھا اور ہر بار کتے نے بھونک کر صحیح جواب دیا۔

لیکن ہمیں زیادہ تعجب یہ دیکھہ کر ہؤا کہ کتے نے جمع اور باقی سوالوں کے بھی صحیح جواب دئے۔

«دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟» ٹرینر نے پوچھا۔

کتا چار مرتبہ بھونکا۔

«اور تین میں چار جوڑ دیں تو؟»

کتا سات بار بھونکا۔

«دس میں سے چار گھٹاؤ۔»

کتا چھہ بار بھونکا۔

ہم تعجب سے منہہ کھولے دیکھتے رہے۔

اس کے بعد دو اور بازیگر آئے۔ ان لوگوں نے طشتریاں اور دوسری چیزیں ہوا میں اچھالیں اور روک لیں۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی وقت میں چار چار طشتریوں کو اچھال اچھال کر روکنا شروع کیا اور پھر ایک دوسرے کو دینے لگے۔ طشتریوں کو آتے جاتے دیکھہ کر بڑا مزہ آ رہا تھا جیسے کوئی زندہ چیز ہو اور ایک طشتری بھی نہیں ٹوٹی۔

اور مسخرے کی بات تو میں بھول ہی گیا! ہلکے نیلے رنگ کا پاجامہ پہنے تھا، زرد رنگ کا جیکٹ اور ہرے رنگ کی ٹوپی اور ناک بے انتہا سرخ تھی۔ سب بازیگر جو کچھہ کرتے تھے وہ بھی وہی

کرتا تھا بس فرق یہ تھا کہ وہ ہر چیز میں گڑبڑ کر دیتا تھا ۔ جب بازیگر ایرینا سے چلے گئے تو وہ تین لکڑی کے ٹکڑے اٹھا لایا اور ان سے کرتب دکھانے لگا ۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد لکڑی کا ایک ٹکڑا زور سے اسکے سر پر پڑا اور وہ بھاگا ۔ اور ریچھوں کے سائکل چلانے کے بعد وہ ایک سائکل پر بیٹھ کر باہر آیا ۔ اور سیدھا ایرینا کی آخری حد تک آ گیا اور اسکی سائکل ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر گئی ۔



اور جب گھوڑے والے آئے تو ان سے درخواست کرنے لگا کہ مجھے بھی گھوڑے پر بٹھا لو لیکن گرنے سے اتنا ڈرتا تھا کہ ان سے کہا کہ مجھے ایک پیٹی سے باندھ دو جو چھت سے لٹکتی ہوئی رسی سے بندھی تھی ۔ اسکے بعد اسنے دم پکڑ کے گھوڑے پر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن گھوڑے نے دو لتیاں جھاڑیں ۔ اس نے چاہا کہ وہ بھاگ کر سیڑھی لے آئے لیکن وہ بھول گیا کہ وہ حفاظت کی رسی سے بندھا ہؤا ہے ۔ اور پھر ایک سوار سے کہا کہ میری ایک ٹانگ پکڑکر کھینچ

لو۔ سوار نے پوری قوت سے اسے نیچے سے کھینچا لیکن گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھنے کے بجائے نہ جانے کس طرح وہ سوار کی پیٹھ پر پہونچ گیا۔ اور سوار اس زرد جکیٹ والے احمق کو اپنی پیٹھ پر بٹھائے سارے ایرینا کا چکر لگاتا رہا۔

«ارے او! تو نے غلط گھوڑے کا انتخاب کیا ہے!» سوار چلایا۔

آخر ان لوگوں نے مسخرے کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ گھوڑا بہت تیزی سے دوڑنے لگا اور مسخرہ گر پڑا۔ لیکن زمین پر نہیں گرا کیونکہ رسی سے بندھا ہؤا تھا۔ اس لئے اسی میں لٹکا رہ گیا۔ اب وہ اپنے ہاتھ اور پیر پھیلا کر سرکس کے چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ عجیب مسخرہ تھا! کوئی چیز بھی تو ٹھیک سے نہیں کر سکتا تھا۔ بس لوگوں کو ہنسا سکتا تھا۔

پروگرام کا آخری تماشہ موٹرسائکل والے کا تھا۔ انٹرول میں ہم باہر نہیں گئے بلکہ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور ساری تیاریاں دیکھتے رہے۔ پہلے پنجرے کا اوپری حصہ ٹھیک ٹھاک کیا گیا۔ اتنا بڑا تھا کہ اگر زیادہ نہیں تو کم سے کم بیس آدمی اس میں آسانی سے آ سکتے تھے۔ اسکے بعد اوپری حصے کو کھینچ کر بالکل چھت کے پاس پہونچا دیا گیا اور نچلا آدھا حصہ جوڑ جاڑکر ایرینا میں رکھا گیا۔ نچلے حصے میں دو موٹرسائکلیں اور دو سائکلیں رکھی گئیں اور پھر اسے بھی کھینچ کر اوپر کے حصے سے جوڑ دیا گیا۔ پنجرے میں نیچے کی طرف ایک قسم کا دروازہ تھا جس میں سے رسی کی ایک سیڑھی لٹک رہی تھی۔

آخر انٹرول ختم ہؤا اور لوگ پھر ہال میں جمع ہو گئے۔ روشنی کھول دی گئی اور موٹرسائکل چلانے والے ایرینا میں آئے۔

وہ لوگ نیلے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کے سروں پر خود تھے۔ یہ لوگ تین تھے۔ دو مرد اور ایک عورت۔ وہ آکر ناظرین کے سامنے تعظیماً جھکے۔ بینڈ بجنے لگا اور ان لوگوں نے رسی کی سیڑھی سے چڑھنا شروع کیا۔ دروازے کے ذریعہ تینوں ایک کے بعد ایک داخل ہو گئے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور سائکلوں پر بیٹھ کر پنجرے کا چکر لگانے لگے۔ پہلے دھیرے دھیرے چلاتے رہے اور سائکلوں نے پنجرے کے نچلے حصے میں چکر کاٹنے شروع کئے لیکن آہستہ آہستہ رفتار تیز ہوتی گئی اور وہ لوگ اوپر پہونچتے گئے یہاں تک کہ سائکلیں چلانے والے افقی پوزیشن میں آ گئے معلوم نہیں وہ گر کیوں نہیں گئے۔ وہ لوگ ایک کے بعد ایک سائکلوں پر بیٹھتے تھے اور عورت بھی اسی قدر اچھی طرح بیٹھی جس طرح مرد بیٹھے تھے۔

اس کے بعد ان میں سے ایک نے موٹر سائکل اسٹارٹ کی۔ اتنی زور سے شور ہؤا جیسے مشین گن داغی جا رہی ہو اور موٹرسائکل والا بڑی تیزی کے ساتھ پنجرے کا چکر لگانے لگا۔ کبھی کبھی تو ایسا موقع آتا کہ وہ تقریباً سر نیچے اور پیر اوپر کرکے موٹر سائکل چلاتا رہتا اور اوپر سے نیچے آتا اور ہمیں ڈر لگ رہا تھا کہ وہ اپنی سیٹ پر سے گر پڑے گا مگر گرا نہیں۔ دوسرے موٹر سائکل والے نے بھی اپنی موٹرسائکل اسٹارٹ کی اور پہلے والے کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں نے مل کر کیا ہنگامہ مچایا ہے! کان پھٹے جا رہے تھے۔ دوسرا موٹرسائکل والا پنجرے کے نیچے والے حصے میں آیا اور رک گیا لیکن پہلا والا تو بس چکر لگائے ہی جا رہا تھا۔

اور اس کے بعد پنجرے کا نچلا حصہ نیچے کر لیا گیا اور موٹر سائکل والا اوپری حصے میں چکر لگاتا رہا۔ جب نچلا حصہ زمین پر

پہونچ گیا تو دوسرا مرد اور وہ عورت باہر آ گئے۔ لیکن پہلا موٹر سائکل والا ابھی تک اوپری حصے میں چکر لگائے جا رہا تھا۔ ہم سانس روکے اسے دیکھہ رہے تھے۔ «اگر انجن خراب ہو گیا تو کیا ہوگا؟» میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ برابر چلتا ہی ہے کیونکہ اگر وہ ذرا بھی رکا تو مرکزگریز قوت ختم ہو جائےگی اور وہ دھڑام سے نیچے آ لےگا۔

کبھی کبھی تو مجھے ایسا لگتا تھا کہ اب دوسرے ہی لمحے انجن بگڑنے والا ہے لیکن تماشہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ پنجرے کا نچلا حصہ پھر سے اوپر کھینچا گیا اور موٹرسائکل والے نے رفتار کم کی اور پنجرے کے نچلے حصے میں چکر لگانے لگا۔ پھر چکر چھوٹے ہوتے گئے اور آخر میں وہ رک گیا اور دروازے میں سے ہوکر سیڑھی کے ذریعہ باہر نکلا۔ سرکس تالیوں سے گونج اٹھا۔

سارے کھیل ختم ہو گئے۔ ختم ہونے پر ہم لوگوں کو بے انتہا افسوس ہؤا اور سرکس سے اٹھتے ہوئے برا معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جب بڑا ہو جاؤںگا تو ہر روز سرکس جایا کرونگا۔ اگر ہر روز نہیں تو کم سے کم ہفتے میں ایک دن ضرور جاؤںگا۔ سرکس سے میں کبھی نہیں تھک سکتا!



بارھواں باب

دوسرے دن میں ششکن کے یہاں یہ پوچھنے گیا کہ خارپشت کو کس طرح کھانا کھلایا جائے کیونکہ شائد اس نے سردیوں بھر سونے کے متعلق اپنا خیال بدل دیا تھا۔ رات کو وہ کمرے بھر میں گھومتا پھرتا، کاغذوں میں گھس کر کھڑبڑ کرتا تھا اور ہر شخص کو جگائے رکھتا تھا۔ جب میں ششکن کے کمرے میں داخل ہؤا تو دیکھا کہ وہ فرش پر لیٹا ہؤا ہے اور پیر اوپر اٹھے ہیں اور اس کے ہاتھوں میں ایک سوٹ کیس ہے۔

«فرش پر لیٹے ہوئے کیا کر رہے ہو؟» میں نے اس سے پوچھا۔

«میں نے بھی بازی‌گر بننے کا فیصلہ کیا ہے» وہ بولا۔ «دیکھو میں اس سوٹ‌کیس کو پیروں پر نچانے جا رہا ہوں۔»

اس نے سوٹ‌کیس اٹھایا اور اسے پیروں پر روکنے کی کوشش کی لیکن کر نہ سکا۔

«ایک بار اوپر پہونچ جائے تو سب ٹھیک ہے» اسنے ہانپتے ہوئے کہا۔ «وتیا ذرا میری مدد کرو۔»

میں نے سوٹ‌کیس کو لے‌کر اسکے پیروں پر رکھہ دیا۔ اوپر پیر اٹھائے ہوئے تھوڑی دیر تک تو اس نے اسے روکا۔ اسکے بعد اسے آھستہ آھستہ گھمایا لیکن سوٹ‌کیس پیروں پر سے پھسل‌کر فرش پر آ رہا۔

«نہیں اس طرح نہیں» ششکن بولا۔ «میرے جوتے کے تلے بہت چکنے ہیں۔ انہیں اتار دوں۔»

اس نے جوتے اتار دئے اور پیر اٹھاکر پھر لیٹ گیا۔ میں نے سوٹ‌کیس پھر پیروں پر رکھہ دیا۔

«اب ٹھیک ہے» وہ بولا۔

اس نے پھر اسے گھمانے کی کوشش کی لیکن سوٹ‌کیس پھر پھسل گیا اور اس بار اسکے پیٹ پر گرا۔ ششکن پیٹ پکڑکر بیٹھہ گیا اور کراهنے لگا۔

«آہ، آہ، درد هوتا هے۔ سوٹ‌کیس بہت بھاری هے۔ کسی هلکی چیز سے مشق کرنی چاهئے۔»

هم لوگوں نے هر طرف کسی هلکی چیز کی تلاش شروع کی مگر کوئی مناسب چیز نہیں ملی۔ ششکن نے صوفے پر سے ایک تکیہ اٹھا لیا اور اسے اس طرح توڑ موڑکر ایک ستلی سے باندهه دیا کہ وہ گوشت کا ٹکڑا معلوم هونے لگا۔

«یہ هلکا بھی هے اور نرم بھی» اس نے کہا «اگر گر بھی پڑے تو چوٹ نہیں لگےگی۔»

وہ پھر فرش پر لیٹ گیا اور میں نے «گوشت کا ٹکڑا» اسکے پنجوں پر رکھہ دیا۔ اسنے اسے نچانا چاها مگر کامیابی نہیں هوئی۔ وہ بولا «نہیں، میں پہلے پیر سے پکڑنا سیکھوں‌گا جیسا وہ سرکس والا بازیگر کرتا تھا۔ تم وهاں سے پھینکو اور میں پیر سے پکڑ لوں‌گا۔»

میں نے گدا اٹھا لیا او رکمرے کے دوسرے کونے میں جاکر کر میں نے اسے پھینکا۔ پیروں پر پڑنے کے بجائے وہ سیدها جاکر اسکے منہہ پر پڑا۔

«تم گدھے هو!» ششکن چلایا۔ «دیکھتے نہیں هو کہ کیا کر رهے هو؟ میرے سر پر نہیں پیروں پر پھینکو۔»

میں نے تکیہ اٹھاکر نشانہ لیا ـ اسنے بہت پیر مارے مگر پکڑ نہ سکا ـ کوئی بیس بار میں نے گدا پھینکا لیکن وہ صرف ایک بار پیروں سے پکڑ سکا ـ

«دیکھا؟» وہ چلایا ـ «جیسے سچ مچ بازیگر ہوا!»

میں نے سوچا کہ میں بھی آزماکر دیکھوں ـ میں فرش پر لیٹ گیا اور گدے کو پیروں سے پکڑنے کی کوشش کی لیکن ایک بار بھی پکڑ نہیں سکا ـ آخر میں نے بھی کوشش چھوڑ دی کیونکہ پیٹھ میں اس بری طرح درد ہونے لگا تھا جیسے کوئی چڑھ‌کر بیٹھ گیا ہو ـ

«اچھا خیر» ششکن بولا ـ «آج کے لئے گدے کی مشق کافی ہو گئی ـ اب کرسیوں کو آزمائیں ـ»

ایک کرسی پر بیٹھ‌کر آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف جھکنے لگا تاکہ کرسی کا توازن پیچھے دو پایوں پر قائم‌کر لے ـ کرسی پیچھے جھکتی رہی یہاں تک کہ وہ الٹ گئی ـ ششکن دھڑام سے فرش پر گرا اور اس کے خاصی چوٹ آ گئی ـ اسکے بعد میں نے بھی کوشش کی لیکن میرا بھی وہی حشر ہؤا ـ میں نیچے گر پڑا اور اپنا سر پھوڑ لیا ـ



«میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو اتنی جلدی ایسے کرتب نہیں کرنے چاہئیں» کوستیا نے کہا ۔ «پہلے ہاتھوں کا کرتب دکھانا چاہئے ۔»

«کس چیز سے کرتب دکھائیں؟»

«طشتریوں سے ۔ جیسے سرکس والے کرتے تھے ۔»

اسنے نعمت خانہ کھول‌کر دو طشتریاں نکالیں ۔

«تم اپنی طشتری میری طرف پھینکو اور میں اپنی تمہاری طرف پھینکوں ۔ تم میری طشتری روکو اور میں تمہاری ۔»

«دیکھو» میں نے کہا ۔ «طشتریاں ٹوٹ جائیں‌گی اور کچھہ بھی نہ ہوگا ۔»

«یہ تو صحیح ہے» وہ بولا ۔ «اچھا تو سنو۔ ایک طشتری سے کھیلیں ۔ جب ایک کو روکنا سیکھہ جائیں‌گے تو پھر سچ مچ کے بازیگروں کی طرح دو، تین بلکہ چار چار سے کھیلیں‌گے ۔»

ہم لوگوں نے کئی بار طشتری کو پھینکا اور روکا اور پھر وہ گرکر ٹوٹ گئی ۔ ہم نے ایک اور طشتری لی، اور اسے بھی توڑ دیا ۔

«یہ تو ٹھیک بات نہیں ہے» ششکن بولا ۔ «اس طرح تو ساری طشتریاں ٹوٹ جائیں‌گی اور ہمیں آئےگا کچھہ نہیں ۔ کسی ایسی چیز سے کھیلیں جو ٹوٹ نہ سکے ۔»

باورچی خانے میں جاکر وہ ایک چھوٹا سا میناکاری کا پیالہ اٹھا لایا ۔ تھوڑی دیر تک ہم لوگ پیالے سے کھیلتے رہے ۔ پھر ایک بار جاکر وہ کھڑکی کے شیشے سے ٹکرایا ۔ ہماری خوش قسمتی سے شیشہ چور چور نہیں ہؤا تھا صرف اس میں بال پڑ گیا تھا ۔

«یہ تو بہت بری بات ہے!» کوستیا بولا ۔ «اب کچھہ اور سوچنا چاہئے ۔»

«اس بال پر کاغذ چپکا دیں تو کیسا رهے؟» میں نے تجویز پیش کی -

«نہیں تب تو خراب هو جائے گا - برآمدے کی کھڑکی کا ایک شیشه نکال کر یہاں لگا دیا جائے اور اسے وهاں لگا دیا جائے - برآمدے کی کھڑکی میں ٹوٹے هوئے شیشے کو کون دیکھے گا!»

هم نے پلستر هٹاکر ٹوٹے هوئے شیشے کو نکالنا چاها - لیکن وه بال اور بڑا هوتا گیا اور اسکے بعد شیشه دو ٹکڑے هو گیا -

«کوئی بات نہیں» ششکن بولا - «برآمدے کی کھڑکی میں چل جائے گا -»

اسکے بعد هم نے برآمدے کی کھڑکی سے شیشه نکالا لیکن وه ٹوٹے هوئے شیشے کے مقابلے میں ذرا بڑا تھا اس لئے فریم میں آیا هی نہیں -

«اسے کاٹنا پڑے گا» ششکن نے کہا - «کسی کو جانتے هو جس کے پاس شیشه کاٹنے کا اوزار هو؟»

«میرا خیال هے که واسیا یروخن کے پاس هے -»

هم واسیا یروخن کے یہاں گئے اس سے اوزار لیا اور پھر واپس آئے - لیکن شیشه ندارد تھا -

«یه بھی خوب رها» ششکن بڑبڑایا - «شیشه کون لے جا سکتا هے؟»

اسی وقت اسکا پیر شیشے پر پڑا جو فرش پر هی پڑا هؤا تھا - وه اسکے پیر کے نیچے دب کر ٹوٹ گیا -

«یه کس گدھے نے اسے زمین پر رکھه دیا تھا؟» ششکن چلایا -

«تم هی نے تو رکھا تھا» میں نے کہا -

تمہارا مطلب هے تم نے رکھا تھا؟»

«میں نے تو چھوا بھی نہیں - تمہیں فرش پر رکھنا هی نه چاهئے تھا کیونکه فرش پر رکھا هؤا شیشه نظر هی نہیں آتا -»

«اتنے عقلمند ہو تو پہلے ہی کیوں نہیں بتایا تھا۔»

«اس وقت مجھے اسکا خیال ہی نہیں تھا۔»

«اس وقت خیال ہی نہیں رہا! اور اب تمہاری وجہ سے ماں کی ڈانٹ پڑے گی تو! اب کیا کروں؟ اسکے تو چار پانچ ٹکڑے ہو گئے۔ اسے جوڑکر یہیں برآمدے ہی میں لگا دیں تو بہتر رہے گا اور دوسرے کو یہاں لگا دیں۔ وہ اتنا خراب تو نہیں ہے۔»

اب ہم لوگوں نے بالکل ہی ٹوٹے ہوئے شیشے کو برآمدے کی کھڑکی میں لگانا شروع کیا لیکن ٹکڑے جڑتے ہی نہ تھے۔ ہم نے انہیں جوڑنے کی کوشش کی لیکن ٹھنڈک کی وجہ سے گوند چپک ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے اسے چھوڑکر ہم نے دوسرے شیشے کو لگانا شروع کیا لیکن ششکن کے ہاتھ سے ایک ٹکڑا گر پڑا اور ٹوٹ گیا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور اسکی ماں اندر داخل ہوئیں۔ ششکن نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ ہؤا کیا۔

«تم تو دودھ پیتے بچے سے بھی بدتر ہو» اسکی ماں بولیں۔ «تمہیں گھر میں تنہا چھوڑنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ خدا معلوم اسکے بعد تم کیا کر بیٹھو۔»

«میں شیشے کو ابھی لگائے دیتا ہوں۔ دیکھنا کس طرح لگاتا ہوں» ششکن بولا۔ «میں سب ٹکڑے جمع کر لوں گا۔»

«یہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کبھی ایسا کرتے کسی کو دیکھا ہے! اب مجھے شیشہ ساز کو بلانا پڑے گا۔ اور یہ سب ہنگامہ کیا ہے؟»

«مجھ سے دو طشتریاں ٹوٹ گئیں» ششکن بولا۔

«اوہ!» ماں صرف اتنا ہی کہہ سکیں۔ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر

لیں اور اس کے بعد اپنے ہاتھ کنپٹیوں پر رکھے جیسے دفعتاً انکے سر میں درد شروع ہو گیا ہو۔ اسکے بعد انہوں نے ہاتھ نیچے گراکر کہا:



«اسے فوراً صاف کرو اور پڑھنے بیٹھو! آج تو شائد کتابوں کی طرف دیکھا بھی نہ ہوگا۔»

کوستیا نے اور میں نے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اٹھائے اور انہیں کوڑے کے ڈبے میں ڈال دیا۔

«تمہاری ماں بہت نرم دل ہیں» میں نے اس سے کہا۔ «اگر میں ایسی حرکت کر ڈالتا تو دن بھر لتاڑ پڑتی۔»

«ارے ابھی دیکھو کتنا سننا پڑے گا۔ ذرا خالہ زینا کو تو آنے دو۔ وہ تو خوب ہی چلائیں گی اور تم پر بھی ڈانٹ پڑے گی۔»

میں نے فیصلہ کیا کہ خالہ زینا کے آنے تک نہیں ٹھیروں گا۔ اور میں اسی وقت گھر چلا آیا۔

دوسرے دن صبح کو ششکن سے سڑک پر ملاقات ہوئی۔ اسنے بتایا کہ وہ اسکول نہیں جائے گا۔ اس وقت ڈاکٹر کے پاس جا رہا تھا۔ کہنے لگا کہ طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں اسکول چلا گیا اور جب اولگا نکولائیونا نے پوچھا کہ ششکن کیوں نہیں آیا تو میں نے بتایا کہ صبح کو مجھے وہ ڈاکٹر کے یہاں جاتا ہؤا ملا تھا۔

«اسکول کے بعد جاکر اسے ضرور دیکھ آنا» اولگا نکولائیونا نے کہا۔

اس دن کلاس میں املا کا دن تھا۔ اسکول سے گھر واپس آکر میں نے پہلے تو اسکول کا کام ختم کیا اور اسکے بعد ششکن کے یہاں گیا۔ اسکی ماں گھر آ چکی تھیں۔ جیسے ھی میں داخل ھؤا ششکن نے اشاروں ھی اشاروں میں کچھہ کہنا شروع کیا۔ کبھی انگلی ھونٹوں پر رکھتا اور کبھی سر ھلاتا۔ میں سمجھہ گیا کہ وہ چاھتا ھے کہ میں کسی چیز کے بارے میں خاموش رھوں اس لئے میں اسکے ساتھہ برآمدے میں چلا گیا۔

«ماں سے مت کہنا کہ میں آج اسکول نہیں گیا تھا» وہ بولا۔

«اچھی بات ھے۔ لیکن تم آئے کیوں نہیں؟ ڈاکٹر نے کیا کہا؟»

«کچھہ بھی نہیں کہا۔»

«کیوں؟»

«ارے بڑا بدمزاج اور بےرحم ڈاکٹر ھے۔ میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ھے لیکن اس نے کہا کہ تم بالکل ٹھیک ھو۔ میں نے کہا صبح کو اتنی چھینکیں آتی تھیں کہ معلوم ھوتا تھا کہ سر پھٹ جائےگا تو بولا کہ یہ تو بہت اچھا ھے۔ چھینک آنے سے تو دماغ بہت ھلکا ھو جاتا ھے۔»

«لیکن ممکن ھے کہ تم واقعی بیمار نہ ھو۔»

«بیمار تو ظاھر ھے کہ نہیں تھا۔»

«تو پھر ڈاکٹر کے پاس کیوں گئے تھے؟»

«میں نے صبح کو ماں سے کہا کہ طبیعت ٹھیک نہیں ھے تو انہوں نے کہا کہ میں اسکول کے لئے خط لکھہکر نہیں دونگی۔ اسلئے تم جاکر ڈاکٹر سے ملو۔ تم پہلے ھی اسکول بہت ناغہکر چکے ھو۔»

«جب تم بیمار نہیں تھے تو تم نے ماں سے کہا کیوںکہ بیمار ھو؟»

«تمہارے بھی دماغ نہیں ہے! اولگا نکولائیونا نے کہا نہیں تھا کہ آج املا کا دن ہے؟ نمبر ۲ حاصل کرنے کے لئے جانے سے کیا فائدہ؟»

«لیکن اب کیا کروگے؟ کل اولگا نکولائیونا پوچھیں گی کہ اسکول کیوں نہیں آئے تھے ـ»

«کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں ـ سوچتا ہوں کہ کل بھی اسکول نہ جاؤں ـ اگر اولگا نکولائیونا پوچھیں تو کہہ دینا کہ بیمار ہے ـ»

«بھئی، دیکھو» میں نے کہا ـ «یہ بالکل حماقت کی بات ہے ـ بہتر یہ ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لو اور ماں سے کہو کہ اولگا نکولائیونا کے نام ایک خط لکھ دیں ـ»

«نہیں اس سے کام نہیں چلے گا ـ ماں کہتی ہیں کہ میں اب خط نہیں لکھوں گی کیونکہ اس طرح تمہیں بہانے کرنے کی عادت پڑ جائے گی ـ»

«لیکن پھر کروگے کیا؟» میں نے کہا ـ «ہر روز تو تم اسکول سے غائب ہو نہیں سکتے ـ ہے نا؟ اپنی ماں سے کہدو ـ وہ سمجھ جائیں گی ـ»

«اچھا ـ اگر ہمت پیدا ہوگئی تو کہدوں گا ـ»

دوسرے دن بھی ششکن اسکول نہیں آیا اور میں سمجھ گیا کہ اسے ماں سے کہدینے کی ہمت نہیں پڑی ـ اولگا نکولائیونا نے مجھ سے ششکن کے متعلق پوچھا اور میں کہدیا کہ وہ بیمار ہے اور جب انہوں نے پوچھا کہ کیا بیمار ہے تو میں نے کہدیا زکام اور بخار ہے ـ

اور اس طرح ششکن کی وجہ سے مجھے سفید جھوٹ بولنا پڑا ـ لیکن جب وہ خاص طور پر مجھ سے کہہ چکا تھا کہ کسی سے نہ کہنا تو میں اسکی چغلی کیسے کہا سکتا تھا ـ ٹھیک ہے نا؟

تیرہواں باب



اسکول کے بعد میں پھر ششکن کے گھر گیا اور اسے بتایا کہ اسکی وجہ سے اولگا نکولائیونا سے جھوٹ بولنا پڑا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ کس طرح وہ دن بھر سڑکوں پر چکر لگاتا رہا کیونکہ بغیر خط کے اسکول جا نہیں سکتا تھا اور ماں کو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

«لیکن تم کروگے کیا؟» میں نے پوچھا۔ «آج تم ان سے ضرور کہدینا۔ کہوگے نا؟»

«معلوم نہیں۔ میں کچھہ اور سوچ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ سرکس میں نوکری کر لوں۔»

«سرکس میں؟»

«ہاں، میں جاکر کہوں‌گا کہ مجھے بھی بازیگر کی حیثیت سے شامل کر لیں۔»

«لیکن تم سرکس میں کروگے کیا؟»

«وہی کرونگا جو دوسرے بازیگر کرتے ہیں۔ میں لوبزک کو اسی ٹرینر کی طرح سدھاؤں‌گا جیسے ہم لوگوں نے دیکھا تھا اور پھر تو وہ لوگ مجھے یقیناً لے لیں گے۔»

«اور اگر نہ لیا تو؟»

«مجھے یقین ہے کہ ضرور لے لیں گے۔»

«لیکن اسکول کا کیا ہوگا؟»

«اب میں اسکول نہیں جاؤں گا۔ لیکن دیکھو اولگا نکولائیونا سے میری شکائت مت کر دینا۔ میرے دوست ہو نا ویتا!»

«لیکن تمہاری ماں کو ایک نہ ایک دن ضرور معلوم ہو جائے گا کہ تم اسکول نہیں جاتے ہو۔»

«انہیں بہت دنوں تک پتہ نہیں چلے گا اور تب تک میں سرکس کا بازیگر بن جاؤں گا اور ہر چیز ٹھیک ہو جائے گی۔»

«لیکن اگر لوبزک کو نہ سکھا سکے تو؟»

«ارے میں سکھا لوں گا۔ کیوں نہ سکھا پاؤں گا؟ اچھا آؤ دیکھیں۔ لوبزک!»

لوبزک خوش خوش دوڑتا ہوا آیا۔

ششکن نے نعمت خانے سے شکردان نکالا۔

«اچھا لوبزک» وہ بولا «ہم تمہیں گنتی گننا سکھائیں گے۔ اگر تم نے جلدی سیکھ لیا اور ثابت کر دیا کہ تم بڑے اچھے کتے ہو تو تمہیں شکر کھلائیں گے۔ اور اگر نہ سیکھا تو کچھ بھی نہ ملے گا۔»

لوبزک نے شکردان کی طرف دیکھا اور اپنا ہونٹ چاٹنے لگا۔

«ہونٹ مت چاٹو۔ پہلے گنتی گنو۔» ششکن نے کہا اور پھر شکردان سے شکر کی دس ڈلیاں نکالیں۔

«پہلے دس تک گنتی سیکھو، بعد میں آگے بڑھیں گے۔ دیکھو لوبزک میرے ہاتھ میں شکر کی دس ڈلیاں ہیں۔ میں گنتا ہوں اور تم یاد رکھنے کی کوشش کرنا۔»

اس نے لوبزک کے سامنے بنچ پر ایک ایک کر کے ڈلیاں رکھیں اور گنتا گیا: «ایک ـ دو ـ تین....» پورے دس تک گنتی گنی ـ

«سب ملاکر دس ہیں ـ سمجھے لوبزک؟»

لوبزک نے دم ہلائی اور شکر کی طرف چلا ـ

کوستیا نے اسے تھپتھپایا «نہیں، ایسا نہیں! پہلے گنتی سیکھو ـ»

«لیکن ایکدم دس تک کیسے سیکھ سکتا ہے؟» میں نے کہا ـ «بچوں کو بھی اس طرح نہیں سکھایا جاتا ـ»

«میرا خیال ہے پانچ سے یا تین سے شروع کریں ـ»

«بالکل ٹھیک» میں نے کہا ـ «تین سے شروع کرو ـ»

«نہیں، میرا خیال ہے دو سے شروع کریں» کوستیا نے کہا «یہ ذرا آسان رہے گا ـ»

اسنے دو ڈلیاں چھوڑ کر سب اٹھا لیں ـ

«اچھا دیکھو لوبزک ـ اب دو شکر کی ڈلیاں رہ گئی ہیں ـ ایک، دو ـ سمجھے؟ اگر میں ان میں سے ایک لے لوں تو ایک ڈلی رہ جائے گی ـ اگر میں اسے واپس رکھ دوں تو پھر دو ہو جائیں گی ـ اچھا تو اب بتاؤ کہ شکر کی کتنی ڈلیاں ہیں؟»

لوبزک نے کھڑے ہوکر دم ہلانی شروع کی اور پھر پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ کر اپنا ہونٹ چاٹنے لگا ـ

«ابھی سے تم جواب کی امید کس طرح کر سکتے ہو؟» میں نے کہا ـ «ابھی تو اس نے انسانوں کی زبان بولنا بھی نہیں سیکھا ـ»

«انسانوں کی زبان سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ـ کتوں ہی کی زبان میں بولے جیسے وہ سرکس والا کتا بولتا تھا ـ بھوں، بھوں لوبزک ـ سمجھے؟ بھوں، بھوں ـ اسکے معنی ہوئے دو ـ»

لوبزک نے پہلے میری طرف پھر ششکن کی طرف دیکھا اور خاموش بیٹھا رہا ۔

«جواب کیوں نہیں دیتا؟» ششکن نے کہا ۔ «شکر نہیں چاھئیے؟»

جواب دینے کی بجائے لوبزک شکر کی طرف بڑھا ۔

«بیٹھہ جا بدتمیز کہیں کے!» ششکن چلایا ۔ لوبزک واپس چلا آیا مگر پھر ہونٹ چاٹنے لگا ۔

«دیکھو، کہو بھوں ۔ بھوں! کہو بھوں، بھوں!» ہم نے خوشامد شروع کی ۔

«سمجھتا ھی نہیں» ششکن غصے سے بولا ۔ اسے بےانتہا پریشانی تھی ۔ «اسے چڑانا پڑے گا ۔ ایک بات کریں ۔ بجائے اسکے میں تمہیں سکھاؤں ۔ اس طرح یہ جلدی سیکھہ لے گا ۔»

«مجھے سکھاؤ! کیا بات کہی ھے!»

«ھاں، تم ھاتھہ اور گھٹنوں کے بل جھک کر بھونکو ۔ وہ تمہیں دیکھے گا اور سیکھہ لے گا ۔»

میں لوبزک کے پاس ھی گھٹنوں اور ھاتھوں کے بل جھک گیا ۔

«اچھا بتاؤ، یہاں شکر کی کتنی ڈلیاں رکھی ھیں؟» ششکن نے پوچھا ۔

«بھوں، بھوں» میں نے زور سے بھونک کر جواب دیا ۔

«بہت اچھا کتا ھے» ششکن نے میرے سر پر ھاتھہ پھیرا اور شکر کی ایک ڈلی میرے منہہ میں ڈال دی ۔

میں نے شکر کو زور زور سے چبانا شروع کیا تاکہ لوبزک دیکھہ کر جلے ۔ لوبزک مجھے دیکھہ رہا تھا اور اسکے منہہ سے رال بہہ رہی تھی ۔

«اچھا، دیکھو لوبزک ۔ اب شکر کی ایک ڈلی رہ گئی ھے ۔

'بھوں، کے معنی ھیں ایک ـ سمجھے؟ اچھا بتاؤ، شکر کی کتنی ڈلیاں رکھی ھیں؟»



لوبزک نے بےصبری سے نتھنے پھلائے ـ آنکھیں سکیڑیں اور فرش پر دم پٹکنے لگا ـ

«جلدی جواب دو!» ششکن اسکے پیچھے پڑا ھوًا تھا ـ

لیکن لوبزک سمجھ ھی نہ پایا کہ اس سے بھونکنے کے لئے کہا جا رھا ھے ـ

«تو تو بہت برا کتا ھے!» ششکن نے اس سے کہا اور پھر میری طرف مڑا «تم بتاؤ!»

«بھوں» میں بھونکا اور میرے منھہ میں دوسرا ٹکڑا بھی چلا گیا ـ

لوبزک نے اپنا ھونٹ چاٹا اور کچھہ غرایا ـ

«ابھی ایک منٹ میں اسے خفا کر دیں گے» ششکن نے کہا ـ

اس نے پھر شکر کی ایک ڈلی اسٹول پر رکھی اور بولا:

«جو بھی پہلے جواب دے گا اسے یہ ڈلی ملے گی ـ اچھا تو گنو!»

«بھوں» میں چلایا ـ

«یہ بہت اچھا کتا ھے!» ششکن بولا ـ «اور لوبزک تم تو بالکل بدھو ھو!»

اس نے شکر کی ڈلی اٹھائی ـ لوبزک کے منھہ کے پاس آھستہ آھستہ اسے چڑانے کے لئے لے گیا اور اسکے بعد میرے منھہ میں ڈال دی ـ میں نے پھر اسے زور زور سے چبایا اور بیچارہ لوبزک اپنا

ھونٹ چاٹ کر رہ گیا ـ کچھه غرایا اور بڑے مردہ طریقے سے سر ھلایا ـ

«جل رھا ھے!» ششکن کو مزہ آ رھا تھا ـ «جو بھونکے گا اسے شکر ملے گی اور جو نہیں بھونکے گا اسے کچھه نہ ملے گا ـ»

اس نے شکر کی ایک اور ڈلی لوبزک کے سامنے رکھی اور بولا ـ

«اب گنو ـ»

لوبزک نے پھر زبان نکال دی، سر ھلایا، کھڑا ھوٗا، پھر بیٹھه گیا اور غرایا ـ

«اچھا گنو، فوراً گنو ورنہ شکر نہ ملے گی ـ»

لوبزک کے کان کھڑے ھو گئے ـ کچھه پیچھے ھٹا اور دفعتاً وہ زور سے بھونکا ـ

«شاباش!» ششکن چلا پڑا ـ «سمجھه گیا!» اور اس نے وہ شکر کی ڈلی اسے دیدی ـ

لوبزک نے اسے منہه ھی سے روک لیا اور فوراً نگل گیا ـ

«اچھا پھر یہی کرو!» ششکن چلایا ـ

«بھوں!» لوبزک نے جواب دیا ـ

اور ایک ڈلی پھر اسکے منہه میں پہونچ گئی ـ

«اچھا ایک بار اور!»

«بھوں!»

«اب سمجھنے لگا!» ششکن نے خوش ھوکر کہا ـ «اب لوبزک کو باقاعدہ تعلیم دیں گے ـ»

اسی وقت ششکن کی ماں کام پر سے واپس آئیں ـ

«شکردان میز پر کیوں رکھا ھوٗا ھے؟» انھوں نے پوچھا ـ

«لوبزک کو سکھانے کے لئے تھوڑی سی شکر میں نے لی تھی۔»

«وہی حماقت کی باتیں۔»

«لیکن دیکھو نہ ماں۔ یہ کیسی گنتی گننے لگا۔»

اس نے لوبزک کے سامنے شکر کی ایک ڈلی رکھی اور کہا:

«اچھا تو لوبزک! ماں کو بتا دو کہ تم گن سکتے ہو۔»

«بھوں!» لوبزک بھونکا۔

«بس اتنا ہی؟» ماں نے کہا۔

«ہوں۔»

«یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہوئی۔»

«لیکن ماں لوبزک کوئی انسان تو ہے نہیں۔ اسنے ابھی ایک تک گننا سیکھا ہے۔ اب ہم دو تک گننا سکھائیں گے پھر تین اور تم دیکھ لینا بہت جلدی ساری گنتی سیکھ لےگا۔»

«اچھا، تو مجھے اب شکردان کو چھپانا پڑےگا» ششکن کی ماں نے کہا۔

«لیکن میں اپنے لئے تو لے نہیں رہا ہوں» ششکن برا مان گیا۔ «میں تو تعلیم دینے کے لئے لے رہا تھا۔»

اسکی ماں ہنس پڑیں۔ «تعلیم؟ اپنی تعلیم کی بھی کچھ خبر ہے جناب کو؟ اپنا کام کر ڈالا؟»

«ابھی نہیں لیکن ایک منٹ میں کرتا ہوں۔»

«تم نے وعدہ کیا تھا کہ نہیں کہ میرے گھر واپس آنے سے پہلے اسکول کا ختم کر لیا کروگے؟»

«ہاں ماں، لیکن آج لوبزک کی وجہ سے بھول گیا۔»

«آئندہ کبھی مت بھولنا ورنہ شکردان چھپا دوں گی۔»

کوستیا اور میں اسکول کا کام کرنے بیٹھ گئے کیونکہ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اسکول میں گھر پر کرنے کے لئے کیا کام دیا گیا ہے۔

اگلے دن، جوں ہی میں اسکول سے واپس آیا ہم لوگوں نے پھر لوبزک کو سکھانا شروع کر دیا۔

«شکر کی ڈلیوں کو گننا کافی نہیں ہے» کوستیا بولا۔ «لکھے ہوئے ہندسے بھی پڑھنے چاهئیں۔»

ہم نے ایک دفتی پر «۱» کا ہندسہ لکھا اور اسے لوبزک کو دکھلایا۔

«دیکھو لوبزک، یہ ایک ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے شکر کی ایک ڈلی» ششکن نے سمجھایا۔ «اچھا اب بتاؤ کیا لکھا ہے؟»

«بھوں!» لوبزک نے جواب دیا۔

«شاباش۔ بہت جلدی سیکھ گیا۔ ہے نا؟» ششکن بہت خوش تھا۔ «اب دوسرا ہندسہ ہے ۲۔»

اس نے لوبزک کے سامنے شکر کی دو ڈلیاں رکھ دیں۔

«گنو!»

«بھوں!» لوبزک نے کہا۔

«نہیں! ایک نہیں، دو ٹکڑے ہیں۔ پھر سے سوچو۔»

«بھوں!» لوبزک بولا۔

«تیرے بھوں کی ایسی تیسی!» کوستیا نے اسکا مذاق اڑایا۔ «بھوں، کیوں کہتا ہے جب جانتا ہے کہ تجھے کہنا چاهئے 'بھوں بھوں'۔ تیرے سر میں بھس بھرا ہے۔»

«بھوں» لوبزک پھر بولا۔

«گدھا کہیں کا!» کوستیا چلایا – «دیکھہ نہیں سکتا کہ کتنے ٹکڑے رکھے ھیں؟»

لوبزک ڈرکر پیچھے ھٹ گیا –

«چلاؤ مت» میں نے کہا – «کتوں کے ساتھہ نرمی سے پیش آنا چاھئے کیونکہ اگر ڈر گئے تو پھر تم کچھہ نہیں سکھا سکتے –»

ششکن نے آواز دھیمی کر دی اور لوبزک کو ایک اور دو کا فرق سمجھانے لگا –

«اب گنو» اسنے حکم دیا –

«بھوں –»

«ایک بار اور، ایک بار اور» میں نے اسکی ھمت بڑھائی –

لوبزک نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا – میں نے زور سے سر ھلایا اور اسکی طرف دیکھہکر اپنی سی پوری کوشش کرکے آنکھہ ماری – اور اس نے آھستہ سے پھر بھونک دیا –

«شاباش – یہ ھؤا دو!» ششکن چلایا اور اسے شکر کی ایک ڈلی دی – «اچھا پھر سے ھو جائے –»

لیکن لوبزک صرف ایک ھی بار بھونکا –

«ھاں، ھاں پھر بھونکو، پھر بھونکو!» پچھلی بار کی طرح میں نے چپکے سے کہا –

«بتاؤ مت» ششکن نے کہا – «اسے خود سیکھنا چاھئے – ھاں لوبزک گنو!»

لوبزک پھر بھونکا –

«بالکل ٹھیک!» ششکن بولا – «لیکن دونوں بار ساتھہ ساتھہ بھونکنا چاھئے –»

ششکن نے اس سے پھر وہی کرایا۔ لوبزک پھر ایک ہی بار بھونکا لیکن جب اس نے دیکھا کہ ہم لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں تو ایک بار پھر بھونکا۔ آہستہ آہستہ ہم لوگوں نے اسے ایک ساتھہ دو مرتبہ بھونکنا سکھایا۔ اس دن سب کچھہ ٹھیک طرح سے ہؤا۔ لیکن جب دوسرے دن پھر شروع کیا تو معلوم ہؤا کہ اسکے دماغ میں ہر چیز گڈمڈ ہو گئی ہے۔ جب ہم نے تین کا ہندسہ دکھایا تو وہ چار بار بھونکا یا اس سے بھی زیادہ۔جب دس دکھلایا تو دو ہی مرتبہ بھونکا اور اسی قسم کی بےوقوفی کی حرکتیں کرتا رہا۔ کوستیا کو بہت غصہ آیا اور وہ اس پر چیخنے لگا۔ اسنے یقین کرلیا تھا کہ لوبزک جان بوجھہکر غلطی کر رہا ہے۔ کبھی کبھی لوبزک صحیح جواب ضرور دے دیتا تھا۔ لیکن غالباً یہ بالکل اتفاق تھا۔ مگر کوستیا کو یقین تھا کہ اسے سب کچھہ معلوم ہے۔

«دیکھا۔ اب صحیح جواب دیا۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ اسے صحیح جواب معلوم ہے مگر اسکے بعد پوچھو تو غلط جواب دےگا۔»

وہ سمجھا کہ لوبزک گنتی سیکھتے سیکھتے تھک گیا ہوگا اسی لئے جان بوجھہکر غلط جواب دے رہا ہے تاکہ اب نہ سکھائیں۔ مثلاً کوستیا نے اسے پانچ کا ہندسہ لکھہکر دکھایا اور لوبزک صرف چار بار بھونکا۔

«یہ چار نہیں ہے لوبزک۔ پھر سے دیکھو» کوستیا نے نرمی سے کہا۔

لوبزک پھر چار بار بھونکا۔

«بات سنو لوبزک! بیوقوفی مت کرو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ چارکا ہندسہ نہیں ہے۔» ششکن نے اسے پھسلاکر کہا۔

«چار» لوبزک پھر بولا۔

«بدھو» کوستیا نے کہا۔ اسے اب واقعی غصہ آ چلا تھا۔ «ایک دفعہ پھر سوچو، میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔»

«چار» لوبزک پھر بولا۔

«اگر تم نے اسی طرح لاپروائی کی تو تمہاری ناک پر چار گھونسے پڑیں گے» کوستیا چلایا۔ «ایک دفعہ پھر کہو، تب دیکھنا کیا ہوتا ہے!»

«بھوں، بھوں، بھوں، بھوں!»

کوستیا پھٹ پڑا۔ «او بدتمیز، بےہودہ کتے! تم مجھے پاگل بنا دوگے۔»

اسنے ٤ کا ہندسہ لکھ‌کر اس کے منہہ کے سامنے کر دیا۔

«اب دیکھو۔ کیا لکھا ہے؟»

«بھوں، بھوں، بھوں، بھوں» لوبزک بھونکا۔

«دیکھا تم نے!» کوستیا بگڑا۔ «جب پانچ کا ہندسہ دکھاؤ تو کہتا ہے چار ہے اور جب چار دکھاؤ تو اطمینان سے کھڑا ہوکر کہتا ہے یہ پانچ ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ یہ جان بوجھ‌کر نہیں کرتا ہے! میں جانتا ہوں کہ یہ ضد کیوں کر رہا ہے۔ آج صبح میں نے بھولے سے اسکے پنجے پر پاؤں رکھہ دیا اور اب یہ مجھہ سے بدلا لے رہا ہے۔»

مجھے معلوم نہیں کہ لوبزک بدلا لے رہا تھا یا نہیں لیکن یہ ضرور معلوم ہو رہا تھا کہ ہماری ٹریننگ بیکار گئی۔ غالباً شِشکن اور میں ٹھیک سے سکھاتے نہیں تھے یا ممکن ہے لوبزک کے دماغ میں حساب کے لئے کوئی صلاحیت ہی نہ ہو۔

«کیا بہتر نہ ہوگا کہ تم ماں سے سب کچھ کہہ‌کر اسکول آنا شروع کر دو؟» میں نے تجویز پیش کی۔

«نہیں – نہیں – اب یہ نہیں کر سکتا، اب جبکہ مجھے اسکول گئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں – اگر ماں کو معلوم ہو گیا تو نہ جانے کیا ہوگا – اگر ایک دن کی بات ہوتی تو اتنا حرج نہیں تھا – لیکن اتنے دن کی غیر حاضری مذاق نہیں ہے۔»

«اچھا، اگر اولگا نکولائیونا سے کہہ‌کر انکی صلاح لو تو کیسا رہے؟»

«نہیں، اولگا نکولائیونا سے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔»

«اگر تمہیں شرم آتی ہے تو میں بات کر لوں؟»

«تم؟ تم میری شکایت کرنا چاہتے ہو۔ کیوں؟ کیا اچھے دوست ہو!»

«یہ کس نے کہا کہ تمہاری شکایت کروں‌گا؟ میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا – تم نے خود ہی کہا تھا کہ مجھے اس کے متعلق بات کرتے شرم آتی ہے تو میں نے سوچا کہ میں تمہاری مدد کر دوں۔»

«تم نرے گدھے ہو! اگر تم کہوگے تو مجھے اور زیادہ شرم محسوس ہوگی! اگر کوئی بہتر تجویز نہیں رکھہ سکتے تو خاموش ہی رہو۔»

«لیکن پھر کیا کیا جائے؟» میں نے کہا – «لوبزک کے معاملے میں ہم لوگ ناکام رہے – اب تمہیں سرکس میں تو نوکری مل نہیں سکتی – تمہارا خیال ہے کہ اسے سکھا سکوگے؟»

«نہیں، میرا خیال ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا – اگر مجھہ سے پوچھو تو لوبزک یا تو پکا دھوکےباز ہے یا نرا گدھا – اسکو

تو نہیں سکھایا جا سکتا ـ ایک دوسرا کتا لانا پڑیگا یا شائد قلاباز بننا زیادہ بہتر رہےگا ـ»

«لیکن قلاباز کس طرح بنو گے؟»

«میں قلابازی کھاؤں‌گا ـ اور ہاتھوں پر کھڑا ہوکر چلوں‌گا ـ میں نے اس کی کوشش کی اور معلوم یہ ہؤا کہ میں یہ کام بہت برا نہیں کرتا ـ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہاتھوں پر بہت دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا پہلے کسی کو میرے پیر پکڑکر کھڑا ہونا پڑےگا یہاں تک کہ میں عادی ہو جاؤں ـ اچھا آؤ کوشش کرکے دیکھیں ـ تم میرے پیر پکڑ لو اور میں ہاتھ کے بل چلتا ہوں ـ»

وہ ہاتھوں کے بل جھک گیا اور میں نے اسکے پیر اٹھاکر پکڑ لئے اور وہ ہاتھوں کے بل کمرے میں چلنے لگا ـ لیکن جلد ہی اسکے بازو دکھنے لگے اور جواب دے گئے ـ وہ گر پڑا اور اس کا سر فرش سے ٹکرا گیا ـ

«کوئی بات نہیں» اٹھ‌کر اس نے ماتھے کی چوٹ سہلاتے ہوئے کہا ـ «آہستہ آہستہ میرے ہاتھوں میں قوت آ جائےگی اور پھر میں بغیر کسی کی مدد کے چل سکوں‌گا ـ»

«قلاباز بننے میں کافی دیر لگتی ہے» میں نے کہا ـ

«کوئی بات نہیں ـ سردی کی چھٹیاں آنے والی ہیں ـ اس وقت تک کسی نہ کسی طرح کام چلاتا رہوں‌گا ـ»

«لیکن اسکے بعد کیا کروگے؟ چھٹیاں تو آنکھ جھپکاتے ختم ہو جائیں گی ـ»

«اسکے بعد گرمی کی چھٹیاں ہوں گی ـ»

«بہت دنوں کے بعد ہوں گی ـ»

«ارے سب ٹھیک ہو جائے گا ـ»

عجیب لڑکا ہے ششکن بھی! ہر چیز کا یہی جواب دیتا تھا ـ جوں ہی وہ کسی چیز کے بارے میں سوچنا شروع کرتا، اسے یقین ہو جاتا تھا کہ بس سب کچھ ہو گیا ـ لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ یہ سب بیکار کی باتیں ہیں اور تھوڑے دن بعد وہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے لگے گا ـ

چودھواں باب



کوستیا کی ماں اور خالہ کو خیال نہ تھا کہ وہ اسکول نہیں جا رہا ہے ۔ کام سے واپس آنے کے بعد ماں اسکی کاپیاں ضرور دیکھتیں لیکن کوستیا اس وقت تک کام ختم کر چکا ہوتا کیونکہ میں روزانہ اسکے یہاں جاتا اور بتا دیتا کہ آج اسکول میں کیا کام دیا گیا ہے ۔ اس ڈر سے کہ کہیں ماں کو معلوم نہ ہو جائے وہ اسکول جانے کے زمانے سے زیادہ باقاعدگی سے آج کل کام کرنے لگا تھا ۔ ہر روز صبح کو وہ بستہ لےکر گھر سے نکل جاتا لیکن اسکول جانے کے بجائے سارے شہر میں گھومتا پھرتا ۔ وہ گھر میں رہ نہیں سکتا تھا کیونکہ خالہ زینا سہ پہر کو اپنے اسکول جاتی تھیں ۔ لیکن سڑکوں پر چکر لگانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا ۔ ایک دن تو انگریزی کی استانی سے اسکی ٹکر ہوتے ہوتے رہ گئی اور وہ جلدی سے مڑکر ایک گلی میں چلا گیا تاکہ وہ دیکھہ نہ سکیں ۔ ایک بار اسے سڑک پر اپنی ایک پڑوسن نظر آ گئی اور وہ بھاگ‌کر ایک دروازے کے اندر گھس گیا اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی وہیں کھڑا رہا ۔ اسطرح سڑکوں پر چکر لگاتے ہوئے اسے ڈر معلوم ہونے لگا اور وہ اپنے محلے سے بہت دور جانے لگا تاکہ جان پہچان کا کوئی آدمی نظر

ہی نہ آئے۔ لیکن اس کے باوجود اسے ہمیشہ خیال ہوتا تھا کہ تمام راستہ چلنے والے اسے گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ اسکول سے بھاگا ہؤا ہے۔ اس زمانے میں سردی کافی تھی اور زیادہ دیر تک باہر گھومنے میں سردی لگ جانے کا خطرہ تھا اس لئے وہ اکثر کسی دوکان کے اندر چلا جاتا۔ وہاں ذرا گرم ہو جاتا تو پھر نکل پڑتا۔

مجھے یہ سب باتیں بہت بری معلوم ہونے لگی تھیں اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ ششکن ایک منٹ کے لئے بھی میرے ذہن سے دور نہیں ہوتا تھا۔ اپنے پاس ڈسک پر خالی جگہ دیکھ‌کر ہمیشہ اسکا خیال آتا تھا۔ ہم لوگ جب کلاس روم میں، جو گرم رہتا تھا، بیٹھے ہوتے تو مجھے اسی کا خیال آتا کہ شہر بھر میں تن‌تنہا گھوم رہا ہوگا۔ لوگوں سے چوروں کی طرح بچتا پھرتا ہوگا یا گرم ہونے کے لئے دوکانوں کے اندر گھستا ہوگا۔ میں نے اسکے بارے میں اتنا زیادہ سوچنا شروع کیا کہ میں کلاس کے سبق پر بھی ٹھیک سے دھیان نہیں دے پاتا تھا۔ گھر پر بھی مجھے ہر وقت اس کا خیال رہتا۔ اور رات کو طرح طرح کی باتیں سوچ کر نیند نہ آتی اور میں یہی غور کیا کرتا کہ اس کی کس طرح مدد کرنی چاہئے۔ اگر



میں اولگا نکولائیونا سے کہہ دوں تو وہ اسے فوراً اسکول لے آئیں گی لیکن مجھے خطرہ تھا کہ اگر میں نے کہدیا تو ہر شخص مجھے چغل خور کہےگا ـ لیکن میں اسکے بارے میں کسی نہ کسی سے اس بری طرح بات کرنا چاھتا تھا کہ میں نے لیکا سے مشورہ کرنے کی ٹھانی ـ

«سنو لیکا» میں نے کہا ـ «کیا تمہارے کلاس میں لڑکیاں ایک دوسرے کی شکائت کرتی ھیں؟»

«شکائت کرتی ھیں؟ تمہارا مطلب کیا ھے؟»

«مثلاً اگر کوئی لڑکی ایسی بات کرے جو اسے نہ کرنی چاھئے تو کیا کوئی دوسری لڑکی استانی سے جاکر کہدیتی ھے؟ اس قسم کا کوئی واقعہ کبھی تمہارے کلاس میں ھؤا ھے؟»

«ھاں» لیکا بولی ـ «تھوڑے دن ھوئے ایک لڑکی پتروا نے ھائڈرنجیا کے گملے کو کھڑکی کے پتھر سے ٹکراکر توڑ ڈالا ـ انتونینا ایوانوونا نے سمجھا کہ سدوروا نے توڑا ھے ـ وہ اسے سزا دینے والی تھیں لیکن میں نے دیکھا تھا کہ پتروا نے توڑا ھے تو اس لئے میں نے انتونینا ایوانوونا سے کہدیا ـ»

«تم نے کہدیا؟ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ھمارے گھر میں بھی ایک چغل خور ھے!»

«میں نے چغلی نہیں کھائی تھی! میں تو بالکل سچ بولی تھی ـ اگر کچھہ نہ کہتی تو انتونینا ایوانوونا سدوروا کو سزا دیتیں حالانکہ اس کا کوئی قصور نہیں تھا ـ»

«بہر حال تم نے چغلی تو کھائی» میں نے کہا ـ «ھمارے کلاس میں تو کوئی کسی کی شکائت نہیں کرتا ـ»

«تو اسکا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہو ۔»

«کیسا الزام؟»

«فرض کرو کہ تم ایک ھائڈرنجیا کا گملا توڑ ڈالو اور استاد کسی اور پر الزام رکھیں...»

«ھمارے کلاس میں ھائڈرنجیا ہے ھی نہیں ۔ ھمارے یہاں ناگ پھنی ہے ۔»

«اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ فرض کرو تم ایک ناگ پھنی کے گملے کو توڑ دیتے ہو اور تمہاری استانی ششکن پر الزام رکھتی ھیں ۔ اگر تم اعتراف نہیں کرتے اور کوئی دوسرا بھی کچھہ نہیں کہتا تو ششکن کو بلاوجہ سزا ملے گی ۔»

«لیکن ششکن کے منہہ میں بھی تو زبان ہے ۔ ہے کہ نہیں؟ وہ کہے گا کہ میں نے نہیں کیا اور معاملہ ختم ہو جائے گا ۔»

«لیکن اس پر شبہ تو باقی رہے گا ۔»

«تو اس سے کیا ھؤا؟ اگر اسنے نہیں کیا تو کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اس نے کیا ہے ۔ کیوں ہے نا؟»

«ھم لوگ اپنے اسکول میں ایسا نہیں کرتے» لیکا بولی ۔ «کسی پر بلاوجہ شبہ کیوں کرنے دیا جائے؟ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اسے غلطی تسلیم کر لینا چاھئے اور اگر غلطی نہ مانے تو دوسروں کو حق ہے کہ صحیح بات بتا دیں ۔»

«تم لوگ بالکل چغل خور ہو ۔»

«بالکل نہیں ھیں ۔ تم سمجھتے ہو کہ پتروواّ نے ٹھیک کیا تھا؟ انتونینا ایوانوونا اسکے بجائے دوسری لڑکی کو سزا دینے والی تھیں

اور وہ وهیں چپ چاپ بیٹھی رھی اور خرش هو رهی تھی که میں بچ گئی – اگر میں کچھه نه بولتی تو مجھه پر بھی اتنی هی ذمہداری آتی جتنی اس پر – ایسا کرنا ٹھیک هوتا؟»

«اچھا خیر» میں نے کہا – «وہ تو الگ بات تھی – لیکن کیا کبھی تمہارے اسکول میں ایسا بھی هؤا هے که کوئی لڑکی گھروالوں کو بتائے بغیر اسکول سے غیرحاضر رهتی هو؟»

«نہیں ایسا تو کبھی نہیں هؤا –»

«هاں، ایسا هو هی نہیں سکتا» میں نے کہا – «تم لڑکیاں ایسی شرارت کی بات کس طرح کر سکتی هو – تم لوگ تو بس الله میاں کی گائے هو –»

«خیر جو بھی هو» لیکا بولی – «همارے کلاس کی لڑکیاں بہت اچھی هیں – لیکن تم یه سب پوچھه کیوں رهے هو؟ کیا اس قسم کی کوئی بات تمہارے اسکول میں هوئی هے؟»

«نہیں» میں نے کہا – «کبھی نہیں –»

«تو پھر تم نے پوچھا کیوں؟»

«بس یوں هی مجھے کچھه دلچسپی آ رهی تھی –»

اسکے بعد میں نے اسکے متعلق لیکا سے بات کرنا چھوڑ دیا لیکن ششکن کے بارے میں سوچنا نہیں چھوڑ سکا – میں بہت چاهتا تھا که اس معاملے میں ماں سے مشورہ کروں مگر ڈر یه تھا که وہ فوراً اسکول کو خبر کر دیں گی اور پھر سارا معامله گڑبڑ هو جائےگا – ماں نے خود هی دیکھه لیا که مجھے کوئی فکر لگی هوئی هے – کبھی کبھی وہ میری طرف اس عجیب طریقے سے دیکھتیں جیسے وہ جانتی هوں که میں ان سے کچھه کہنا چاهتا هوں – جب بھی میں ماں سے کچھه کہنا چاهتا

ھوں تو وہ جان جاتی ھیں ـ لیکن وہ خود کبھی نہیں پوچھتیں ـ وہ انتظار کیا کرتی ھیں کہ میں ھی پہلے بات شروع کروں ـ وہ ھمیشہ کہتی ھیں کہ اگر کچھہ غلطی ھو جائے تو اسکا اعتراف کر لینا زیادہ بہتر ھوتا ھے بجائے اسکے کہ بعد میں مجبوراً قبول کرنا پڑے ـ معلوم نہیں وہ یہ سب کچھہ جان کیسے جاتی ھیں ـ میرا خیال ھے کہ شائد میرا چہرہ ھی کچھہ ایسا ھے جو لوگوں کو بتا دیتا ھے کہ میں کیا سوچ رھا ھوں ـ اس دن میں وھاں بیٹھا، ماں کی طرف بار بار دیکھتا رھا اور سوچتا رھا کہ ان سے کہوں یا نہ کہوں ـ ماں بھی مجھے کنکھیوں سے دیکھتی رھیں جیسے میرے بات شروع کرنے کا انتظار کر رھی ھوں ـ بہت دیر تک یہی سلسلہ چلتا رھا ـ میں کتاب کھولے اس طرح بیٹھا تھا جیسے سچ مچ پڑھہ رھا ھوں اور وہ یہ دکھا رھی تھیں کہ سینے میں مصروف ھیں ـ اگر ششکن کے بارے میں میں پریشان نہ ھوتا تو اس وقت بڑا مزہ آتا ـ آخر ماں سے نہ رھا گیا اور وہ ھنس پڑیں ـ

«چلو بتاؤ ـ آخر بات کیا ھے؟» وہ بولیں ـ

«کیا بتاؤں؟» میں نے اس طرح پوچھا گویا میں سمجھا ھی نہیں کہ وہ پوچھہ کیا رھی ھیں ـ

«تم سوچ کیا رھے ھو؟»

«سوچ کیا رھا ھوں؟ کچھہ بھی نہیں» میں نے بہت ضبط کرنے کی کوشش کی لیکن میں محسوس کر رھا تھا کہ ایک منٹ میں سب کچھہ اگل دوں گا اور مجھے خوشی تھی کہ پہلے ماں نے سوال کیا تھا کیونکہ اس طرح ذرا آسانی ھو جاتی ھے ـ

«گویا میں سمجھہ نہیں رھی ھوں کہ تم مجھہ سے کچھہ کہنے کے

لئے بیتاب ہوئے جا رہے ہو۔ تین دن سے لمبا سا منہہ لئے پھر رہے ہو اور تمہیں خیال ہے کہ کوئی کچھہ سمجھہ ہی نہیں رہا ہے۔ اچھا چلو، اب بتاؤ کہ بات کیا ہے؟ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ آخر میں بتاؤگے ضرور۔ بات کیا ہے؟ اسکول میں کچھہ گڑبڑ ہو گئی؟»

«نہیں، اسکول میں نہیں» میں نے کہا۔ «ہاں اسکول میں۔»

«کہیں پھر نمبر ۲ تو نہیں ملا۔ کیوں؟»

«نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔»

«پھر کیا مشکل آن پڑی ہے؟»

«میرے بارے میں نہیں ہے۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔»

«پھر کس کے بارے میں ہے؟»

«ششکن کے بارے میں۔»

«اسے کیا ہؤا؟»

«وہ پڑھنا نہیں چاھتا۔»

«پڑھنا نہیں چاھتا؟ کیوں نہیں چاھتا؟»

«بس نہیں چاھتا۔ اور قصہ ختم!»

میں نے سوچا کہ میں نے بہت کچھہ کہہ ڈالا ہے۔ «اوفوہ! میں نے کیا کر دیا؟ فرض کرو ماں کل اسکول جاکر استانی سے کہدیں تو؟»

«تمہارا مطلب ہے کہ وہ سبق یاد نہیں کرتا؟» ماں نے پوچھا۔ «اسے خراب نمبر ملتے ہیں؟»

تو گویا وہ سمجھہ نہیں پائیں۔ خدا کا شکر ہے!

«نہیں۔ بالکل نہیں پڑھتا۔ روسی میں اسے نمبر ۲ ملتا ہے۔ اور

روسی بالکل پڑھنا ہی نہیں چاہتا۔ تیسرے درجے سے وہ اس مضمون میں کمزور ہے۔»

«تو پھر چوتھے درجے میں کیسے پہونچ گیا؟»

«معلوم نہیں۔ اس سال وہ کسی دوسرے اسکول سے ہمارے یہاں آیا ہے۔»

«تمہاری استانی کو اس پر زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ اسے اسطرح پچھڑنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔»

«ہاں۔ لیکن وہ بڑا چالاک ہے۔ دوسرے لڑکوں کی کاپیوں سے گھر پر دیا ہؤا کام نقل کر لیتا ہے اور جب بھی املا یا مضمون کا دن ہوتا ہے تو اسکول ہی نہیں آتا۔»

«تم کو اس کی ذمہ‌داری لینی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ تم اسکی وجہ سے کافی فکرمند رہتے ہو۔ پھر تم نے اسکی مدد کیوں نہیں کی؟»

«جب وہ خود ہی کچھہ نہ کرنا چاہے تو میں کس طرح مدد کروں؟»

«تم اسے سمجھاؤ کہ پڑھنا کتنا ضروری ہے۔ کوشش کرکے اس پر اثر ڈالو۔ تم تو خود ہی سنبھل گئے لیکن اسے کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے۔ اگر اسکا کوئی اچھا دوست مدد کرے تو وہ سنبھل جائے گا۔»

«کیا میں اچھا دوست نہیں ہوں؟»

«میں تو سمجھتی ہوں کہ تم ہو کیونکہ ہر وقت اسکی فکر کیا کرتے ہو۔»

مجھے اس بات کی اتنی شرمندگی تھی کہ میں نے ماں سے سب کچھہ سچ سچ کیوں نہیں کہہ دیا کہ اسی وقت جلدی سے کوٹ پہنکر

ششکن کے یہاں پہونچ گیا تاکہ اس سے اس معاملہ پر سنجیدگی سے بات چیت کی جائے۔

دلچسپ چیز یہ ہے کہ جتنی اس زمانے میں ششکن کی اور میری دوستی بڑھی اتنی اس سے پہلے کبھی نہیں بڑھی تھی۔ آج کل میں اسکے بارے میں دن بھر سوچا کرتا تھا اور وہ بھی مجھ سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔ اسکول کے ساتھیوں کے بغیر اسکا جی نہیں لگتا تھا اور وہ مجھ سے کہتا تھا کہ اب تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔

جب میں پہونچا تو کوستیا اپنی ماں اور خالہ زینا کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ میز کے اوپر لٹکتا ہوا بڑا سا نیلا لیمپ شیڈ اس طرح روشنی پھیلا رہا تھا کہ کمرے میں دونوں وقت ملنے کا سماں پیدا ہو گیا تھا جیسا باہر گرمی کی شاموں میں ہوتا ہے جب کہ سورج غروب ہو چکتا ہے لیکن پوری طرح اندھیرا نہیں ہوتا۔ مجھے دیکھ کر سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ مجھے بٹھاکر ان لوگوں نے چائے اور ڈبل روٹی دی۔ کوستیا کی ماں اور خالہ زینا نے میری ماں اور ابا کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے ابا کہاں کام کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ کوستیا بیٹھا سنتا رہا اور کچھ نہ بولا۔ اسنے اپنی ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے کرکے ان میں سے ایک ٹکڑا چائے میں ڈال لیا۔ آہستہ آہستہ ڈبل روٹی چائے کے اندر پھول گئی یہاں تک کہ پورا گلاس اس سے بھر گیا۔ لیکن کوستیا نے شائد یہ دیکھا ہی نہیں۔ وہ بہت فکرمند سا تھا۔

«کیا سوچ رہے ہو کوستیا؟» اسکی ماں نے کہا۔ کوستیا چونک پڑا۔ «میں اپنے ابا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ان کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ ماں۔»

«کیا بتاؤں؟ میں تو سب کچھ تمہیں بتا چکی ہوں۔»

«تو پھر سے بتاؤ۔»

«یہ اپنے باپ کے بارے میں سنتے سنتے کبھی نہیں تھکتا۔ لیکن ظاہر ہے اسے وہ یاد بالکل نہیں ہو سکتے» خالہ زینا نے کہا۔

«مجھے یاد ہیں» کوستیا بولا۔

«یاد کیسے ہوں گے؟ جب جنگ چھڑی ہے تو تم بالکل ذرا سے تھے اور اسی زمانے میں وہ جنگ پر چلے گئے تھے۔»

«اس کے باوجود وہ مجھے یاد ضرور ہیں» ششکن نے ضدی پن سے کہا۔ «مجھے یاد ہے کہ میں پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اور ابا نے میرے پاس آکر مجھے گود میں اٹھا لیا تھا اور پیار کیا تھا۔»

«تمہیں یہ سب کچھ یاد ہو ہی نہیں سکتا» خالہ زینا نے کہا۔ «اس وقت تم صرف تین ہفتے کے تھے۔»

«لیکن جب ابا چھٹی پر گھر آئے تھے تو میں ایک برس سے زیادہ کا تھا۔»

«ہاں لیکن وہ صرف چند منٹ کے لئے آئے تھے کیونکہ ان کا دستہ شہر سے گزر رہا تھا۔ تم کو ماں نے بتایا ہوگا اور تم سمجھتے ہو کہ تمہیں سب کچھ یاد ہے۔»

«نہیں۔ مجھے سب یاد ہے» کوستیا اپنی بات پر جما رہا۔ «میں سو رہا تھا اور پھر میں جاگ پڑا تھا اور ابا نے مجھے اٹھاکر پیار کیا تھا۔ مجھے یاد ہے انکا فوجی کوٹ کتنا کھردرا تھا اور کتنا چبھنےوالا۔ اسکے بعد وہ چلے گئے اور پھر مجھے کچھ یاد نہیں۔»

«اس عمر کے بچے کچھ یاد نہیں رکھ سکتے» خالہ زینا بولیں۔

«لیکن مجھے سب یاد ہے» کوستیا نے اصرار کیا۔ اب اسکی

آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ «کیوں ماں مجھے یاد نہیں؟ اچھا دیکھو ماں بتا دیں گی۔»

«ہاں بیٹے شائد تمہیں یاد ہے» ماں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ «اگر تمہیں یہ یاد ہے کہ انکا فوجی کوٹ چبھنے والا تھا تو یہ اس کا ثبوت ہے کہ تمہیں سب کچھہ یاد ہے۔»

«بالکل» ششکن بولا۔ «کوٹ بےانتہا چبھتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے اور میں کبھی بھول نہیں سکتا کیونکہ وہ میرے ابا تھے اور وہ جنگ میں مارے گئے۔»

اس شام کو ششکن خلاف معمول بہت خاموش رہا۔ وہ اتنے عجیب موڈ میں تھا کہ میں نے جو کچھہ سوچا تھا اس کے بارے میں بات کرنے کی کوشش ہی نہ کی اور جلدی گھر واپس آ گیا۔

اس رات میں بہت دیر تک لیٹا جاگا کیا اور ششکن کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگر وہ اسکول میں ٹھیک سے پڑھتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اور اس حالت میں اس طرح کی کوئی بات نہ ہوتی۔ میں بھی بہت کمزور تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اب میں اچھا خاصا چل رہا تھا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ششکن کے مقابلے میں مجھے زیادہ آسانی تھی۔ بہر حال میرے تو باپ موجود ہیں۔ میں ہمیشہ انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ان کے کام کرنے کا طریقہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور میں بھی ان ہی کی طرح بننا چاهتا ہوں۔ لیکن بیچارے ششکن کے باپ ہی نہیں ہیں۔ جب کوستیا چھوٹا سا تھا اسی وقت اسکے باپ جنگ میں مارے گئے۔ میں بہت چاهتا تھا کہ کوستیا کی مدد کروں اور سوچتا تھا کہ اگر میں اس کے ساتھہ باقاعدگی سے پڑھوں تو ممکن ہے اسکی روسی ٹھیک ہو جائے

اور پھر سب کچھه ٹھیک ہو جائےگا ــ میں نے فیصلہ کیا کہ اسکے ساتھه ھر روز پڑھا کروں‌گا لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ اسکے ساتھه پڑھنے کے متعلق سوچنا بیکار ھے کیونکہ وہ اسکول تو آتا ھی نہیں ــ میں نے سوچنا شروع کیا کہ کسی ترکیب سے اسے اسکول واپس لایا جائے لیکن مجھے معلوم تھا کہ کوستیا کو سمجھانے سے کام نہیں چلےگا کیونکہ وہ بہت مضبوط کردار کا لڑکا نہیں ھے اور اس میں کبھی اتنی ھمت نہ پیدا ھوگی کہ اتنے دنوں کے بعد اپنی ماں کے سامنے جاکر اعتراف کر لے ــ میں نے سمجھه لیا کہ اس کے ساتھه سختی سے پیش آنے کی ضرورت ھے ــ میں نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن اسکول کے بعد اسکے یہاں جاؤں‌گا اور اس معاملہ پر سنجیدگی سے بات چیت کروں‌گا ــ اگر اس نے ماں کے سامنے اعتراف کرکے اسکول واپس آنے سے انکار کیا تو میں صاف صاف کہدوں‌گا کہ میں اب اولگا نکولائیونا سے جھوٹ نہیں بول سکتا اور اسے نہیں بچا سکتا کیونکہ اسکی وجہ سے اسے نقصان ھی ھو رھا ھے ــ اگر اسکی سمجھه میں نہیں آیا کہ یہ سب اسکے فائدے ھی کے لئے ھے تو پھر مجبوری ھے ــ مجھه سے لڑےگا تو لڑے! میں برداشت کر لوں‌گا کیونکہ بعد میں وہ محسوس کرےگا کہ میں اسکے علاوہ کچھه اور کر ھی نہ سکتا تھا اور وہ پھر میرا دوست ھو جائےگا ــ میں جیسے ھی اس نتیجے پر پہونچا مجھے بہت اطمینان ھو گیا ــ اور اپنے آپ پر مجھے بہت شرم آئی کہ میں نے ساری باتیں ماں کو بہت پہلے کیوں نہ بتا دیں ــ میں اسی وقت اٹھه‌کر ان سے سب کچھه کہدینا چاھتا تھا مگر دیر بہت ھو چکی تھی اور سب لوگ سو رھے تھے ــ



پندرہواں باب

میں نے جو کچھہ سوچا تھا دوسرے دن سب کچھہ اسکا الٹا ہو گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسکول کے بعد ششکن کے گھر جاؤں گا اور آخری بار اس سے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے بات چیت کروں گا۔ لیکن چونکہ اسکول میں میں سب سے یہی کہتا تھا کہ ششکن بیمار ہے اس لئے ہمارے پورے پائنیر گروپ نے فیصلہ کیا کہ ششکن کو دیکھنے چلیں۔ گھنٹہ ختم ہوتے ہی میں ششکن کے گھر کی طرف بھاگا تاکہ اسے بتا دوں۔ میں دوڑتا ہؤا وہاں پہونچا تو دیکھا کہ وہ بڑا مگن ہے۔

«کچھہ سنا وتیا؟» وہ بولا۔ «میں ہاتھوں کے بل کھڑا ہو سکتا ہوں! دیوار کے پاس کھڑے ہو تو دیوار پیروں کو نیچے گرنے سے روک لیتی ہے۔»

«یہ ہاتھوں کے بل کھڑا ہونے کا وقت نہیں ہے» میں نے کہا۔ «فوراً بستر کے اندر گھس جاؤ۔»

«کیوں؟»

«تم بیمار ہو۔ ہے کہ نہیں؟»

«میں بیمار ہوں؟»

«اسکول میں میں نے سب لوگوں سے یہی تو کہہ رکھا ہے۔ تم نے خود ہی مجھ سے کہا تھا۔»

«تو پھر کیا ہؤا؟»

«ہؤا یہ کہ لڑکے تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں۔»

«کیا؟» — اور دوسرے ہی منٹ وہ اپنے سارے کپڑوں اور جوتوں سمیت بستر میں گھس گیا۔

«وہ لوگ آئے تو میں ان سے کہوں گا کیا؟» اسنے پوچھا۔

«میں کیا جانوں! کہہ دینا بیمار ہوں۔ اور کہہ بھی کیا سکتے ہو۔»

تھوڑی ہی دیر بعد لڑکے پہونچ گئے۔ انہوں نے اپنے کوٹ برآمدے میں اتارے اور ایک ایک کرکے کمرے میں داخل ہو گئے۔ ششکن نے کمبل اپنے گلے تک کھینچ لیا اور ان لوگوں کی طرف بڑی پریشانی سے دیکھنے لگا۔

«کہو بھائی ششکن کیا حال ہیں!» لڑکے بولے۔

«ہلو» اسنے اتنی کمزور آواز میں جواب دیا کہ سننا مشکل تھا۔ اسے سچ مچ بیمار سمجھا جا سکتا تھا۔

«ہم نے سوچا چلو دیکھ آئیں کہ تم ہو کیسے» یورا بولا۔

«بہت اچھا کیا۔ بیٹھ جاؤ نا۔»

«اب ہو کیسے؟» وانیا نے پوچھا۔

«اچھا نہیں ہوں...»

«ابھی بستر ہی پر پڑے ہو؟»

«ہوں!»

«تمام وقت بستر پر پڑے پڑے گھبرا تو گئے ہوگے» لونیا نے کہا۔

«ھاں اور کیا؟»

«اور دن بھر اکیلے رہتے ہو؟»

«ھاں بالکل اکیلا ـ ماں کام پر چلی جاتی ھیں اور خالہ تھیٹر کے اسکول جاتی ھیں ـ»

«اچھا تو پھر ھم لوگ تمہیں دیکھنے اکثر آیا کریں گے ـ معاف کرنا اب تک ھم لوگ نہیں آ سکے تھے ـ ھم سمجھے کہ تم جلدی ٹھیک ھو جاؤ گے اور اسکول آنے لگو گے ـ»

«کوئی بات نہیں دوستو ـ وتیا مجھے دیکھنے ھر روز آتا ھے ـ»

«ھم لوگ بھی ھر روز آئیں گے ـ کیوں؟» سلاوا نے تجویز پیش کی ـ

«یہ تو بہت اچھا ھوگا» ششکن نے کہا ـ اب یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ نہ آیا کرو ـ

«درد کہاں ھے؟» یورا نے پوچھا ـ

«سب ھی جگہ ھے بھائی ـ ھاتھ میں پاؤں میں ـ ھر جگہ ـ»

«ارے یار ھٹو بھی! پیروں میں بھی؟»

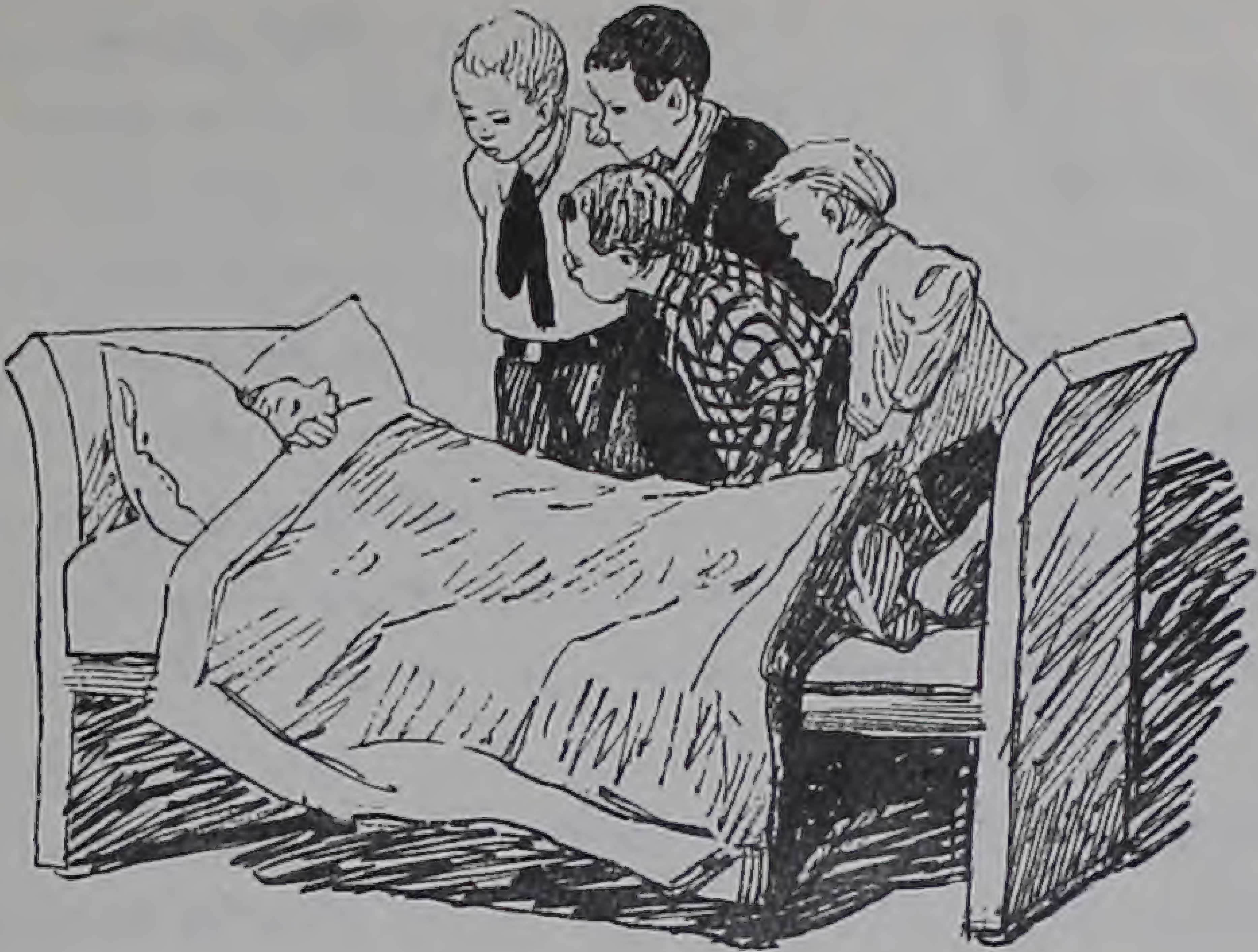
«ھاں، اور سر میں بھی ـ»

«تمہارا مطلب ھے ھر وقت درد ھؤا کرتا ھے؟»

«نہ ـ نہ ـ نہ ـ نہیں، ھر وقت تو نہیں ـ تھوڑی دیر درد ھوتا ھے پھر رک جاتا ھے اور پھر شروع ھو جاتا ھے اور کبھی کبھی تو بہت تکلیف ھوتی ھے ـ»

«ھمارے فلیٹ میں ایک لڑکا بالکل اسی طرح بیمار تھا ـ اسے گٹھیا تھی» واسیا یروخن نے کہا ـ «ممکن ھے تمہیں بھی گٹھیا ھو؟»

«ممکن ھے وھی ھو» ششکن نے کہا ـ



«ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟» وانیا نے پوچھا۔
«ڈاکٹروں کو تو تم جانتے ہی ہو۔ وہ تو صرف اتنا ہی کہنا جانتے ہیں «زبان نکالو اور آ، آ، کرو۔»
«علاج کس چیز سے کر رہے ہیں؟»
«ایسی ہی کوئی دوا دے رہے ہیں۔»
«کون سی دوا؟»
«معلوم نہیں نام کیا ہے۔ کسی قسم کا مکسچر ہے۔»
«کڑوی دوا ہے یا میٹھی؟»
«بڑی کڑوی ہے!» ششکن بولا اور ایسا منہہ بنایا جیسے سچ مچ اسنے بڑی کڑوی دوا پی ہے۔

«جب میں بیمار تھا تو مجھے بھی ایک دوا دی گئی تھی ــ بڑی کڑوی دوا تھی ــ میرا تو پینے کو جی ہی نہ چاہتا تھا» دیما بالاکریف نے کہا ــ

«پینا تو میں بھی نہیں چاہتا ــ»

«ارے نہیں، دوا ضرور پیتے رہنا ــ جلدی اچھے ہو جاؤگے ــ»

«اسی لئے تو میں پیتا ہوں ــ»

«کڑوی ہے تو کوئی بات نہیں» لونیا بولا ــ «دوا پی‌کر فوراً شکر کی ڈلی منہہ میں ڈال لیا کرو تو پھر برا نہیں لگےگا ــ»

«شکریہ ــ اب یہ بھی کر کے دیکھوں‌گا ــ»

«اور اسکول کے کام کے بارے میں فکر مت کرو ــ تم جیسے ہی کچھہ اچھے ہو جاؤگے ہم آکر تمہاری مدد کریں‌گے اور تم ہمارے برابر آ جاؤگے ــ»

«میں برابر تو آ ہی جاؤں گا» ششکن بولا ــ

اس وقت میں نے دیکھا کہ ششکن کے جوتے کمبل کے باہر نظر آ رہے ہیں ــ میں ڈر گیا ــ اگر لڑکوں نے دیکھہ لیا ہوگا تو کیا ہوگا! لیکن وہ لوگ اس سے باتیں کرنے میں مصروف تھے ــ جب کوئی نہیں دیکھہ رہا تھا تو میں ادھر گیا اور جوتے پر کمبل ڈال دیا ــ

«اچھا دوستو» میں نے کہا ــ «یہ ابھی بہت کمزور ہے اس لئے تھکاؤ مت ــ اب گھر چلو تو بہتر ہے ــ»

لڑکے جانے کے لئے کھڑے ہو گئے ــ

«اچھا خدا حافظ، کوستیا ــ جلدی سے اچھے ہو جاؤ ــ ہم کل بھی دیکھنے آئیں‌گے ــ»

وہ لوگ جیسے ہی گئے ششکن بستر سے باہر آ گیا اور خوشی کے مارے کمرے میں چکر لگانے لگا ــ

«کیوں کیسا زوردار رہا معاملہ» وہ چلایا ـ «کسی کو شبہہ بھی نہیں ہؤا ـ ہر چیز ٹھیک طرح ہو گئی!»

«اس میں خوش ہونے کی تو کوئی بات نہیں» میں نے کہا ـ «آج ذرا میں اور تم سنجیدگی سے باتیں کریں گے ـ»

«کس چیز کے بارے میں؟»

«اسکول جانے کے بارے میں ـ»

«میں جانتا ہوں کہ مجھے اسکول جانا چاہئے لیکن اب کیسے جا سکتا ہوں؟ تم خود ہی جانتے ہو کہ اب کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ـ»

«نہیں، میں ایسا نہیں سمجھتا ـ آج میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے اس معاملے میں آخری بار بات کروں گا ـ اگر تم کل سے اسکول نہیں آئے تو میں اولگا نکولائیونا سے سب کچھہ کہہ دوں گا ـ»

«لیکن کیوں؟» کوستیا نے تعجب سے دیکھتے ہوئے پوچھا ـ

«اس لئے کہ تمہیں اسکول جانا چاہئے اور سڑکوں پر مارے مارے نہیں پھرنا چاہئے ـ تم بازیگر تو کبھی بن نہیں سکتے ـ»

«کیوں نہیں بن سکتا؟ میں نے ہاتھہ کے بل چلنا تو ابھی سے سیکھہ لیا ہے ـ»

وہ دیوار کے پاس جاکر ہاتھوں پر کھڑا ہو گیا ـ

اسی وقت دروازہ کھلا اور لونیا اندر داخل ہؤا ـ

«میں اپنے دستانے بھول گیا تھا» وہ بولا ـ «ارے یہ کیا ہے؟ تم سر کے بل کھڑے کیا کر رہے ہو؟»

ششکن پیروں کے بل کھڑا ہو گیا اور احمقوں کی طرح دیکھنے لگا ـ

«اچھا تو تم بیمار ویمار بالکل نہیں ہو!» لونیا بولا ـ

«بیمار ہوں۔ سچ کہتا ہوں» ششکن کا چہرہ چقندر کی طرح سرخ ہو گیا۔

کراہتا اور لنگڑاتا ہؤا وہ اپنے بستر کی طرف چلا۔

«جھوٹ مت بولو! تم کہتے تھے کہ پیروں اور ہاتھوں میں درد ہے اور ابھی تم ہاتھوں کے بل کھڑے تھے۔»

«سچ مچ درد ہوتا ہے!»

«جھوٹ مت بولو! اتنی جلدی کپڑے کیسے پہن لئے؟ تم کپڑے پہنے ہوئے بستر میں لیٹے رہے ہوگے۔»

«اچھا اگر تم قسم کھاؤ کہ کس سے نہ کہوگے تو میں ایک راز کی بات بتاؤں۔»

«قسم کیوں کھاؤں؟»

«تو پھر نہ بتاؤں گا۔»

اسی وقت برآمدے میں پیروں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور وانیا نے جھانکا:

«لونیا، تم آ رہے ہو؟ ہم لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔»

«وانیا یہاں آؤ! اب معلوم ہؤا کہ یہ بیمار ویمار کچھہ بھی نہیں ہے۔»

«بیمار نہیں ہے؟» وانیا نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

«کون بیمار نہیں ہے؟» برآمدے سے یورا کی آواز آئی۔ اور وہ بھی کمرے میں داخل ہو گیا اور اس کے پیچھے دوسرے لڑکے بھی۔

«یہی ششکن۔ یہ بیمار بالکل نہیں ہے» لونیا بولا۔

«وہ کیسے؟»

«میں جو اندر آیا تو دیکھا کہ سر کے بل ہاتھوں پر کھڑا ہے!»

«ہمیں بےوقوف بنانے کا مطلب کیا ہے؟» دوسروں نے مطالبہ کیا۔

«مطلب کچھ بھی نہیں تھا ۔ تھوڑا مذاق کر رہا تھا» ششکن نے عذرلنگ پیش کیا ۔

«اچھا تو مذاق تم اسکو کہتے ہو؟»

کوستیا نے کاندھے جھٹک دئے ۔

«کیا خوب آدمی ہو!» وانیا بولا ۔ «ہم لوگ تو تمہاری وجہ سے پریشان رہیں اور تمہیں دیکھنے آئیں اور تم ہمارا مذاق اڑاؤ ۔ بیمار بن کر لیٹنے کا بھی کیا مذاق ہے!»

«یار اب آئندہ سے ایسا کبھی نہ کروں گا ۔ سچ کہتا ہوں» ششکن نے کہا ۔

«اسکول کیوں نہیں آتے؟» یورا نے پوچھا ۔ «میرا خیال ہے کہ تم بیماری کا بہانہ اس لئے کر رہے تھے کہ اسکول نہ آنا پڑے ۔»

«دیکھو ۔ میں تم کو سب کچھ بتائے دیتا ہوں لیکن ناراض مت ہونا ۔ میں تمہیں بےوقوف بنانا نہیں چاہتا تھا ۔ بات یہ ہے کہ میں سرکس میں بازیگر بننا چاہتا ہوں ۔»

«سرکس میں بازیگر!»

«ہاں میں سرکس کا قلا باز بننا چاہتا تھا ۔»

«تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟»

«بالکل نہیں ۔»

«تم سے یہ کس نے کہدیا کہ سرکس میں نوکری مل جائےگی؟» وانیا نے پوچھا ۔

«تمہارا کیا خیال ہے کہ سرکس کے بازیگر آتے کہاں سے ہیں؟»

«لیکن تم نے یہ بتایا ہی نہیں کہ تم اسکول کیوں نہیں آتے ہو؟»

«میں اب پڑھنا نہیں چاہتا ۔ بس کافی پڑھ لیا ۔»

«کافی پڑھ لیا ـ کس چیز کے لئے؟»

«سرکس کی بازیگری کے لئے اتنا پڑھنا کافی ہے ـ»

«تمہارا خیال ہے کہ سرکس کے بازیگروں کو تعلیم کی ضرورت نہیں ہوتی؟»

«تھوڑی تعلیم تو میں نے حاصل کر ہی لی ہے نا؟»

«تعلیم!» یورا نے مذاق اڑایا ـ «تم ہجے تو ٹھیک سے کر نہیں سکتے ـ پہلے ثانوی تعلیم ختم کر لو پھر سرکس کے اسکول جانا ـ سرکس کے بازیگروں کو بھی دوسروں کی طرح تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے ـ اولگا نکولائیونا سے مشورہ کر لیا ہوتا ـ»

«جیسے میں جانتا نہیں کہ اولگا نکولائیونا کیا کہیں گی!» ششکن بولا ـ

«اگر مجھ سے پوچھو تو اس نے جو کچھ سوچا ہے وہ بالکل حماقت کے برابر ہے» ایگور نے کہا ـ «بہتر یہ ہے کہ اس خیال کو ترک کرکے کل سے اسکول آنا شروع کرے ـ»

«اور اگر کل بھی نہ آئے تو ہم اولگا نکولائیونا سے کہہ دیں گے» یورا بولا ـ

«تو تم لوگ چغل‌خوری کروگے ـ»

«چغل‌خوری کیوں کریں گے» یورا بولا ـ «ہم لوگ تمہیں پہلے ہی آگاہ کئے دے رہے ہیں ـ»

«کل اسکول نہ آکر دیکھو» ایگور نے دھمکاتے ہوئے کہا ـ «بہت آوارگی ہو چکی ـ بڑے ہوکر بیکار تو بننا نہیں چاہتے ـ کیوں؟»

اسی وقت برآمدے میں پیروں کی چاپ سنائی دی اور کسی نے پھر دستک دی ـ دروازہ کھولنے کے بجائے ششکن پھر بستر میں گھس گیا

اور کمبل اوڑھہ لیا۔ میں نے جاکر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اولگا نکولائیونا کھڑی ھیں۔

«اچھا تو پورا پائنیر گروپ یہاں موجود ھے!» اولگا نکولائیونا نے اندر داخل ھوتے ھوئے کہا۔ «تو تم لوگوں نے بیمار کو دیکھنے کا فیصلہ کیا تھا؟»

لڑکے کچھہ بھی نہ بولے۔ کسی کی سمجھہ میں نہ آتا تھا کہ کہے کیا۔ کوستیا کھوئی کھوئی سی نظروں سے اولگا نگولائیونا کی طرف دیکھہ رھا تھا۔ اس نے کمبل اس طرح گھسیٹکر اوڑھا تھا جیسے اسی کے اندر اپنا منہہ چھپانا چاھتا ھو۔ اولگا نکولائیونا پلنگ کے نزدیک گئیں۔

«بیچارہ کوستیا بہت دنوں سے اس حال میں پڑا ھوٗا ھے۔ تمہیں ھوٗا کیا ھے؟»

«کچھہ بھی نہیں» یورا بول پڑا «یہ بیمار ھے ھی نہیں۔»

«بیمار نہیں ھے؟»

«نہیں۔ بالکل تندرست ھے۔»

ششکن نے دیکھا کہ اب سارا بھانڈا پھوٹ گیا ھے تو کمبل ھٹاکر پلنگ کے کونے پر سر لٹکاکر بیٹھہ گیا۔ اولگا نکولائیونا نے باری باری سے ھم لوگوں کی طرف دیکھا۔ جب انکی نظر مجھہ پر پڑی تو بولیں:

«لیکن وتیا تم نے مجھہ سے کیوں کہا تھا کہ کوستیا بیمار ھے؟»

مجھے اتنی شرمندگی ھو رھی تھی کہ جی چاھتا تھا کہ زمین پھٹے اور میں اس میں سما جاؤں۔

«جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو تم مجھہ سے جھوٹ بولے تھے؟»

«میں نے کچھ نہیں کیا ۔ اس نے کہا تھا کہ یہی کہنا ۔»
«تو کوستیا نے تم سے کہا تھا کہ مجھے دھوکا دو؟»
میں نے سر ہلا دیا ۔
«اور جیسا اس نے کہا تھا تم نے ویسا ھی کیا؟»
میں نے پھر سر ہلا دیا ۔
«تو تمہارا خیال ھے کہ تم نے ٹھیک کیا؟»
«لیکن اس نے کہا تھا کہ یہی کہنا ۔»
«تمہارا خیال ھے کہ مجھ سے جھوٹ بول کر تم نے اسے فائدہ پہونچایا؟»
«نہیں ۔»
«تو پھر ایسا کیوں کیا؟»
«میں اپنے دوست کی شکایت کرنا نہیں چاھتا تھا ۔»
«شکایت؟ کس سے؟ کسی دشمن سے؟ میں تم لوگوں کی دشمن ھوں؟»
میری سمجھ میں نہیں آ رھا تھا کہ کیا کہوں تو میں فرش کی طرف تکنے لگا ۔
«مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے شاگرد مجھے دشمن سمجھتے ھیں!» اولگا نکولائیونا نے کہا ۔
«لیکن ھم آپ کو دشمن نہیں سمجھتے اولگا نکولائیونا» وانیا بولا۔ «ھم بالکل نہیں سمجھتے ۔»
«تو پھر کسی نے مجھ سے کہا کیوں نہیں؟»
«کسی کو معلوم ھی نہ تھا ۔ ھمیں تو آج ھی معلوم ھؤا جب اسے دیکھنے آئے ۔»

«اچھا اس کے متعلق بعد میں بات چیت ہوگی۔ اب یہ بتاؤ کوستیا کہ تم اسکول کیوں نہیں آتے؟»

«مجھے ڈر لگتا ہے» کوستیا نے دھیرے سے کہا۔

«ڈر لگتا ہے؟»

«مجھے ڈر تھا کہ آپ کہیں گی کہ ماں سے خط لکھواکر لاؤ۔»

«کیسا خط؟»

«میں املے کے دن اسکول جو نہیں آیا تھا۔»

«املے کے دن اسکول کیوں نہیں آئے؟»

«مجھے ڈر لگتا تھا۔»

«ڈر کس چیز کا؟»

«نمبر ۲ کا۔»

«تو جب بھی املے کا دن ہوتا تھا تو تم جان بوجھ‌کر اسکول نہیں آتے تھے اور ڈرتے یہ تھے کہ اگر دوسرے دن جاؤں‌گا تو پوچھا جائےگا کہ ماں سے خط لکھوا کر لائے ہو یا نہیں؟»

«جی ہاں۔»

«جب تم نے اسکول نہ آنے کا فیصلہ کیا تو پھر کیا کرنے کا ارادہ تھا؟» اولگا نکولائیونا نے پوچھا۔

«معلوم نہیں۔»

«لیکن تم نے کچھ تو سوچا ہوگا؟»

«یہ سرکس کا بازیگر ہونا چاہتا تھا» یورا بولا۔

«لیکن جب تک ثانوی اسکول پاس نہ کر لو اس وقت سرکس کے اسکول میں داخلہ نہیں ملتا۔ اس کے بعد سرکس کے اسکول میں پانچ برس پڑھنا پڑتا ہے۔ ایک ہی دن میں بازیگر تو نہیں ہو سکتے۔کیوں؟»

«جی ہاں شائد نہیں بن سکتا» ششکن نے اتفاق کیا۔
«دیکھو تم نے ٹھیک طریقے سے غور کئے بغیر اسکول نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تمہاری بےوقوفی تھی یا نہیں کوستیا؟»
ششکن کچھہ نہ بولا۔
«اب کیا کرنا چاہتے ہو؟»
«معلوم نہیں۔»
«میرا مشورہ ہے کہ تم اس پر غور کرو۔»
ششکن کچھہ دیر خاموش رہا، پھر اس نے اداسی سے کہا:
«میں پھر سے اسکول جانا چاہتا ہوں۔»
«یہ بہترین بات ہے۔ میرا بھی خیال ہے کہ تمہیں اسکول آنا چاہئے لیکن ایک شرط پر: تمہیں وعدہ کرنا پڑےگا کہ تم اپنے پرانے طورطریقے چھوڑ دوگے اور پڑھنے میں بہت محنت کروگے۔»
«میں وعدہ کرتا ہوں» ششکن نے کہا۔
«اچھا تو کل صبح تم اسکول آؤ اور میں ڈائرکٹر سے کہہ کر تمہیں پڑھنے کی اجازت دلوا دوں‌گی۔»
«اچھی بات ہے» ششکن بولا۔
اولگا نکولائیونا نے ہم سب لوگوں سے کہا کہ اب گھر جاؤ اور پڑھو۔ جب کوستیا کو اندازہ ہؤا کہ وہ کیا کہنے والی ہیں تو اس نے ان سے کہا:
«اولگا نکولائیونا» وہ بولا «اولگا نکولائیونا، میری ماں سے مت کہئےگا۔»
«کیوں نہ کہوں؟»
«میں اب محنت کرکے پڑھوں‌گا۔ سچ کہتا ہوں۔ بس میری ماں سے مت کہئے!»

«تو تم ماں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہو؟ اور چاہتے ہو کہ انہیں دھوکا دینے میں میں تمہارا ساتھ دوں؟»

«میں ماں کو آئندہ کبھی دھوکا نہ دوں‌گا۔ میں انہیں پریشان کرنا نہیں چاہتا۔»

«لیکن اگر تمہاری ماں کو معلوم ہو گیا کہ تم اور میں دونوں مل کر انہیں دھوکا دے رہے تھے تو انہیں اور زیادہ دکھ ہوگا۔ کیوں؟»

«ہوگا تو ضرور۔»

«اس لئے تمہیں بتا دینا چاہئیے۔ لیکن اگر تم وعدہ کرو کہ ایمانداری سے محنت کرکے پڑھوگے تو میں تمہاری ماں سے کہدوں‌گی کہ تم پر زیادہ خفا نہ ہوں۔»

«میں وعدہ کرتا ہوں۔»

«اچھا تو طے ہو گیا» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «اب اپنی کتابیں اٹھا لاؤ تو میں ایک سبق پڑھا دوں۔»

میں بھی دوسرے لڑکوں کے ساتھ گھر چلا گیا اس لئے مجھے نہیں معلوم کہ بعد میں کیا ہؤا۔

سولھواں باب



دوسرے دن ششکن اسکول آیا۔ میں اس کو دیکھ کر اتنا خوش ہؤا کہ اس سے ملنے کے لئے تقریباً دوڑ پڑا۔ پہلے تو اسے کچھ جھجک سی محسوس ہو رہی تھی اور لڑکوں کی طرف باربار اس طرح دیکھتا رہا جیسے سب کے سب اس پر لعن طعن کرنے والے ہوں۔ لیکن جب اسے یقین ہو گیا کہ کوئی کچھ نہ کہے گا تو وہ ٹھیک ہو گیا اور میرے نزدیک بیٹھ گیا۔ آخرکار وہ خالی جگہ پھر سے بھر گئی! مجھے محسوس ہؤا کہ سر پر سے ایک بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔ اب ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی۔

اولگا نکولائیونا نے ششکن سے کچھ نہ کہا اور سبق حسب معمول ہوتے رہے۔ انٹرول میں ولودیا آئے اور لڑکوں نے انہیں بتایا کہ ششکن نے کیا کیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ ولودیا ششکن کو ایک لمبا لکچر دینا شروع کریں گے لیکن اسکے بجائے انہوں نے مجھے لکچر دینا شروع کر دیا۔

«تم جانتے تھے کہ تمہارا دوست غلطی کر رہا ہے اور تم نے اسے صحیح راستے پر لانے کی کوشش نہیں کی» ولودیا نے کہا۔ «تمہیں چاہئے تھا کہ اس کے ساتھ ذرا سختی سے بات کرتے اور اگر وہ

تمہاری بات ماننے سے انکار کرتا تو تمہیں استانی سے یا مجھ سے یا دوسرے لڑکوں سے کہنا چاهئے تھا۔ لیکن تم خاموش رہے۔»

«تمہارا خیال ہے کہ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش نہیں کی؟ سینکڑوں مرتبہ بات کی۔ لیکن میں کرتا کیا؟ اسکول نہ آنے کا فیصلہ خود اسنے کیا تھا۔»

«ہاں لیکن ایسا فیصلہ کیوں کیا تھا؟ اس لئے کہ وہ پڑھنے میں پچھڑ گیا تھا۔ تم نے پڑھنے میں اسکی مدد کی؟ تمہیں معلوم تھا کہ اسے خراب نمبر ملتے ہیں۔ معلوم تھا یا نہیں؟»

«ہاں» میں نے کہا۔ «یہ سب روسی کی وجہ سے ہؤا۔ ہمیشہ میری کاپی میں سے روسی کے سبق نقل کیا کرتا تھا۔»

«دیکھا نا؟ اگر تم سچے دوست ہوتے تو نقل نہ کرنے دیتے۔ اچھے دوست کو کبھی کبھی سخت بھی ہونا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ اسکی کمزوری کو نظرانداز کر گئے۔ اگر تمہیں یہ فکر نہیں کہ تمہارا دوست اچھی بات کرتا ہے یا بری تو یہ دوستی کیسی ہوئی؟ یہ سچی دوستی نہیں ہے۔ یہ تو سطحی قسم کی دوستی ہوئی۔»

لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ تم ششکن کے برے دوست ہو لیکن ولودیا نے کہا:

«ہم لوگ اسکول کے بعد جمع ہوکر اس مسئلے پر بات کر لیں۔ اور وتیا، تمہیں تولیا سے سبق لینا چاهئے۔»

«تولیا کی دوسری بات ہے۔ وہ ہماری پائنیر کاؤنسل کا صدر ہے اور میں بچارا ایک معمولی آدمی۔»

«یہ سب حماقت ہے۔ تم بھی تو پائنیر ہو کہ نہیں؟ اور پائنیر ہونے کا مطلب ہے کہ تم بھی کچھ اہمیت رکھتے ہو۔ اسکے علاوہ،

کون جانے اگلی دفعہ تمہیں ہی پائنیر کاؤنسل کا صدر منتخب کر لیا جائے۔»

«نہیں ہرگز نہیں کیا جائےگا» میں نے کہا۔ «مجھے کوئی منتخب نہیں کرےگا۔ میرا کوئی اثر نہیں ہے۔»

«مگر کیوں نہیں ہے۔»

«بس نہیں ہے۔ مجھے کوئی کسی عہدے کے لئے منتخب نہیں کرےگا۔ اسکے علاوہ میں کوئی اجتماعی کام نہیں کرتا ہوں۔»

«تم کرنا چاهتے ہو؟»

میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ جلسہ برخاست ہو گیا۔

ہم نے اسکول کے بعد ملنے کا فیصلہ کیا لیکن گھنٹہ ختم ہوتے ہی اولگا نکولائیونا نے مجھے اور ششکن کو بلایا اور کہا:

«کوستیا اور وتیا تمہیں ڈائرکٹر نے بلایا ہے۔»

«کس لئے؟» میں نے پوچھا۔ میں خاصا ڈر گیا تھا۔

«وہ خود ہی بتا دیں گے۔ اچھا اب جاؤ۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں کھا تھوڑے ہی جائیں گے!»

ہم لوگ ڈائرکٹر کے دفتر پہونچے۔ دروازہ کھلا ہؤا تھا اور ہم لوگوں نے دهلیز کے پاس کھڑے ہوکر کہا:

«آداب، ایگور الکساندرووچ!»

ایگور الکساندرووچ میز پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔

«جیتے رہو بچو۔ اندر آؤ۔ یہاں بیٹھو۔» انہوں نے اپنے ڈسک کے پاس ایک صوفے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ وہ لکھتے رہے۔

ہم لوگ بیٹھتے ہوئے ڈر رہے تھے کیونکہ صوفہ ڈائرکٹر کی ڈسک کے بہت نزدیک تھا اس لئے ہم لوگ جہاں تھے وہیں کھڑے

رہے۔ یہاں ذرا محفوظ معلوم ہو رہا تھا۔ ایگور الکساندرووچ نے لکھنا ختم کیا تو عینک اتاری۔

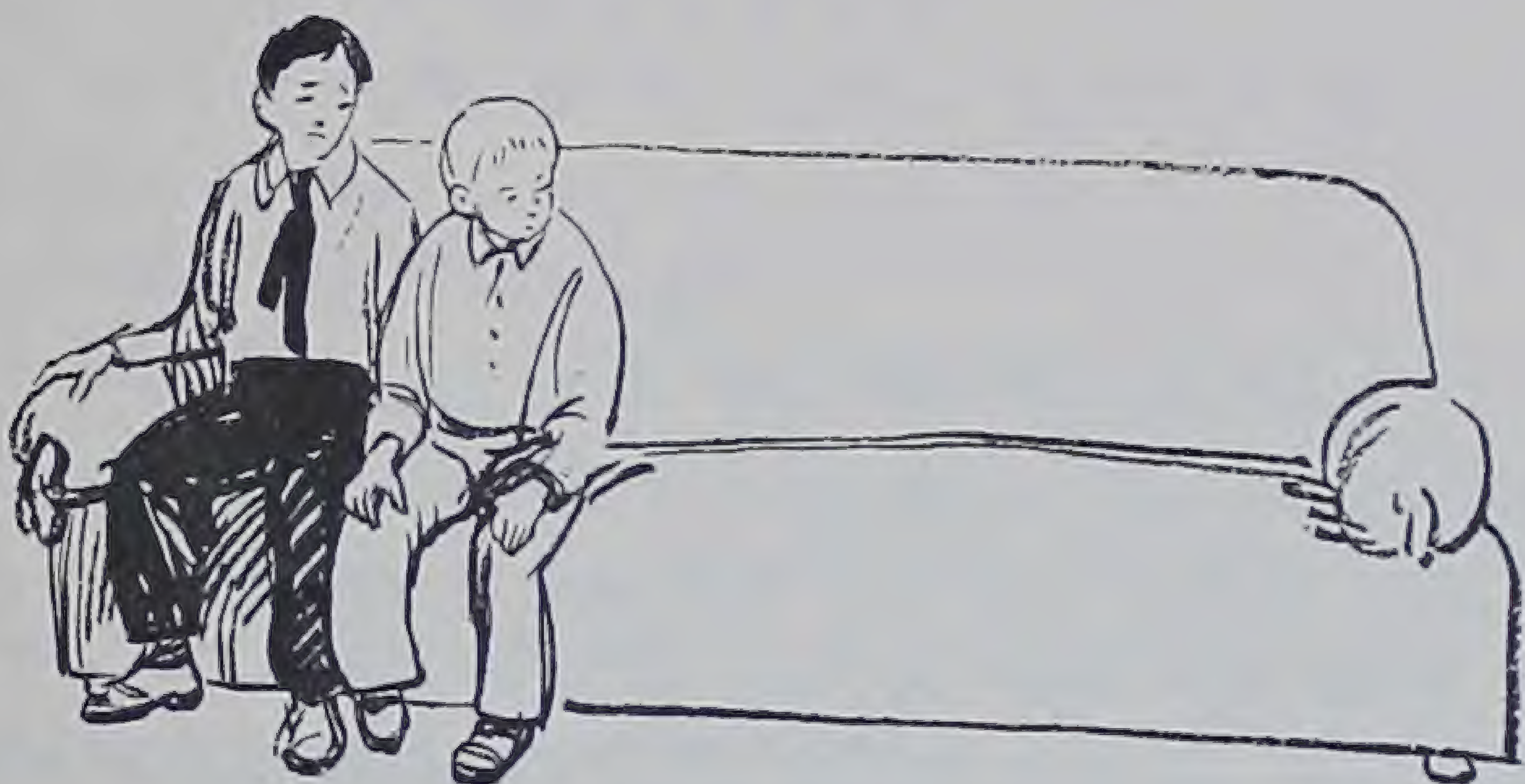
«بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ!»

ہم لوگ صوفے کے پاس پہونچ کر بالکل کنارے پر بیٹھ گئے۔ صوفے کے اوپر ایک چمکیلی کھال منڈھی ہوئی تھی جو اتنی چکنی تھی کہ میں گفتگو کے دوران میں برابر صوفے پر سے پھسلتا رہا اور گفتگو بہت دیر تک جاری رہی۔ اسلئے جب بات چیت ختم ہوئی تو میں اتنا تھک چکا تھا کہ اگر سارے وقت ایک پیر پر کھڑا رہتا تب بھی اتنا نہ تھکتا۔

«اچھا ششکن یہ تو بتاؤ کہ تم کو اسکول سے غیرحاضر ہونے کا خیال کیوں آیا؟» ایگور الکساندرووچ نے کہنا شروع کیا۔

«معلوم نہیں» ششکن منہہ ہی منہہ میں بڑبڑایا۔

«ہوں» ایگور الکساندرووچ بولے «تمہیں نہیں، تو پھر کسے معلوم ہے؟»



«مجھے ... مجھے نہیں معلوم» ششکن بولا۔

«تو تمہارا خیال ہے کہ مجھے معلوم ہے؟» ایگور الکساندرووچ نے پوچھا۔

ششکن نے ایگور الکساندرووچ کو کنکھیوں سے دیکھا کہ وہ مذاق تو نہیں کر رہے لیکن ڈائرکٹر کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ اس لئے اس نے پھر کہا «مجھے نہیں معلوم۔»

«اگر میرے سارے سوالوں کا تم یہی جواب دیتے رہے تو کام نہیں چلے گا۔ اگر ہمیں بات کرنی ہے تو سنجیدگی سے کرنی چاہئے۔ میں خواہ مخواہ تجسس کی وجہ سے نہیں پوچھہ رہا ہوں کہ تم اسکول کیوں نہیں آتے تھے۔ سمجھے؟»

«مجھے ... مجھے ڈر لگتا تھا» ششکن ھکلایا۔

«ڈر کس چیز کا تھا؟»

«مجھے املے سے ڈر لگتا تھا اسی لئے اس دن میں اسکول نہیں آیا اور اس کے بعد مجھے ڈر لگا کہ اولگا نکولائیونا ماں کا خط مانگیں گی، اس لئے میں اسکے بعد اسکول نہیں آیا۔»

«لیکن املا سے ڈر کیوں کیوں لگتا ہے؟ کیا املا بہت سخت چیز ہے؟»

«مجھے ڈر تھا کہ نمبر ۲ ملے گا۔»

«تو تم روسی میں کمزور ہو۔ کیوں ہے نا یہی بات؟»

«جی ہاں۔»

«کیوں کمزور ہو؟»

«اس لئے کہ روسی مجھے بہت سخت معلوم ہوتی ہے۔»

«دوسرے مضمون بھی مشکل معلوم ہوتے ہیں؟»

«نہیں ــ دوسرے تو آسان ہیں ــ»

«تو پھر روسی اتنی مشکل کیوں ہے؟»

«مجھے ہجے یاد نہیں ہوتے ــ»

«اگر ذرا سی محنت کرو تو ہجے اور قواعد یاد کرنا اتنا مشکل نہیں ہے ــ معلوم ہوتا ہے تم روسی پڑھنے میں محنت نہیں کرتے؟»

ششکن نے سر ہلایا «محنت تو نہیں کرتا ــ»

«کیوں؟»

«محنت ہو ہی نہیں پاتی ــ تاریخ یا جغرافیہ ایک بار پڑھ لوں تو یاد ہو جاتا ہے لیکن جیسے ہی لکھنے بیٹھتا ہوں طرح طرح کی غلطیاں ہوتی ہیں ــ»

«اسکے معنی یہ ہیں کہ روسی کی طرف تمہیں زیادہ توجہ کرنی چاہئے ــ صرف آسان چیزوں کو پڑھنا ہی کافی نہیں ہے ــ مشکل مضمون بھی تو پڑھنا چاہئے ــ ہمیں مشکلوں کو آسان بنانا بھی سیکھنا چاہئے ــ کسی چیز کو سیکھنا ہے تو بہت محنت کرنی چاہئے ــ» ایگور الکساندرووچ میری طرف مڑے ــ «مالیف تم بھی تو پہلے حساب میں کمزور تھے ــ ہے نا؟»

«جی ہاں کمزور تھا ــ»

«لیکن اب تم اچھے خاصے چل رہے ہو؟»

«جی ہاں ــ»

«تو یہ تم نے کیسے کر لیا؟»

«اس لئے کہ حساب میں خراب نمبر لیتے لیتے میں تنگ آ چکا تھا ــ اولگا نکولائیونا نے کہا اگر محنت کرو تو اچھے نمبر مل سکتے ہیں ــ تو میں نے محنت شروع کی ــ»

«اور تمہیں کامیابی ہوئی؟»

«جی ہاں مجھے کامیابی ہوئی ـ»

«لیکن کامیابی آسانی سے تو نہیں حاصل ہوئی؟»

«جی نہیں ـ پہلے تو بڑی محنت کرنی پڑی لیکن اب دوسرے مضمونوں کی طرح اس میں بھی آسانی ہوتی ہے ـ»

«دیکھا ششکن ـ مالیف سے سبق حاصل کرو ـ پہلے تو مشکل پیش آئےگی لیکن جہاں ایک بار پہلی مشکل حل ہوئی تو پھر یہ چیز آسان ہو جائےگی ـ اس لئے میں تمہیں یہی مشورہ دوںگا کہ محنت کرنے کا فیصلہ کر لو اور مجھے یقین ہے کہ کامیاب ضرور ہوگے ـ»

«بہت اچھا» ششکن بولا ـ «میں کوشش کروںگا ـ»

«کوشش ہی کافی نہیں ہے ـ تمہیں مشکل کا فوراً مقابلہ کرکے محنت شروع کر دینی چاہئے ـ»

«ضرور کروںگا ... اپنی سی پوری کوشش کروںگا» ششکن بولا ـ

«اب بھی بات واضح نہیں ہوئی» ایگور الکساندرووچ نے کہا ـ «تمہیں ڈر کس بات سے لگتا ہے؟ تمہارے کلاس کے لڑکے مدد نہیں کرتے؟ مالیف تم ششکن کے دوست ہو نا؟»

«جی ہاں» میں نے کہا ـ «لیکن میری دوستی سطحی دوستی ہے ـ»

«کیا؟ ہاں میں سمجھا ـ میں اس سلسلے میں تم سے گفتگو کرنے والا تھا مگر معلوم ہوتا ہے تم پہلے ہی اس پر بات چیت کر چکے ہو ـ کیا تمہیں سطحی دوست کہلانا پسند ہے؟»

«نہیں، مجھے پسند نہیں ـ لیکن جب سب یہی کہتے ہیں تو ٹھیک ہی ہوگا ـ»

«کیا تم کو یقین ہے کہ تم سطحی دوستی کے معنی سمجھتے ہو ـ»

«نہیں – اچھی طرح نہیں –» میں نے اعتراف کیا –
«دیکھو وتیا، سطحی دوست وہ ہوتا ہے جو محض دکھاوے کی دوستی کرتا ہے – سچا دوست کبھی اپنے دوست کو غلطی کرتا دیکھ‌کر خاموش نہیں رہ سکتا – جب تم جانتے تھے کہ ششکن اپنی ماں اور اپنے استادوں کو دھوکہ دے رہا ہے، اور اوپر سے خود اپنا نقصان کر رہا ہے، تو تم نے اسے اسکول سے غیر حاضر رہنے میں مدد دے‌کر سچی دوستی کا ثبوت نہیں دیا – اب تم سمجھتے ہو؟»

«جی ہاں» میں نے کہا – «آئندہ سے میں ششکن کا سچا دوست بننے کی پوری کوشش کروں‌گا –»

«تو تم روسی میں انکی مدد کرو – اس میں وہ کافی پیچھے رہ گئے ہیں اور سب کے برابر آنا ضروری ہے –»

«جی ہاں میں ضرور مدد کروں‌گا» میں نے کہا –«مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مدد کس طرح کرنی چاہئے – پہلے میں بھی کمزور تھا اور مجھے معلوم ہے کہ اس مشکل سے کس طرح نجات حاصل کرنا چاہئے –»

«ٹھیک! تو تم کوشش کروگے؟» ایگور الکساندرووچ مسکرائے –
«جی نہیں» میں نے کہا – «میں کوشش نہیں کروں‌گا بلکہ ان کے ساتھ فوراً محنت شروع کر دوں‌گا –»

«بہت خوب! یہی بات تو مجھے پسند ہے» ایگور الکساندرووچ نے کہا – «تمہیں اسکول میں کوئی اجتماعی کام کرنا پڑتا ہے؟»
«جی نہیں» میں نے کہا –

«اچھا تو ابتدا میں تمہارا یہی کام ہوگا – میں نے اولگا نکولائیونا سے بات کی ہے اور وہ کہتی ہیں کہ تم ششکن کی مدد کر سکتے

ہو ۔ جب تم خود اپنی مدد کر سکے تو دوسرے کی مدد بھی کر سکتے ہو ۔ لیکن تمہیں بہت سنجیدگی سے یہ کام کرنا پڑے گا ۔»

«بہت سنجیدگی سے کروں گا» میں نے کہا ۔

«یہ دیکھنا کہ یہ اپنا سارا کام خود ھی کریں اور وقت سے کریں اور یہ بھی دیکھنا کہ کوئی کام ادھورا نہ چھوڑیں ۔ انکی مشکل تم نہ حل کرنے بیٹھ جانا ۔ اس طرح ان کی مدد نہ ھو سکے گی ۔ جب یہ اپنے آپ کام کرنا سیکھ جائیں گے تو اپنے اوپر اعتماد پیدا ھوگا ۔ اور تمہاری مدد کی ضرورت ھی نہ ھوگی ۔ سمجھے؟»

«جی ھاں ایگور الکساندرووچ ۔»

«اور ششکن تمہیں یہ یاد رکھنا چاھئے کہ ھر شخص کو اپنا کام ایمانداری اور محنت سے کرنا چاھئے ۔»

«لیکن... لیکن میں ابھی اسکول ھی میں تو پڑھتا ھوں» ششکن نے کہا ۔

«اسکول میں پڑھنے والے کا فرض ھے پڑھنا اور اگر تمہیں ٹھیک سے پڑھنا ھے تو محنت کرنی چاھئے ۔ بڑے لوگ کارخانوں اور اجتماعی کھیتوں میں کام کرتے ھیں ۔ وہ لوگ بجلی گھر بناتے ھیں ۔ نہریں کھودکر دریاؤں اور سمندروں کو ملاتے ھیں ۔ ریگستانوں کو سیراب کرتے ھیں اور جنگل لگاتے ھیں ۔ دیکھو انہیں کسی قدر کام کرنا پڑتا ھے ۔ اور بچے اسکول جاتے ھیں تاکہ بڑے ھوکر ملک کی خدمت کرنا سیکھ سکیں ۔ تم اپنے ملک کی خدمت کرنا نہیں چاھتے؟»

«ضرور کرنا چاھتا ھوں!»

«تو پھر! صرف چاھنا تو کافی نہیں ھے ۔ تمہیں مستقل مزاج اور باعزم ھونا چاھئے کیونکہ اگر مستقل مزاجی سے کام نہ کروگے تو تم کچھ بھی نہ کر سکوگے ۔»

«اب سے میں ضرور دل لگاکر محنت کروں گا ـ»

«شاباش» ایگور الکساندرووچ نے کہا ـ «اور محنت کرنے کے علاوہ سچ بھی بولنا چاہئے ـ تم اس زمانے میں سچ نہیں بولے ـ اگر سچ بولتے تو ماں کو دھوکا نہ دیتے، اپنی استانی اور کلاس کے لڑکوں کو دھوکا نہ دیتے ـ»

«اب سے میں ہمیشہ سچ بولا کروں گا ـ»

«بالکل ٹھیک ہے» ایگور الکساندرووچ نے کہا ـ «لیکن یہ کافی نہیں ہے ـ تمہیں اپنے ہم جماعتوں کی زیادہ عزت کرنی چاہئے ـ تم نے ان کو نظرانداز کر دیا اور سمجھے کہ ان کے بغیر کام چلا لوگے ـ»

«لیکن میں تو اپنے ساتھیوں کے بغیر بہت اداس اور تنہا رہتا تھا» ششکن بولا ـ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اب رویا، اب رویا ـ

«یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن تمہیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ اگر ان لوگوں کو تم نے نظرانداز کیا تو ان سے دوستی باقی نہیں رہ سکتی ـ»

«اب کبھی ایسا نہ کروں گا» ششکن نے کہا ـ

«اور جب اسکول نہیں آتے تھے تو کرتے کیا تھے؟» ایگور الکساندرووچ نے پوچھا ـ

ہم نے انہیں بتایا کہ ہم لوگوں نے لوبزک کو گنتی گننا کس طرح سکھایا تھا ـ ایگور الکساندرووچ نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا اور ہم لوگوں سے پورا قصہ سنا ـ

«تو کیا تمہارا خیال ہے کہ کتے کو انسان کی طرح گنتی گننا سکھلا سکتے ہو؟» انہوں نے پوچھا ـ

«لیکن سرکس میں جو کتا دیکھا تھا وہ کیسے گنتا تھا؟»

ایگور الکساندرووچ ہنسے۔

«اس کتے کو گنتی گننا تھوڑا ہی آتا تھا» وہ بولے۔ «اسے اشاروں کے ذریعہ بھونکنا سکھایا گیا تھا۔ جب کتا اتنی ہی بار بھونک چکتا ہے جتنی بار ٹرینر چاہتا ہے تو وہ اسے رکنے کے لئے اشارہ کر دیتا ہے۔ لوگ یہ اشارہ نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ کتا گنتی جانتا ہے۔»

«لیکن ٹرینر کس قسم کا اشارہ کرتا ہے؟» کوستیا جاننا چاہتا تھا۔

«اپنا سر چپکے سے ہلا دیتا ہے یا ہاتھ ہلا دیتا ہے یا چپکے سے چٹکی بجا دیتا ہے۔»

«لیکن کبھی کبھی ہمارا لوبزک بغیر اشارے کے صحیح گنتا ہے» کوستیا بولا۔

«کتوں کا مشاہدہ بہت تیز ہوتا ہے» ایگور الکساندرووچ نے کہا۔ «جب کبھی لوبزک صحیح جواب دیتا ہے تو تم غیر ارادی طور پر سر ہلا دیتے ہوں‌گے یا کوئی اور حرکت کر دیتے ہوں‌گے۔ وہ اسے دیکھتا ہوگا اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہوگا کہ تم چاہتے کیا ہو۔ لیکن چونکہ تمہاری حرکتوں کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے اس لئے وہ اکثر غلطی کرتا ہوگا۔ اگر چاہتے ہو کہ وہ ٹھیک جواب دے تو اسے یہ سکھاؤ کہ کسی خاص اشارے کو سمجھنا شروع کرے۔ مثلاً چٹکی بجانا۔»

«اسکی تو ضرور کوشش کروں گا» کوستیا نے کہا ۔ «لیکن پہلے اپنی روسی ٹھیک کر لوں گا تب اسکے بعد میں لوبزک کو سکھاؤں گا ۔»

«بالکل ٹھیک ہے ۔ اور جب ہمارے اسکول میں کنسرٹ ہو تو تم دونوں لوبزک کے کرتب دکھا سکتے ہو ۔»

هم لوگ بہت ڈر رہے تھے کہ ایگور الکساندرووچ هم لوگوں کو کوئی سخت سزا دیں گے لیکن ظاہر ہے کہ وہ سزا دینا نہیں چاہتے تھے ۔ وہ صرف یہ بتانا چاہتے تھے کہ اچھی طرح پڑھنا کتنا اهم ہے ۔

سترہواں باب



ڈائرکٹر کے کمرے سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ولودیا اور دوسرے لڑکے برآمدے میں ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے فوراً ہی ہم دونوں کو گھیر لیا اور لگے سوالوں کی بوچھار کرنے۔

«کیوں کیا ہؤا؟ ایگور الکساندرووچ نے کیا کہا؟ پڑی ڈانٹ؟»

«نہیں» میں نے کہا۔ «ایگور الکساندرووچ نے ہمیں معاف کر دیا۔»

«چلو اچھا ہؤا» تولیا بولا۔ «اب پائنیر روم میں چلو۔ وہاں چل کر بات ہوگی۔ آج اس مسئلے کا فیصلہ کرنا ہے۔»

ہم لوگ پائنیر روم میں پہونچے۔ ششکن پیچھے رہ گیا۔

«کوئی بات نہیں ششکن۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں» یورا بولا۔ «ہم تمہیں لکچر دینے والے نہیں ہیں۔»

جب ہم میز کے چاروں طرف بیٹھ گئے تو ولودیا نے بولنا شروع کیا۔

«تو اب یہ دیکھنا ہے کہ ہم لوگ ششکن کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں» انہوں نے کہا۔ «انہیں اتنے خراب نمبر مل رہے تھے کہ

آخر انہوں نے اسکول آنا ہی چھوڑ دیا ۔ ظاہر ہے یہ انکی غلطی تھی ۔ لیکن ذمہ‌داری ہم لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے ۔ ان کے خراب نمبروں پر ہم لوگوں نے خاص توجہ نہیں دی اور بروقت مدد نہیں کی ۔ »

«ظاہر ہے ہم لوگوں پر بھی ذمہ‌داری آتی ہے» وانیا بولا ۔ «لیکن ششکن کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ اسے اپنے آپ کو سنبھالنا ہے ۔ اگر اب پوری سنجیدگی سے کوشش نہ کی تو پھر وہی ساری باتیں ہوں‌گی ۔ »

«وانیا بالکل ٹھیک کہتا ہے ششکن ۔ تمہیں برا ماننے کی ضرورت نہیں لیکن تمہیں بڑی ہوشیاری سے چلنا پڑےگا» یورا بولا ۔ «ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں ۔ سچ کہتا ہوں کہ اس میں ہم لوگوں کو خوشی ہی ہوگی ۔ »

«لیکن کس طرح؟» لونیا استافیف نے پوچھا ۔ «ہم نے آلک سوروکن سے کہا تھا کہ اسکی مدد کرو مگر ہؤا کیا؟»

«تم نے اس کے ساتھہ محنت بھی کی؟» ولودیا نے آلک سے پوچھا ۔

«ہاں کی کیوں نہیں!» آلک بولا ۔

«کتنی بار تم لوگ ساتھہ مل‌کر بیٹھے تھے؟»

«اب یہ تو ٹھیک سے یاد نہیں ۔ میرا خیال ہے دو یا تین بار ۔ »

«دو یا تین بار!» یورا غرایا ۔ «معلوم نہیں کہ تمہیں روزانہ ساتھہ پڑھنا تھا؟ دو یا تین بار! اور تم نے جلسے کے اندر بیٹھہ‌کر وعدہ کیا تھا ۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم ٹھیک سے کام کروگے مگر دیکھو کیا کرکے بیٹھے ہو!»

«لیکن میں کیا کروں؟» آلک بولا۔ «میں جب بھی اسکے گھر گیا تو یہ غائب۔ اور جب گھر میں ہوتا تو کہتا ، آج پڑھنے کو جی نہیں چاھتا ، تو میں نے چھوڑ دیا۔»

«تمہیں اس طرح چھوڑ دینے کا کوئی حق نہیں تھا» یورا بولا۔ «تمہیں پائنیر گروپ میں یہ سوال اٹھانا چاھئے تھا اور دوسروں کی مدد حاصل کرنی چاھئے تھی۔ ششکن کو معلوم نہیں کہ کس وقت کیا کام کیا جائے۔ یہ تمہارا فرض تھا کہ اس کی مدد کرتے۔ لیکن ھؤا کیا؟ تم خود تو اس فکر میں رھے کہ تمہیں اچھے نمبر مل جائیں لیکن کلاس کے ساتھیوں کی فکر بالکل نہیں ھوئی۔ اور ذمہ‌داری مجھہ پر بھی آتی ھے کہ تمہارے کام کی جانچ نہیں کی۔»

«میں وعدہ کرتا ھوں کہ آئندہ سے اچھی طرح ششکن کی مدد کروں‌گا» آلک نے کہا۔ «میرا خیال ھے کہ شطرنج پر میں نے زیادہ وقت صرف کیا اور اسی وجہ سے یہ سب کچھہ ھو گیا۔»

«نہیں» ولودیا نے کہا۔ «میرا خیال ھے کہ تم ٹھیک سے نہیں کر پاؤگے۔ ایک دفعہ تو گڑبڑکر چکے ھو۔»

«اب میں ششکن کے ساتھہ پڑھوں‌گا» میں نے کہا۔ «ایگور الکساندرووچ نے مجھہ سے کہا ھے۔»

«اگر ایگور الکساندرووچ نے کام تمہارے سپرد کیا ھے تو ھمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں دوستو؟»

«بالکل ٹھیک ھے» دوسروں نے اتفاق کیا۔ «انہیں کوشش کرنے دو۔»

جلسہ ختم ھؤا اور ھم لوگ باھر نکلے۔ راستے بھر ششکن خاموش رھا جیسے وہ کس خاص چیز کے بارے میں سوچ رھا ھو۔ آخر اس نے کہا:

«میں بالکل بیکار آدمی ہوں۔ مجھ میں قوت ارادی نہیں، صلاحیت نہیں، کچھ بھی نہیں ہے۔»

«پاگل پنے کی بات مت کرو۔ تم بیکار بالکل نہیں ہو» میں نے کہا اور اسکی ہمت بندھانے کی کوشش کی۔

«مجھے معلوم ہے کہ میں ہوں بالکل بیکار۔ لیکن ہمیشہ ایسا ہی نہیں رہنا چاہتا۔ اب میں اپنے آپ کو سنبھالوں گا۔ دیکھ لینا۔ لیکن وتیا تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔ ایگور الکساندرووچ نے بھی تم سے کہا ہے۔ اب تم انکار بھی نہیں کر سکتے۔»

«میں انکار کب کرنے جا رہا تھا؟» میں نے کہا۔

«لیکن جیسا میں کہوں تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا۔ چلو آج ہی سے شروع کر دیں۔ آج شام کو میں سیدھا تمہارے یہاں آؤنگا اور ہم لوگ شروع کر دیں گے۔»

شام کو میں سیدھا ششکن کے یہاں پہونچا۔ زینے پر چڑھتے میں مجھے لوبزک کے بھونکنے کی آواز آئی اور اندر پہونچ کے دیکھتا کیا ہوں کہ لوبزک ایک کرسی پر بیٹھا ہؤا ہے اور کوستیا اس کے منہہ کے سامنے چٹکی بجا رہا ہے۔

«جیسا ایگور الکساندرووچ نے کہا تھا ویسے ہی میں اسے اشارے سمجھنا سکھلا رہا ہوں» وہ بولا۔ «آؤ پہلے ذرا لوبزک کو سکھلا لیں۔ سبق بعد میں یاد کریں گے۔ لوبزک کو بھی تو کسی نہ کسی وقت پڑھانا ہی چاہئے۔»

«کوستیا ششکن!» میں نے سختی سے کہا۔ «تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس وقت تک لوبزک کو تربیت نہ دوگے جب تک اپنی روسی ٹھیک نہ کر لوگے؟ اتنی جلدی بھول گئے؟»

«وھی میری پرانی عادت!» ششکن بولا - «لوبزک چلو یہاں سے بھاگو! جب تک اپنی روسی ٹھیک نہ کر لوں اسوقت تک تیری صورت بھی نہ دیکھوں‌گا - وتیا تم مجھے چاھے جتنا کمزور انسان کہو لیکن اگر پھر ایسی حرکت کرتے پاؤ تو کہنا - اچھا تو پہلے کیا پڑھیں؟»

«روسی سے شروع کریں‌گے» میں نے کہا -

«جغرافیہ یا حساب سے نہیں؟»

«نہیں» میں نے کہا - «میں اپنے تجربے سے جانتا ھوں کہ کس چیز سے شروع کرنا چاھئیے - آج روسی کے بارے میں اسکول میں کیا کام دیا گیا ھے؟»

«ارے پھر وھی کم بخت لاحقہ - اور پھر اولگا نکولائیونا نے مجھہ سے یہ بھی کہا ھے کہ ھجے کا ایک اصول یاد کرکے آؤ - پھر اسکے علاوہ ایک مشقی سوال بھی کرنا ھے -»

«اچھا تو مشقی سوال کرنے سے ابتدا کریں» میں نے کہا -

«تو میں تیار ھوں -»

«تیار ھو؟ تو پھر شروع کیوں نہیں کرتے؟ یہ تو امید نہیں کرتے کہ تمھارے مشقی سوالات میں کر دیا کروں‌گا، کیوں؟ اب سے سارا کام خود تم ھی کو کرنا ھوگا - اب تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہ ھونی چاھئیے!»

«اچھا بھائی اچھا» ششکن نے ٹھنڈا سانس بھرا -

اس نے اصول کو ایک یا دو بار پڑھا اور پھر لکھنے بیٹھہ گیا - سبق بہت آسان تھا - لیکن اسنے اتنی دیر لگائی کہ میں اپنا جغرافیہ کا کام تقریباً ختم کر چکا تھا جب اس نے کہا:

«ختم ھو گیا!»

لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس نے لکھا کیا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سینکڑوں غلطیاں تھیں۔

«کیا خوب کام کیا ہے!»

«کیوں، سب غلط ہے کیا؟»

«سب غلط تو نہیں ہے لیکن برا ضرور ہے۔»

«دیکھا۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا۔ میں کبھی نہ سیکھ سکوں گا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں» کوستیا نے منہہ بناکر کہا۔

«گدھے پن کی بات مت کرو» میں نے سختی سے کہا۔ «ایکدم سے تو سیکھ نہیں سکتے۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ، علم، کی جمع ،ون، بڑھاکر نہیں بنا سکتے؟»

«جاننا تو چاہئے مگر بھول گیا۔»

«اتنی جلدی۔»

میں نے پھر اس سے اصول پڑھنے کو کہا اور بتایا کہ دوسری مثالوں میں یہ اصول کس طرح کام کرتا ہے۔ پھر میں نے کہا «اچھا اب اس سبق کو پھر سے لکھو اور کوشش کرو کہ اس بار کوئی غلطی نہ ہو۔»

«ارے وتیا اب اسے چھوڑو۔ اگلی بار زیادہ محنت کروں گا۔»

«نہیں بھائی، اس طرح تو کام نہیں چلےگا» میں نے کہا۔ «تم نے وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ کہوگے وہی کروں گا کیوں؟»

ایک گہرا سانس بھرکر ششکن نے سبق پھر سے لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن اس بار اسنے بہت جلدبازی سے کام لیا۔ سارے حرف ٹیڑھے میڑھے تھے، کوئی لیٹا ہؤا تھا تو کوئی سطر سے نیچے لٹکا ہؤا تھا اور کوئی سطر کے اوپر بھاگا جا رہا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ لکھتے لکھتے اسکا جی اکتا گیا ہے۔

اسی وقت یورا آیا۔ دیکھا کہ ہم لوگ پڑھے رہے ہیں۔
«پڑھائی ہو رہی ہے، کیوں؟ بہت اچھا ہے۔ کون سا مضمون ہے؟»
«روسی» میں نے کہا۔ «اولگا نکولائیونا نے اسے ایک خاص سبق دیا ہے۔»
یورا نے دیکھا کہ ششکن لکھہ کیا رہا ہے۔
«ارے یہ کیا ہے؟» وہ بولا۔ «ذرا یہ غلطی دیکھو! اور یہ! اور یہ! تم سیدھی سطریں بھی نہیں لکھہ سکتے!»
«آخر یہ لوگ اتنے مشکل سبق کیوں دیتے ہیں؟» ششکن نے تقریباً کراہ کر پوچھا۔
اسی وقت وانیا داخل ہؤا۔ اسنے بھی دیکھا کہ ہم لوگ پڑھہ رہے ہیں اور سوال کیا:
«پڑھہ رہے ہو؟»
«ہاں» ہم نے کہا۔
«یہ اچھا کیا۔ تم سارے کلاس کے شکریہ کے مستحق ہو۔»
«اپنا سبق کرنے پر پورا کلاس میرا شکریہ کیوں ادا کرے؟» ششکن بولا۔ «پڑھا تو کچھہ سیکھنے کے لئے جاتا ہے شکریہ حاصل کرنے کے لئے نہیں۔»
«میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سارا کلاس چاھتا ہے کہ تم لوگ محنت کرو اور اچھے نمبر حاصل کرو۔ اسی لئے تم دونوں کو پڑھتے دیکھہ‌کر مجھے خوشی ہوئی۔»
دروازہ کھلا اور واسیا یرلوخن داخل ہو گیا۔
«پڑھائی ہو رہی ہے؟» وہ بولا۔

«تم لوگوں کا مطلب کیا ہے!» میں نے کہا۔ «ہر شخص اسطرح پوچھہ رہا ہے جیسے زندگی میں اس سے پہلے ہم لوگوں نے کبھی پڑھائی نہیں کی!»

«تم سے مطلب نہیں تھا۔ میں نے تو ششکن کے بارے میں کہا تھا» واسیا بولا۔

«تو ششکن کو کیا ہؤا؟ کبھی اس نے پڑھا نہیں؟ صرف روسی ہی میں تو کمزور ہے۔ دوسرے مضمونوں میں تو اچھا خاصا ہے۔»

«غصہ تھوک ڈالو بھائی۔ میرا کچھہ اور مطلب تھوڑا ہی تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ ششکن پڑھہ نہیں رہا ہوگا اور جب میں نے پڑھتے دیکھا تو یہ الفاظ میرے منہہ سے بےاختیار نکل گئے۔»

«کوئی دوسرے الفاظ نہیں ملتے تھے۔ جیسے کچھہ اور کہہ ہی نہیں سکتے تھے!»

«مجھے کیا معلوم تھا کہ تم بلاوجہ بگڑ جاؤگے۔ اس میں بگڑنے کی تو کوئی بات نہیں۔»

اسی وقت دروازہ کھلا اور آلک سوروکن داخل ہؤا۔

«اب یہ کہےگا: 'پڑھائی ہو رہی ہے۔ کیوں؟'» ششکن نے چپکے سے کہا «ذرا دیکھتے جاؤ!»

«پڑھائی ہو رہی ہے؟» آلک سوروکن نے مسکراکر پوچھا۔

ہم سب ہنس پڑے۔

«یہ کیا مذاق ہؤا؟» آلک نے جھینپ کر کہا۔

«کچھہ بھی نہیں۔ تم پر نہیں ہنس رہے» میں نے کہا۔ «تم آئے کس سلسلے میں؟»

«ارے میں نے کہا کہ ذرا دیکھتا چلوں شائد میری مدد کی ضرورت ہو۔»

«اپنے ساتھ شطرنج تو نہیں لیتے آئے؟» میں نے فقرہ کسا۔

«نہیں۔ بالکل بھول گیا۔ برا ہؤا ورنہ ایک ایک بازی ہو جاتی۔»

«اچھا جناب آپ مع اپنی شطرنج کے یہاں سے دور ہی رہئے» یورا نے کہا۔ «اچھا بھائی اب ہم چلتے ہیں۔ تمہارا وقت کیوں ضائع کریں۔»

سب لڑکے چلے گئے۔

«یہ لوگ دیکھنے آئے تھے» کوستیا بولا۔ «جاننا چاہتے تھے کہ ہم لوگ پڑھہ بھی رہے ہیں یا نہیں۔»

«تو کیا ہؤا؟» میں نے کہا۔ «کچھہ برا تو نہیں کیا۔»

«میں نے کب کہا کہ برا کیا۔ میرا تو خیال ہے کہ اچھا کیا کہ اتنی دلچسپی دکھا رہے ہیں۔»

«کیا اولگا نکولائیونا نے تمہاری ماں کو بتایا کہ تم اسکول نہیں آ رہے تھے؟» میں نے کوستیا سے پوچھا۔

«ہاں۔ اور خالہ زینا سے بھی کہدیا۔ مجھہ پر کیا کس کے ڈانٹ پڑی ہے کہ زندگی بھر یاد کروں گا۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ سب کچھہ ٹھیک ہو گیا۔ اسکول سے غائب ہوکر مجھے کوئی مزا تھوڑے ہی آتا تھا۔ بہت برا لگتا تھا، وتیا۔ تم سمجھہ نہیں سکتے کہ تم لوگوں کو اسکول جاتے دیکھہ‌کر مجھے کتنی تکلیف ہوتی تھی کیونکہ میں شہر بھر میں چھپا چھپا پھرتا تھا۔ جیسے بےگھر کا کتا ہو کہ مارا مارا پھر رہا ہے۔ اور ماں کے بارے میں سوچ کر بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ تم سمجھتے ہو انہیں دھوکا دےکر مجھے خوشی ہوتی تھی؟ لیکن ایک بار جو شروع کر دیا تو اسکا روکنا

مشکل تھا۔ دوسری مائیں اپنے بیٹوں پر فخر کرتی ہیں لیکن میری ماں مجھ جیسے بیکار شخص پر فخر کس طرح کر سکتی ہیں؟ اور سب سے بری بات یہ تھی کہ کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ معاملہ خراب سے خراب تر ہوتا گیا۔ بڑا برا زمانہ تھا۔»

«مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں اتنا دکھ ہو رہا ہے» میں نے کہا۔

«بہت دکھ تھا! میں نے اسکا اظہار نہیں کیا۔ میں دکھاتا ایسا تھا گویا مجھے کوئی فکر نہیں لیکن دل کی کیا حالت تھی میں ہی جانتا ہوں۔»

«لیکن یہ کیوں ظاہر کرتے تھے کہ تمہیں کوئی فکر نہیں ہے؟»

«معلوم نہیں۔ تم آکر مجھ سے بحث شروع کر دیتے تھے تو مجھے اپنے آپ پر بڑی شرم آتی تھی لیکن ظاہر یہ کرتا تھا کہ مجھے کوئی فکر نہیں۔ خیر اب تو سب کچھ ختم ہو گیا اور آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔ ایسا لگتا ہے جیسے بڑا بھاری طوفان گزر گیا۔ اور اب ہر چیز پرسکون ہے۔ اب تو مجھے محنت کرکے پڑھنا چاہئے۔»

«بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ کوشش کرو!» میں نے کہا۔

«ضرور کروں گا۔ اور کیا محنت شروع نہیں کر دی؟»



اٹھارہواں باب

دوسرے دن اولگا نکولائیونا نے کوستیا کی کاپی دیکھی اور ایسی غلطیاں نکالیں جو میں نے نہیں دیکھی تھیں۔ قواعد کے اصول تو ٹھیک تھے کیونکہ میں دیکھتا جا رہا تھا لیکن جب اس نے سبق اپنی اسکول کی کاپی نقل کیا تو ہجے کی نئی غلطیاں کر دیں۔ کوئی حرف چھوٹ گیا تھا یا کوئی غلط حرف لکھہ دیا تھا۔

«یہ صرف لاپرواہی کی وجہ سے ہے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «اور اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پڑھنے میں تم ٹھیک سے جی نہیں لگاتے ہو۔ کام ختم کرنے کے لئے جلدبازی سے کام لیتے ہو۔»

«کچھہ زیادہ جلدی تو نہیں کرتا» کوستیا نے کہا۔

«تو پھر تمہارا خط اتنا خراب کیوں ہے؟ دیکھو نا تمہارے حروف کتنے ٹیڑھے میڑھے ہیں۔ جیسے ساری کاپی میں دوڑتے پھر رہے ہوں۔ کوشش کرتے تو اس سے اچھا لکھہ سکتے تھے۔ محنتی طالب‌علم نہ صرف یہ کوشش کرتا ہے کہ غلطی نہ ہونے پائے بلکہ یہ بھی کوشش کرتا ہے کہ صاف ستھرا لکھے۔ یہ تو تمہیں ماننا پڑےگا ششکن کہ تم اپنا کام دل لگاکر نہیں کرتے۔»

«کوشش تو کرتا ہوں اولگا نکولائیونا لیکن بات یہ ہے کہ مجھہ میں ارادے کی اتنی قوت نہیں ہے کہ ایک سبق کو دیر تک لئے بیٹھا رہوں۔ ہمیشہ یہی جی چاہتا ہے کہ جلدی سے اسے ختم کر دوں۔ معلوم نہیں کیوں!»

«میں بتاتی ہوں کیوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی تک یہ نہیں سمجھہ سکے ہو کہ بغیر محنت کے کچھہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر کام محنت سے نہ کروگے تو کردار میں کبھی مضبوطی نہیں آ سکتی اور کسی چیز میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔

اس دن سے کوستیا کی کاپی دیکھہکر بتایا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے کمزور کردار پر قابو پانے کے لئے کتنی سخت محنت کر رہا ہے۔ کبھی کبھی سبق اتنی خوبصورت لکھائی سے شروع ہوتا کہ دیکھہکر جی خوش ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ جب وہ سبق کو لکھنے بیٹھا تھا تو یہ عہد کرکے بیٹھا تھا کہ اسے اچھی طرح کرےگا۔ لیکن آہستہ آہستہ اسکے ارادے میں کمزوری آتی جاتی اور حروف ٹیڑھے میڑھے ہونے لگتے۔ ایک کے اوپر ایک چڑھہ جاتے یا ادھر ادھر اس طرح پھیلے ہوتے جیسے شراب کے نشے میں چور ہوں۔ اور کبھی کبھی بالکل اسکے برعکس ہوتا۔ سبق خراب خط سے شروع ہوتا جس سے پتہ چلتا کہ کوستیا اس مصیبت کو جلدی ختم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چند سطروں کے بعد ارادے میں مضبوطی آتی جاتی، اسکے حروف صاف اور سیدھے ہوتے جاتے اور سبق کے آخر تک پہونچتے پہونچتے یقین نہ آتا کہ پہلا حصہ بھی اسی کا لکھا ہؤا ہے۔

لیکن ساری مشکل خط ہی کے ساتھہ نہیں تھی۔ اس کے ہجے سب سے خراب تھے۔ اب تک وہ بے انتہا غلطیاں کرتا تھا اور اس بار جب کلاس میں املا ہؤا تو اسے نمبر ۲ ملا۔ سب لڑکوں کو امید تھی کہ اسے کم از کم نمبر ۳ ملےگا کیونکہ اسنے نئے سرے سے محنت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے ہر شخص کو مایوسی ہوئی۔

«وتیا ہم تو سمجھے تھے کہ تم کوستیا کے ساتھہ محنت کر رہے ہو» انٹرول میں یورا نے مجھہ سے کہا۔

«کر تو رہا ہوں» میں نے کہا۔ «ہم دونوں مل کر اچھی خاصی طرح کام کر لیتے ہیں۔»

«تو پھر اس نے کچھہ ترقی کیوں نہیں کی؟»

«تو اس میں میرا کیا قصور۔ میں تو ہر روز اس کے ساتھہ پڑھتا ہوں۔»

«یہ تو ٹھیک ہے مگر پھر وہ کچھہ ترقی کیوں نہیں کرتا؟»

«مجھے کیا معلوم۔ شائد اس لئے کہ ابھی ابھی تو شروع کیا ہے۔»

«اب تو دو ہفتے ہو گئے۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اس سے کام کس طرح کرایا جائے۔ اب کسی اور کو اسکی مدد کے لئے مقرر کرنا پڑےگا۔ اولگا نکولائیونا سے کہیں گے کہ تمہارے بجائے وانیا پاخوموف کے سپرد کریں یہ کام۔ وہ ششکن سے کام کرا سکتا ہے۔»

«نہیں، آپ مہربانی کیجئیے!» میں نے کہا۔ «مجھہ سے خود ایگور الکساندرووچ نے کہا تھا۔ مجھے ہٹانے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔»

«خیر یہ تو ہم دیکھہ لیں گے۔ کل ہم لوگ اولگا نکولائیونا سے بات کریں گے۔ تم سمجھتے ہو کہ چونکہ ایگور الکساندرووچ نے تمہیں یہ کام دیا ہے تو تم جس طرح چاہو کرلو؟»

«میرا خیال ہے مالیف کہ تم مان جاؤ تو اچھا ہی ہے» لونیا استافیف بولا۔ «اولگا نکولائیونا بہر حال تمہیں ہٹا دیں گی۔ بہت صاف بات ہے کہ تم اس کام کے لئے موزوں نہیں ہو۔ وانیا تم سے بہتر رہے گا۔»

«میں تو شرط باندھہ کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ اچھا رہے گا» یورا بولا۔

«یہ بھی دیکھہ لیں گے» میں نے کہا۔

«بلا سبب بحث کیوں کر رہے ہو؟ تم خود ہی دیکھہ لو کہ تمہاری وجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔»

کچھہ دوسرے لڑکے بھی بیچ میں بول پڑے اور کہنے لگے کہ تم ہٹ جاؤ تو بہتر ہے مگر میں اڑ گیا۔»

«اگر اولگا نکولائیونا چاہیں تو مجھے ہٹا دیں لیکن میں اپنے آپ تو نہ ہٹوں گا۔»

«اچھی بات ہے۔ اولگا نکولائیونا خود ہٹا دیں گی۔ اور یہ اور بھی برا ہوگا» لڑکوں نے کہا۔

پتہ نہیں میں نے اتنی ضد کیوں کی۔ مجھے احساس تھا کہ املے میں ششکن کو نمبر ۲ ملنے کے بعد مجھے اس کی مدد کرتے رہنے پر اصرار نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر کوئی دوسرا مدد کرتا ہوتا تو ممکن ہے اسے اچھے نمبر ملتے۔ بہرحال اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

اس دن اس واقعہ کی وجہ سے ششکن اور میں دونوں بہت اداس رہے۔

«آج شائد ہم لوگ آخری بار ساتھہ پڑھیں گے۔ غالباً کل اولگا نکولائیونا میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں گی» میں نے اسکول کے بعد اسکے گھر پہونچ کر کہا۔

«ممکن ہے نہ ہٹائیں» کوستیا نے کہا۔

«میرا تو خیال ہے کہ ہٹا دیں گی۔ مجھے افسوس صرف یہ ہے کہ ایگور الکساندرووچ کو خوش نہ کر سکا۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری مدد کروں گا تاکہ تمہیں اچھے نمبر ملیں لیکن ہؤا کیا؟ انہوں نے کہا تھا کہ یہ پائنیر کا کام ہے۔ اور میں نے ہر چیز چوپٹ کرکے رکھہ دی ہے اور اب کسی کام کے لئے مجھہ پر بھروسہ نہ کیا جائے گا۔»

«لیکن شائد اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں؟ قصور تو میرا ہے» کوستیا بولا۔ «مجھے خود زیادہ محنت کرنی چاہئے تھی۔ اچھا سنو۔ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ قصور میرا ہی ہے۔ میں ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ جلدی سے کام ختم ہو جائے اور اسی لئے اتنی بہت سی غلطیاں ہوتی تھیں۔ اگر اتنی جلد بازی نہ کرتا تو اب تک اس سے زیادہ سیکھہ جاتا۔»

«لیکن تمہیں جلدی کس بات کی رہتی تھی؟»

«یہی تو راز ہے۔ میں جلدی اس لئے ختم کرنا چاہتا تھا کہ لوبزک کو تربیت دے سکوں۔»

«تو تم نے تربیت دی؟»

«ہوں۔»

«تو اسی لئے تمہارا خط اتنا برا ہے۔ سبق کی طرف توجہ دینے کے بجائے تم لوبزک کے بارے میں سوچا کرتے تھے!»

«ہاں یہی بات ہے۔ بلکہ دونوں باتیں ایک ساتھہ سوچا کرتا تھا۔ اور شائد اسی وجہ سے نتیجہ اچھا نہیں رہا۔»

«ایک ہی وقت میں دو کاموں پر دھیان دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک وقت میں ایک کام پر توجہ کرنی چاہئے۔»

«تو ایک کام تو میں نے کر لیا۔»

«کون سا کام؟»

«میں نے لوبزک کو سدھا لیا۔ ایک منٹ ٹھہرو۔ ابھی دکھاتا ہوں۔ لوبزک یہاں آؤ!»

لوبزک دوڑ کے اسکے پاس آیا۔ کوستیا نے اسے ایک دفتی کا ٹکڑا دکھلایا جس پر «۳» کی گنتی لکھی تھی۔ لوبزک تین بار بھونکا۔

«اب یہ دیکھو۔»

کوستیا نے «۵» دکھلایا اور لوبزک پانچ بار بھونکا۔

«دیکھا؟ میں آہستہ سے چٹکی بجاتا ہوں اور یہ بھونکنا بند کر دیتا ہے۔»

«تم نے سکھا کس طرح لیا؟» میں نے پوچھا۔

«پہلے تو وہ اشارہ سمجھتا ہی نہ تھا۔ تو میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ جیسے ہی وہ صحیح جواب پر پہونچتا تھا میں شکر کی ایک ڈلی یا گوشت کا ایک ٹکڑا اسکے سامنے پھینک دیتا تھا اور اسی وقت چٹکی بجاتا تھا۔ وہ ٹکڑا اٹھانے کے لئے فوراً لپکتا تھا اور بھونکنا بندکر دیتا تھا۔ بہت دنوں تک یہی کرتا رہا پھر ایک دن میں نے اسے بغیر کچھ دئے چٹکی بجانے کی کوشش کی۔ آخرکار میں اسے اس طریقے سے خاموش کرانے میں کامیاب ہو گیا کیونکہ وہ اس بات کا عادی ہوگیا تھا کہ جب بھی میں چٹکی بجاتا ہوں تو اسے کچھ کھانے کو ملتا ہے۔ اب وہ جوں ہی چٹکی کی آواز سنتا ہے بھونکنا بندکر دیتا ہے۔ پہلے تو چٹکی زور سے بجانا پڑتی تھی لیکن اب دھیمی سی آواز بھی سن لیتا ہے۔»

«تو خود پڑھنے کے بجائے تم کتے کو پڑھاتے رہے!»

«ہاں» وہ بولا «میں ہمیشہ الٹی ہی بات کرتا ہوں۔ ہے نا؟ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھہ میں قوت ارادی کی بہت کمی ہے۔ لیکن اب جب میں اسے سکھلا چکا تو اچھی طرح سے پڑھہ سکتا ہوں۔ اب مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ تم دیکھہ لینا۔»

«اب مجھہ سے کیا غرض؟» میں نے کہا۔ «اب تو وانیا دیکھے گا۔»

دوسرے دن کوستیا نے وہ سارے سوالات جمع کر لئے جو اولگا نکولائیونا نے اسے کرنے کے لئے دئے تھے اور رف کاپی اور دوسری کاپیاں بھی ساتھہ لیں اور اسکول آیا۔

«دیکھئے اولگا نکولائیونا» اس نے انہیں ساری کاپیاں دکھاکر کہا «یہ وہ تمام مشقی سوالات ہیں جو آپ نے مجھے کرنے کے لئے دئے تھے۔ یہ اچھی طرح لکھے ہوئے سبق ہیں اور یہ رہے برے۔ آپ خود دیکھہ لیجئے کہ وتیا نے مجھہ سے ایک ہی بری طرح لکھا ہؤا سبق کتنی کتنی بار لکھوایا ہے۔ کیا اب آپ کہہ سکتی ہیں کہ اس نے محنت نہیں کی؟»

«میرا تو خیال ہے کہ وتیا بہت محنت کرتا رہا ہے» اولگا نکولائیونا نے کہا۔ «لیکن جب تم خود ہی اپنی مدد نہ کرو تو پھر کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ تمہیں اور زیادہ سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ وتیا تمہارے بجائے سبق تو یاد نہیں کر سکتا۔ تمہیں خود یاد کرنا پڑے گا۔»

«ضرور یاد کروں گا اولگا نکولائیونا۔ میں ایمانداری سے وعدہ کرتا ہوں۔ بس آپ وتیا کو میری مدد کے لئے رہنے دیجئے۔ اس نے میرے ساتھہ بہت وقت صرف کیا ہے۔»

«اچھی بات ہے۔ ان ہی کو رہنے دیں گے۔ میرا خیال ہے کہ وتیا نے بہت محنت کی ہے۔ سردی کی چھٹیاں آنے والی ہیں۔ چھٹیوں

میں میں تمہیں کچھه سبق دوں گی اور وتیا کو بتا دوں گی که تمہیں کس طرح سکھائیے که اسکا نتیجه اچھا نکلے ۔»

هم لوگ بے انتہا خوش هوئے که اولگا نکولائیونا نے منظور کر لیا که میں هی کوستیا کی مدد کروں ۔

«اولگا نکولائیونا» کوستیا بولا ۔ «همارے پاس ایک کتا هے جو کرتب دکھا سکتا هے ۔ انکا نام هے لوبزک ۔ نئے سال کی پارٹی کے موقع پر همیں اسکا تماشه دکھانے دیں گی؟»

«تمہارا کتا کرتا کیا هے؟»

«حساب کر سکتا هے ۔ سرکس والے کتے کی طرح گنتی گن سکتا هے ۔»

«سچ؟ اور سکھایا کس نے؟»

«هم نے ۔»

«اچھی بات هے ۔ نئے سال کی پارٹی پر اپنے کتے کو لانا ۔ لڑکے ایسا هوشیار کتا تو ضرور دیکھنا چاهیں گے ۔»

انیسواں باب



یہ بات کہ کوستیا نے لوبزک کو اکیلے ہی اکیلے گنتی گننا سکھا دی تھی مجھے اچھی نہیں لگی کیونکہ اسے سکھانے میں میں بھی شریک ہونا چاھتا تھا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔

«کوئی بات نہیں» کوستیا بولا۔ «ایک نہ ایک دن کوئی بےگھر کتا ضرور نظر آئےگا اور میں اسے پکڑکر تمہیں دیدوں‌گا۔ تم خود اسے سکھانا۔»

«میں اکیلے تھوڑے ہی سکھانا چاھتا ہوں» میں نے کہا۔ «مجھے تو مل کر کام کرنے میں مزہ آتا ہے۔ ساتھ سکھانے میں ذرا لطف رھتا ہے۔»

«لیکن میں تمہاری مدد کروں‌گا۔ ہم دونوں مل کر اسے سکھائیں‌گے اور پھر تمہارے پاس بھی ایک تربیت یافتہ کتا ہو جائےگا۔»

«نہیں» میں نے کہا «یہ ٹھیک نہیں ہے۔ نیا کتا آئےگا تو تم اسی کی تربیت میں لگ جاؤگے اور پڑھنا لکھنا بھول جاؤگے۔ گرمی کی چھٹیوں تک اس ارادے کو ملتوی کر دو۔»

«اچھی بات ہے ملتوی کر دیں‌گے۔ اور لڑکوں سے کہیں‌گے کہ لوبزک کو ہم دونوں نے مل‌کر تربیت دی ہے۔ اور آخر اسے سکھانا

ہم دونوں نے ہی شروع کیا تھا ۔ اور نئے سال کی پارٹی میں ہم دونوں مل کر اسکا تماشہ پیش کریں گے ۔»

«اور اگر وہ اسٹیج پر آکر مجمع سے ڈر گیا تو؟» میں نے کہا ۔

«پہلے اسکا ڈر نکالنا پڑے گا ۔»

«یہ کیسے کریں؟»

«اسے ایسی جگہ لے چلیں جہاں بہت سے لوگ ہوں ۔ سبق ختم کرکے اسے میں اپنے گھر لے چلوں ۔ اپنے گھروالوں کو دکھائیں گے کہ کس طرح گنتی گنتا ہے ۔»

پڑھائی ختم کرنے کے بعد کوستیا نے لوبزک کے گلے میں پٹہ اور ڈوری ڈالی اور ہم لوگ میرے گھر کی طرف چلے ۔ اتفاق سے اس دن چچی نادیا اور چچا سریوژا بھی آئے ہوئے تھے ۔

«اب ہم آپ کو ایسا کتا دکھلائیں گے جو گنتی گن سکتا ہے» میں نے کہا ۔ «آپ سب لوگ اس طرح بیٹھئے جیسے تھیٹر میں بیٹھے ہوں اور ذرا غور سے دیکھئے ۔»

ہم نے لوبزک کو ایک تپائی پر بیٹھا دیا ۔ کوستیا نے جیب سے دفتی کے ٹکڑے نکالے اور کھیل شروع کر دیا ۔ لوبزک نے بالکل صحیح جواب دئے ۔ اسکے بعد مجھے ایک دلچسپ خیال آیا ۔ لوبزک کو لکھا ہؤا ہندسہ دکھانے کے بجائے میں نے کہا «اچھا لوبزک یہ بتاؤ دو دونی دو کتنے ہوتے ہیں؟»

لوبزک نے چار مرتبہ بھونک دیا ۔ ظاہر ہے میں نے صحیح وقت پر چٹکی بجا دی تھی!

لیکا کو بڑا مزہ آیا: «ذرا اسے دیکھو! یہ تو ضرب بھی کر سکتا ہے!»

ہر شخص نے ہماری تعریف کی کہ لوبزک کی اتنی اچھی تربیت کی ہے اور ہم نے انہیں بتایا کہ نئے سال کی پارٹی کے موقع پر ہم لوگ اسکول میں اسکا تماشہ دکھائیں گے۔

«تماشے کے لئے تمہارے پاس خاص لباس ہیں؟» لیکا نے پوچھا۔

«لباس کی کیا ضرورت ہے؟» میں نے کہا۔

«بغیر خاص لباس کے اچھا نہیں لگتا» لیکا بولی۔ «میں وہ جوکر والی ٹوپی بنا دوں گی جو سرکس کا مسخرہ پہنتا ہے۔»

«کس چیز سے بناؤ گی؟»

«میرے پاس کچھہ رنگین کاغذ ہے۔ نئے سال کے درخت کے لئے خریدا تھا۔»

«اچھی بات ہے» میں نے کہا۔ «میرا خیال ہے ٹوپی زیادہ بہتر رہے گی۔»

«لوبزک کے لئے بھی اگر ایک ٹوپی بنا دو تو کیسا رہے؟» کوستیا نے پوچھا۔

«نہیں۔ لوبزک جوکر کی ٹوپی پہن کر بہت برا لگے گا۔ میں اسکے لئے روپہلی پنی سے کالر بنا دوں گی۔»

«اچھا جو چاہو وہی کرو» میں نے کہا۔

«چلو، اب گلب اسکامیکن کے یہاں چلیں اور دکھائیں کہ لوبزک کیا کر سکتا ہے» کوستیا نے تجویز رکھی۔

ہم گلب کے یہاں گئے اور پھر گلب کے گھر سے یورا کے گھر اور پھر وہاں سے تولیا کے یہاں۔ ہر جگہ لوبزک کے تماشے دکھائے اور اسے انعام میں طرح طرح کی چیزیں ملیں۔ آخر میں ہم وانیا پاخوموف کے یہاں پہونچے۔ اس دن وانیا کے والدین کے پاس مہمان

آئے ہوئے تھے۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ اب تو ریہرسل کا بھی موقع مل جائےگا! لیکن سارا کیا کرایا چوپٹ ہوگیا۔ لوبزک نے ایک بھی صحیح جواب نہیں دیا۔ اس نے ہر بار غلط جواب دیا اور آخر میں بھونکنا ھی بندکر دیا۔ ہم لوگوں کو اتنی شرم آئی کہ کسی سے نظر نہ چار کر سکتے تھے۔ خاص طور پر اس لئے کہ ہم لوگ بڑی بڑی ڈینگیں مار چکے تھے کہ ھمارا کتا حساب میں ماہر ھے۔

«آخر اسے ھو کیا گیا۔ تمہارا کیا خیال ھے؟» باھر نکل‌کر کوستیا نے پوچھا۔

اس نے لوبزک کے سامنے شکر کی ایک ڈلی پھینکی مگر اس نے وہ فوراً ھی تھوک دی۔

«اچھا تو یہ بات ھے» میں نے کہا۔ «بہت زیادہ کھا گیا ھے اسی لئے صحیح جواب دینے کی کوشش نہیں کرتا۔»

«فرض کرو کہ اسکول کے کنسرٹ کے دن بھی اس نے یہی کیا تو؟» کوستیا بولا۔ «سارے اسکول کے سامنے ھمارا مذاق اڑوائےگا۔ بہتر ھے کہ ہم لوگ تماشہ نہ دکھائیں!»

«نہیں، یہ بالکل غلط ھے» میں نے کہا۔ «اب تماشہ منسوخ کرنے کا وقت بھی نہیں رھا۔ ایک بار کہدیا کہ تماشہ کریں‌گے تو اب کرنا ھی ھوگا۔»

نئے سال کی پارٹی کے ایک دن قبل سے کوستیا بہت گھبرایا ھوا تھا۔ نہ تو خود نچلا بیٹھتا تھا نہ لوبزک کو بیٹھنے دیتا تھا۔

«چھوڑو اسکا پیچھا» میں نے کہا۔ «تم اتنا تھکا دوگے کہ شام تک وہ بھونکنا بھی بند کر دےگا۔»

«اچھا میں اب اسے تنگ نہیں کروں گا۔ لوبزک جاؤ اب آرام کرو۔»

لوبزک کو چھوڑ کر ہم لوگ تماشے کی تیاری کرنے چلے۔ لیکا نے ہمارے لئے دو ٹوپیاں بنا دی تھیں۔ میری ٹوپی نیلی تھی اور اس پر چھوٹے چھوٹے سفید ستارے تھے اور کوستیا کی ٹوپی ہری تھی اور اس پر سنہرے ستارے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے ہمارے لئے سفید چمکیلے کالر اور سنہرے کف بھی بنا دئے تھے۔ ہم نے یہ سب کچھ پہن کر دیکھا اور ہمیں بہت پسند آیا۔ ہم بالکل سرکس کے بازیگر معلوم ہو رہے تھے۔ لوبزک کے لئے بھی سفید چمکیلا کالر تھا۔

آخر اسکول جانے کا وقت آ گیا۔ جب تک کنسرٹ کے ابتدائی تماشے ہوتے رہے ہم لوگ ہال میں لوبزک کو لئے بیٹھے رہے تاکہ وہ تماش بینوں کے درمیان بیٹھنے کا عادی ہو جائے۔ اسکے بعد ہم لوگ اسٹیج کے پیچھے چلے گئے اور اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ اس طرح ہم نے سارے کھیل بھی دیکھ لئے۔ ہم نے اپنے خاص لباس پہنے اور لوبزک کے گلے میں سفید چمکیلا کالر بندھا۔ اس کے بعد پردہ اٹھا اور ہر شخص نے دیکھا کہ کوستیا اور میں اپنی رنگین ٹوپیاں پہنے اسٹیج پر چلے آ رہے ہیں۔ کوستیا آگے آگے لوبزک کی ڈوری پکڑے ہوئے تھا۔ اسکے پیچھے میں ایک چھوٹا سا بکس لئے ہوئے چل رہا تھا جس میں تماشے کی دوسری چیزیں تھیں۔ کوستیا نے لوبزک کو اسٹیج کے بیچ میں ایک تپائی پر بٹھا دیا اور لوگوں کی طرف مڑا۔

«حضرات آداب!» وہ بولا۔ «آج آپکے سامنے لوبزک کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ کتا حساب میں ماہر ہے۔ ابھی اس نے دس تک گننا سیکھا ہے لیکن ابھی اسکی تعلیم جاری

ہے۔ اور اگلی بار یہ آج سے بھی زیادہ اچھا مظاہرہ کرے گا ۔ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ بہت خاموشی سے بیٹھے رہئے کیونکہ لوبزک آج پہلی بار اسٹیج پر آیا ہے اور اگر شور ہؤا تو ممکن ہے مجمع سے ڈر ہو جائے ۔»

کوستیا خود بھی بہت گھبرایا ہؤا معلوم ہو رہا تھا کیونکہ بولتے وقت اسکی آواز کانپ رہی تھی۔ گھبرا تو میں بھی رہا تھا بلکہ اگر مجھے بولنا پڑتا تو شائد ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتا۔

«تو اب کھیل شروع ہوتا ہے» کوستیا بولا۔

میں نے لکڑی کے تین ٹکڑے نکالے اور انہیں لوبزک کے سامنے میز پر اس طرح رکھہ دیا کہ ہر شخص دیکھہ سکے۔



«اب لوبزک یہ بتائےگا کہ میز پر لکڑی کے کتنے ٹکڑے ھیں» کوستیا نے اعلان کیا۔ «اچھا تو لوبزک گنو!»

لوبزک تین بار بھونکا۔

لڑکوں نے زوروں میں تالیاں بجائیں اور خوشی کے مارے چیخنے لگے اور لوبزک اتنا ڈر گیا کہ اچھل‌کر تپائی سے اتر گیا اور بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن کوستیا نے اسے پکڑ لیا، اسکے منھہ میں شکر کی ایک ڈلی ڈالی اور اسے پھر تپائی پر بٹھا دیا۔ لوبزک شکر چبا رہا تھا کہ ھال میں پھر خاموشی طاری ھو گئی۔ میں نے بکس میں سے ایک اور لکڑی کا ٹکڑا نکالا اور ان تینوں کے پاس رکھہ دیا۔

«اب کتنے ٹکڑے ھوئے؟» کوستیا نے لوبزک سے پوچھا۔

لوبزک چار بار بھونکا۔

لڑکوں نے پھر تالی بجائی اور لوبزک نے پھر بھاگنا چاھا لیکن کوستیا نے اسے فوراً پکڑ لیا اور شکر کی ایک ڈلی اسکے منھہ میں پھر ڈالدی۔

میں نے لکڑی کے تین اور ٹکڑے میز پر رکھہ دئے۔

اور لوبزک سات بار بھونکا۔

اسکے بعد میں نے دفتی نکالی جس پر «۲» کا ھندسہ لکھا تھا اور اسے حاضرین کو دکھایا۔

«اس میں کون سا ھندسہ لکھا ھے؟» کوستیا نے لوبزک سے پوچھا۔

لوبزک دو بار بھونکا۔

ھم نے لوبزک کو ھر طرح کی گنتی دکھائی اور ھر بار اس نے صحیح جواب دیا۔

اسکے بعد کوستیا نے پوچھا «اچھا یہ بتاؤ دو اور دو کتنے ہوتے هیں؟.... دو تیا؟.... چار میں تین جوڑے تو؟»

هر بار لوبزک نے صحیح جواب دیا ۔ حاضرین خوب خوب تالیاں بجا رہے تھے لیکن اب لوبزک اسکا عادی هو چکا تھا ۔ اسے اب ڈر نہیں لگ رھا تھا ۔ میرا ڈر بھی دور هو چکا تھا ۔ میں نے لڑکوں سے کہا که همارا لوبزک حساب کے سوال بھی حل کر سکتا هے ۔ میں نے کہا که کوئی بھی سوال دو مگر شرط یه هے که جواب دس کے اندر هی اندر هونا چاهئے ۔

سامنے کی قطار سے ایک لڑکا کھڑا هؤا اور اس نے لوبزک کو ایک سوال کرنے کو دیا: «ایک بوتل کی قیمت مع ڈاٹ کے دس کوپک هے ۔ بوتل کی قیمت ڈاٹ کی قیمت سے آٹھه کوپک زیادہ هے ۔ بوتل اور ڈاٹ کی الگ الگ قیمت کیا هوئی؟»

«اچھا لوبزک» میں نے کہا «ذرا ٹھیک سے غور کرو اور جواب دو ۔»

لیکن ظاهر هے سوچنا مجھے تھا ۔ میں نے اپنے دماغ میں سوال حل کرنا شروع کیا: ڈاٹ هوئی دو کوپک کی اور بوتل هوئی آٹھه کوپک کی ۔ دونوں کی قیمت هوئی دس کوپک!

«اچھا لوبزک ڈاٹ کی قیمت کیا هے؟»

لوبزک دو مرتبه بھونکا ۔

«اور بوتل کی؟»

لوبزک آٹھه مرتبه بھونکا ۔

وہ شور هؤا هے که سننے سے تعلق رکھتا تھا!

«جواب غلط هے!» لڑکے چلا رهے تھے ۔ «کتے نے غلطی کی هے!»

«غلطی کیا ہوئی؟» میں نے کہا۔ «اگر بوتل اور ڈاٹ کی قیمت مل کر دس ہے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ بوتل کی قیمت آٹھہ اور ڈاٹ کی قیمت دو کوپک۔»

لیکن سوال میں تو کہا گیا ہے کہ بوتل کی قیمت ڈاٹ کی قیمت سے آٹھہ کوپک زیادہ ہے۔ اگر ڈاٹ کی قیمت دو کوپک ہے تو بوتل کی قیمت ہونی چاہئے دس کوپک لیکن دونوں ملکر دس کوپک کے ہیں» لڑکے نے سمجھایا۔

میں نے محسوس کیا کہ کچھہ سے غلطی ہو گئی تھی۔

«سنتے ہو لوبزک؟ تم نے غلط جواب دیا» میں نے کہا۔ «اب پھر سے سوچو اور صحیح جواب دو۔»

لیکن ظاہر ہے لوبزک وہیں بیٹھا رہا اور مجھے ہی دماغ پر زور ڈالنا پڑا۔

«تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ» میں نے لڑکوں سے کہا۔ «اسے سوچنے کا موقع دو۔»

«بالکل ٹھیک ہے» لڑکے چلائے۔ «جلدی مت کرو۔ کتے کے لئے سوال ذرا مشکل ہے۔»

‚ذرا مشکل، کہنے کی بھی خوب رہی کیونکہ میں کھڑا ہوا چپکے چپکے سوال حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ «اگر بوتل کی قیمت ڈاٹ کی قیمت سے آٹھہ کوپک زیادہ ہے تو اسکے معنی ہوئے کہ ڈاٹ کی قیمت ہوئی دو کوپک اور بوتل کی دس۔ لیکن تب تو دونوں کی قیمت بارہ کوپک ہو جائےگی اور سوال میں ہے کہ دونوں کی قیمت دس کوپک ہے۔ اگر ڈاٹ کی قیمت دو کوپک اور بوتل کی آٹھہ تو

بوتل کی قیمت چھہ ھی کوپک زیادہ ھوئی» مجھے ھو کیا گیا ھے؟ گھوم پھرکر میں اسی نقطہ پر آ جاتا تھا جہاں سے چلنا شروع کرتا تھا!

«تھوڑا وقت اور دیجئے» میں نے حاضرین سے کہا ۔ «ابھی جواب دیتا ھے ۔»

«وہ جتنا چاھے اتنا وقت دو» ان لوگوں نے جواب دیا ۔ «اس قسم کا سوال ایکدم تھوڑا ھی حل کر سکتا ھے بیچارہ کتا ۔»

«بیچارہ کتا!» میں نے سوچا ۔ «میں تو کہتا ھوں کہ کوئی لڑکا بھی آکر ایکدم سے ایسا سوال حل کر دے تو جانوں ۔»

اور میں نے پھر دماغ پر زور ڈالنا شروع کیا ۔

«تم بھی نرے گدھے ھو» کوستیا نے بہت آھستہ سے کہا ۔ «ڈاٹ کی قیمت ایک کوپک ھے، دو نہیں ۔»

اب میں سمجھہ گیا کہ غلطی کہاں تھی ۔ بالکل ٹھیک ھے ۔ ڈاٹ کی قیمت ایک کوپک اور بوتل کی قیمت اس سے آٹھہ کوپک زیادہ یعنی نو اور دونوں کی قیمت ھوئی دس کوپک ۔

«اس نے حل کر لیا» میں چلایا ۔ «خاموش ۔ لوبزک جواب دینے کے لئے تیار ھے ۔»

لڑکے خاموش ھو گئے ۔

«اچھا تو لوبزک ڈاٹ کی کیا قیمت ھے؟»

لوبزک ایک بار بھونکا ۔

«شاباش!» لڑکوں نے شور مچایا ۔

«خاموش!» میں نے کہا — «ابھی سوال کا پورا جواب کہاں ملا — اب یہ بتائیےگا کہ بوتل کی کیا قیمت ہے؟»

لوبزک نو بار بھونکا —

اب تو وہ شور ہؤا کہ چھت اڑی جا رہی تھی! لڑکے تالیاں بجا رہے تھے، چیخ رہے تھے اور خوشی کے مارے اچھلے پڑ رہے تھے —

«بھئی واہ کیا کتا ہے!» ان لوگوں نے کہا — «غلطی تو کی مگر آخر میں صحیح جواب دیا —»

اور اس طرح لوبزک کا پہلا پبلک تماشہ ختم ہؤا —

بیسواں باب



اس طرح نیا سال شروع ہو گیا اور سردی کی چھٹیاں بھی شروع ہو گئیں۔ ہر گھر میں نئے سال کے خوبصورت درخت لگے تھے اور ہر شخص خوش وخرم تھا۔ کوستیا اور میں ہم دونوں بھی چھٹی کے موڈ میں تھے، مگر ہم لوگوں نے پکا ارادہ کیا تھا کہ فالتو وقت میں تھوڑی دیر پڑھیں گے ضرور۔ اولگا نکولائیونا نے ہم دونوں لوگوں کو خاص کام کئے دئے تھے اور کوستیا پڑھنے کے لئے اتنا بیتاب تھا کہ سارا دن پڑھنا چاھتا تھا۔ لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ اگر دو گھنٹے روز پڑھیں تو کافی ہوگا اور باقی وقت کھیلیں یا دوسری کتابیں پڑھیں۔ اس طرح ہم لوگ روزانہ ملتے تھے اور کوستیا کی روسی بہتر ہونے لگی۔

چھٹیاں ختم ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد املا ہؤا اور کوستیا کو نمبر ۳ ملا۔ وہ اتنا خوش تھا جیسے اسے ۵ مل گیا ہو۔

«اتنی خوشی کی کیا بات ہے؟» میں نے اس سے کہا۔ «۳ تو بہت اچھا نمبر نہیں ہے۔»

«میں جانتا ہوں، لیکن ابھی تو مجھے یہی کافی معلوم ہوتا ہے۔ بہت زمانے سے مجھے روسی میں ۳ نہیں ملا تھا۔ لیکن میں نمبر ۳ تک پہونچ کر رک نہیں سکتا۔ دیکھنا آئندہ نمبر ٤ ملےگا اور اسکے بعد ۵ آنا شروع ہوگا۔»

«بہت خوب!» یورا نے کہا۔ «لیکن ابھی چار کی کوشش کرو اور اسکے بعد ہمارے درجے میں ۳ والا کوئی نہ رہ جائےگا۔ دوسرے گروپ کے لڑکوں کو صرف ٤ اور ۵ ہی ملتے ہیں۔»

«فکر مت کرو» کوستیا نے جواب دیا۔ «سب ٹھیک ہو جائےگا۔ میری وجہ سے کلاس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑےگی۔ اب میں سمجھہ گیا ہوں کہ ہم سب کو مل‌کر اپنے کلاس کی عزت کے لئے جدوجہد کرنی چاھئے۔ اب تم لوگوں کے برابر پہونچنے میں مجھے زیادہ دن نہ لگیں گے۔»

اولگا نکولائیونا بھی خوش تھیں کہ ششکن ترقی کر رہا ہے۔

«اب تو ضروری ہے کہ تم دونوں کوئی اجتماعی کام کرو» ایک دن انہوں نے ہم سے کہا۔ «ہر لڑکا کوئی نہ کوئی مفید کام کر رہا ہے لیکن تم دونوں کے پاس کوئی ایسا کام نہیں ہے۔»

«ہم تیار ہیں» میں نے کہا۔

«ہاں ہم بالکل تیار ہیں» کوستیا نے میری ہاں میں ہاں ملائی۔ «میں بہت دنوں سے دیواری اخبار میں کام کرنا چاھتا ہوں۔ لیکن ادارتی بورڈ میں مجھے کوئی چنتا ہی نہیں۔»

«بالکل ٹھیک ہے» میں نے کہا۔ «ہم لوگوں کو ادارتی بورڈ میں چن لیں تو اچھا رہے۔»

«نہیں — ابھی تم لوگ وہ کام نہیں کر سکتے — اخبار میں سب سے اچھے طالب علم ھی کام کر سکتے ھیں» اولگا نکولائیونا نے کہا —

«کوئی بات نہیں — ھم ھر کام کرنے کو تیار ھیں» کوستیا نے کہا — «اگر آپ پسند کریں تو ھم صحت کی کمیٹی میں کام کر سکتے ھیں، میں جب دوسرے درجے میں تھا تو صحت کی کمیٹی میں کام کرتا تھا — اور سب لڑکوں کو ھاتھہ اور کان وغیرہ صاف رکھنے کی ھدایت دینے میں مجھے بہت مزا آتا تھا —»

«ھمارے یہاں صحت کی کمیٹی تو پہلے ھی سے موجود ھے — لیکن تم لوگ ایک اور دلچسپ کام کر سکتے ھو — ھم کلاس کے لئے ایک لائبریری قائم کرنا چاھتے ھیں — اگر چاھو تو تم لوگ اسکی ذمہ داری لے سکتے ھو —»

«کتابیں کہاں سے آئیں گی؟» میں نے پوچھا —

«اسکول کی لائبریری سے — اور میں کتابیں رکھنے کے لئے تمہیں ایک الماری دیدونگی —»

«میں تیار ھوں» کوستیا بولا — «مجھے کتابیں پڑھنا بہت پسند ھے —»

«میں بھی تیار ھوں» میں نے کہا —

«بہت خوب — بہت اچھے لائبریرین بننے کی کوشش کرنا — اسکے معنی یہ ھیں کہ کتابوں کا خیال رکھا جائے اور یہ بھی خیال رکھا جائے کہ لڑکے کتابیں خراب نہ کریں —»

ھم لوگ اسکول کی لائبریرین سوفیا ایوانوونا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ھم لوگ چوتھے درجے کے لائبریرین ھیں — ھمیں کتابیں دیجئے —

«اچھا» سوفیا ایوانوونا نے کہا — «چوتھے درجے کے لئے میرے پاس چند کتابیں ھیں — ابھی لے جاؤ گے؟»

انہوں نے ہمیں ڈھیر سی کتابیں دے دیں اور ہم لوگ کئی پھیرے کرکے انہیں اپنے کلاس کے کمرے میں اٹھا لائے۔ تقریباً سو کتابیں تھیں لیکن جب انہیں الماری کے خانوں میں لگایا تو کچھ بہت زیادہ نہ معلوم ہوئیں کیونکہ ساری کتابیں لگانے کے بعد بھی صرف تین خانے بھرے اور دوسرے تین خانے خالی رہے۔

«ان خانوں کو بھرنے کے لئے گھروں سے کچھ کتابیں کیوں نہ لائی جائیں» کوستیا بولا۔ «پانچ چھ کتابیں تو میں لا سکتا ہوں۔»

«اتنی تو میں بھی لے آؤں گا» میں نے کہا۔ «پانچ کتابیں لے آؤں گا مگر ان سے یہ تین خانے کہاں بھریں گے۔»

«اچھا فرض کرو کہ ہم لوگ سب لڑکوں سے کہیں؟ ان لوگوں کے پاس بھی تو کچھ پرانی کتابیں ہوں گی۔ ان سے کہیں کہ کلاس کی لائبریری کو وہ کتابیں دیدیں۔»

الماری بھرنے کے متعلق اپنی تجویز ہم لوگوں نے اولگا نکولائیونا کے سامنے رکھی۔

«اچھی بات ہے، تم لڑکوں سے کہو۔ ممکن ہے وہ لوگ مدد کریں» انہوں نے کہا۔

دوسرے دن ہم نے کلاس میں اعلان کیا کہ ہم لوگ اپنے کلاس کی الگ لائبریری بنانے والے ہیں لیکن چونکہ کتابیں کافی نہیں ہیں اس لئے ہماری درخواست ہے کہ جن لوگوں کے پاس پڑھی ہوئی کتابیں پڑی ہیں وہ مہربانی کرکے لائبریری کو دیدیں۔ لڑکوں نے وعدہ کر لیا اور بہت جلدی ہی کتابیں آنے لگیں۔ کوئی ایک لایا، کوئی دو اور کوئی زیادہ۔ بہت جلدی الماری بھر گئی۔ ہم چاہتے تھے کہ لڑکوں کو کتابیں دینا شروع کر دیں لیکن اولگا نکولائیونا نے

کہا کہ پہلے کتابوں کی فہرست بنا لو۔ ہم لوگوں نے ایک موٹی سی کاپی لی اور ساری کتابوں کے نام لکھہ لئے اور ہر کتاب پر ایک نمبر ڈال دیا۔ اب اگر کوئی کتاب ڈھونڈھنا ہوتی تو ساری الماری میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ کاپی میں دیکھنا کافی تھا۔

کوستیا کو بڑی خوشی تھی کہ ہماری لائبریری میں بڑی باقاعدگی ہے۔ زیادہ خوشی اسے خاص طور پر اس بات کی تھی کہ پوری الماری کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔

«اب لائبریری مکمل ہو گئی» وہ بولا۔ «سارے خانے خوب بھرے ہوئے ہیں۔ ذرا سی جگہ بھی خالی نہیں ہے۔»

وہ باربار الماری کے کواڑوں کو کھول کر کتابیں دیکھتا اور خوش ہوتا۔ کچھہ کتابیں بہت پرانی اور بوسیدہ تھیں جن کی جلدیں غائب تھیں اور کبھی کبھی اندر کے صفحے بھی۔ ہم نے طے کیا کہ پھٹی ہوئی کتابوں کو گھر لے جاکر ٹھیک کریں گے۔ کوستیا کے گھر پر پڑھائی ختم کرنے کے بعد میں کوستیا کو ساتھہ لےکر اپنے گھر پہونچا کیونکہ میرے پاس تھوڑا سا گوند تھا اور ہم دونوں نے کتابیں ٹھیک کرنا شروع کیں۔ جب لیکا نے دیکھا کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں تو اس نے بھی کہا کہ وہ ہماری مدد کرے گی۔

جلدیں ٹھیک کرنے میں سب سے زیادہ مشکل پیش آئی۔ کوستیا مسلسل بڑبڑاتا رہا۔

«ذرا یہ دیکھو!» وہ کہتا۔ «معلوم نہیں یہ لوگ کتابوں کے ساتھہ کرتے کیا ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایک دوسرے کے سروں پر اٹھاکر مارا ہو۔»

«نہیں ایسا تو نہیں کر سکتے!» لیکا بولی۔

«تو پھر ساری جلدیں پھٹ کیوں گئی ہیں؟ اگر چپ چاپ بیٹھ‌کر کتاب پڑھی جائے تو کہیں جلدیں پھٹ سکتی ہیں؟»

«بالکل نہیں ـ»

«یہی تو میرا مطلب ہے ـ اب ذرا یہ کتاب دیکھو ـ پورا صفحہ الگ ہو گیا ہے ـ کیوں؟ اس لئے کہ کسی نے پڑھنے کے بجائے یہ صفحہ پکڑ کر کھینچ لیا ہوگا ـ میں تو اس طرح کتاب خراب کرنے والے کے بال نوچ لوں ـ اب ہوگا یہ کہ یہ صفحہ کہیں گر جائے‌گا اور کھو جائے‌گا ـ کتابیں اس طرح رکھی جاتی ہیں؟»

«نہیں» ہم نے اتفاق کیا ـ

«اور اس کے بارے میں کیا کہوگے؟» وہ مسلسل خفا ہوتا رہا ـ «کسی نے اس کتاب کے حاشئے پر ایک چھہ ٹانگوں کا کتا بنایا ہے ـ کیا یہ ٹھیک بات ہے؟»

«بالکل ٹھیک نہیں ہے» لیکا نے کہا ـ «کتے کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں چھہ ہوتی ہی نہیں ـ»

«میرا مطلب یہ نہیں ہے بدھو! میں تو کہتا ہوں کہ کتابوں میں کتوں کی تصویریں بنانا ٹھیک ہے؟»

«نہیں، بالکل نہیں!» لیکا نے اتفاق کیا ـ

«چاہے چھہ ٹانگیں ہوں یا چار مگر کتابوں میں تصویریں بنانا ٹھیک ہے ہی نہیں ـ تم ذرا خود ہی سوچو کہ اگر ہر شخص کتابوں میں طرح طرح کی چیزوں کی تصویریں بنانے لگے تو کتاب میں پڑھنے کے لئے رہ کیا جائے‌گا ـ میں تو کہتا ہوں کہ یہ بہت خراب عادت ہے ـ»

اس نے ربر لے‌کر کتے کی تصویر مٹا ڈالی ـ لیکن چند ہی منٹ بعد پھر چلا پڑا:

«یہ ذرا دیکھو! کسی نے ایک چہرہ بنایا ہے اور وہ بھی روشنائی سے!»

اس نے چہرے کو مٹانے کی کوشش کی مگر روشنائی کاغذ میں جذب ہو چکی تھی۔ اس لئے اس نے رگڑتے رگڑتے کتاب میں چھید کر دیا۔

«اگر مجھے پتہ چل جائے کہ یہ کس نے کیا ہے تو اسے مزہ چکھا دوں» اس نے غصے سے کہا۔ «یہی کتاب اٹھا کر اسکے سر پر دے ماروں۔»

«لیکن تم نے ابھی تو کہا تھا کہ کتابیں لوگوں کے سروں پر پٹکنے کے لئے نہیں ہیں» لیکا بولی۔ «اس سے جلد خراب ہو جاتی ہے۔»

کوستیا نے کتاب کو غور سے دیکھا۔

«کوئی بات نہیں» وہ بولا۔ «یہ کتاب نہیں پھٹے گی۔ جلد اچھی ہے اور مضبوط ہے۔»

«لیکن اگر سب لائبریرین پڑھنے والوں کے سروں پر کتابیں پٹکنا شروع کر دیں تو اتنی بہت سی جلدیں کہاں سے آئیں گی» میں نے کہا۔

«لیکن سبق تو سکھانا ہی پڑے گا» کوستیا بولا۔ «اگر پڑھنے والے اتنے ہی لاپرواہ ہوئے تو پتہ نہیں ہم لوگوں کو کیا کرنا ہوگا۔ میں ریاست کی ملکیت کو خراب نہیں ہونے دوں گا۔»

«ان سے کہیں گے کہ زیادہ احتیاط کریں» میں نے کہا۔

«ایک پوسٹر لکھ کر کیوں نہیں لگا دیتے؟» لیکا نے تجویز پیش کی۔

«خیال تو اچھا ہے!» کوستیا خوش ہو گیا «لیکن لکھیں کیا؟»

«کتابوں کا خیال رکھو۔ کتابیں لوهے کی بنی هوئی نہیں هیں» لیکا نے تجویز رکھی۔

«ایسا پوسٹر کہیں لکھا دیکھا هے؟» میں نے اس سے کہا۔

«کہیں نہیں» وہ بولی۔ «میں نے خود سوچا هے۔»

«بالکل اچھا نہیں هے» میں نے کہا۔ «هر شخص جانتا هے که کتابیں لوهے کی نہیں هوتیں۔»

«اچھا تو یه عبارت کیسی رهےگی: 'کتابوں کو اپنی آنکھه کی پتلی کے برابر عزیز رکھو'۔ کافی بڑھیا عبارت هے» کوستیا نے تجویز رکھی۔

«نہیں» میں نے کہا۔ «نہیں، کچھه زیاده هی بڑھیا هے۔ مجھے تو پسند نہیں آئی۔ بھلا آنکھه کی پتلی کا اس سے کیا تعلق هے؟»

«اچھا تو پھر یه کیسا رهےگا: 'کتابوں کا خیال رکھو۔ کتابیں مفت نہیں آتیں!'» کوستیا بولا۔

«یه بھی ٹھیک نہیں هے» میں نے کہا۔ «کچھه کتابوں کی قیمت بہت هی کم هوتی هے لیکن اسکے یه معنی تو نہیں که انہیں پھاڑ ڈالا جائے۔»

«اچھا تو پھر یه رکھو: 'کتابیں تمہاری دوست هیں۔ ان کا اچھی طرح خیال رکھو'» لیکا بولی۔

«میرا خیال هے یه ٹھیک رهےگا۔ کتابیں واقعی هماری دوست هیں کیونکه وه همیں اچھا بننے کی تعلیم دیتی هیں۔ اس کا مطلب هے که همیں ان سے دوستوں کا سا سلوک کرنا چاهئے۔»

هم نے اس پر غور کیا اور طے کر لیا که یہی ٹھیک رهےگا۔ اسکے بعد هم کچھه کاغذ اور پینٹ لائے اور اپنا پوسٹر تیار کر ڈالا۔

دوسرے دن ہم نے یہ پوسٹر کتابوں کی الماری کے پاس دیوار پر لٹکا دیا اور کتابیں دینا شروع کیں۔

ہر بار کتاب دینے کے بعد کوستیا کہتا:

«یہ خیال رہے کہ کتے، بلی وغیرہ کی تصویریں کھینچنے کی اجازت نہیں ہے کتابوں پر۔»

«میں ایسا کیوں کرنے لگا۔»

«میں یہ کچھ نہیں جانتا لیکن تمہیں بتانا میرا فرض ہے۔ یہ کتاب مشترکہ ملکیت ہے۔ اپنی کتابوں کے ساتھ جو جی چاہے کرو حالانکہ کسی کتاب کو بھی خراب کرنا برا ہے کیونکہ تمہارے بعد اسے تمہارے چھوٹے بہن بھائی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن لائبریری کی کتاب کا خیال ضرور رکھنا ورنہ میں تمہیں ٹھیک بنا دوں گا۔ پہلے سے بتائے دیتا ہوں۔»

«اچھی بات ہے۔ ضرور آگاہ کر دو۔»

لیکن کوستیا کو اب بھی اطمینان نہ ہوتا۔ لائبریری سے جو لڑکا بھی کتاب لیتا اسے پورا ایک لکچر سننا پڑتا کہ کتابوں کی حفاظت کس طرح کرنی چاہئے اور کیوں کرنی چاہئے۔

اس دن گھنٹے ختم ہونے کے بعد میں نے کیا دیکھا کہ وہ الماری کے پاس بیٹھا ہے اور خانوں میں خالی جگہوں کو دیکھ کر کڑھ رہا ہے۔

«یہ بہت برا ہؤا» وہ بولا۔ «اتنی بہت سی کتابیں چلی گئیں۔ جب سارے خانے بھرے ہوئے تھے تو کتنا اچھا لگتا تھا۔ چلو اب اور کتابیں جمع کر لائیں۔»

«اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟» میں نے کہا۔ «کتابیں پڑھ چکنے کے بعد لڑکے انہیں واپس کر دیں گے۔»

«هاں – لیکن ان کے بجائے دوسری کتابیں لے لیں گے – اب یہ خانے کبھی نہ بھریں گے –»

«لیکن بھرے ہوئے خانے لے کر کروگے کیا؟ کتابیں پڑھنے کے لئے ہوتی ہیں نہ کہ الماری میں سجانے کے لئے –»

میں نے بھی گھر پر پڑھنے کے لئے ایک کتاب لے لی –

«کیا تم بھی کتاب لوگے؟» کوستیا نے شکائت بھرے لہجے میں کہا – «کتنی کم تو رہ لائی ہیں –»

«لیکن میں جلدی ختم کرکے واپس کر دوں گا» میں نے اسے یقین دلایا –

اسکے بعد خود اسنے اپنے لئے بھی ایک کتاب لے لی –

«اب ایک اور کتاب نکال لینے سے کیا فرق پڑے گا» اسنے اپنے آپ کو تسلی دی –

چونکہ ہم لوگوں کو کتابیں آسانی سے مل سکتی تھیں اس لئے کوستیا نے اور میں نے خوب کتابیں پڑھنی شروع کردیں – کوستیا کو پڑھنے میں اتنا مزہ آنے لگا کہ سڑک پر چلتے چلتے کتاب پڑھتا رھتا – ایک دن ایک کھمبے سے جاکر ٹکرایا اور اس کے ماتھے پر بڑا سا گومڑا ابھر آیا – اسکے بعد سے وہ گھر ھی پر پڑھتا تھا –

لائبریری کے کام کو اسنے بہت سنجیدگی سے کرنا شروع کیا – اسکا کردار بھی بدل گیا – اب وہ بہت صاف ستھرا رھنے لگا – اس کی زندگی پہلے سے بہت زیادہ باقاعدہ ھوگئی اور اب وہ پہلے کی طرح کھویا کھویا بھی نہیں رھتا تھا – وہ لڑکوں کے ساتھہ بہت باضابطہ طریقے سے پیش آتا تھا – اگر کوئی لڑکا کتاب لینے آیا اور اسکے ھاتھہ گندے ہوئے تو وہ اسکے پیچھے پڑ جاتا تھا –

«تمہیں شرم آنی چاھئے ۔ تم نے اپنے ھاتھوں کا حال بنایا ھے!»
«پتہ نہیں ۔ لیکن تم سے کیا مطلب؟»
«اچھا تو کوئی مطلب ھی نہیں! کتاب لینے آئے ھو نا؟»
«ھاں ۔»
«تو تمہارا خیال ھے کہ اتنے گندے ھاتھوں میں میں کتاب دیدوں گا؟ ساری کتاب گندی کر ڈالوگے ۔»
«گھر پہونچ کر ھاتھہ دھولوں گا ۔»
«بالکل غلط ۔ پہلے غسل خانے میں جاکر ھاتھہ دھو آؤ تو پھر کتاب لو ۔ اور آئندہ جب کتاب لینے آؤ تو ھاتھہ صاف کرکے آنا ۔»
اگر کوئی لڑکا لائبریری کی کتاب بہت دنوں تک اپنے پاس رکھتا تو کوستیا کو یہ بات پسند نہ آتی ۔
«آخر اتنے دنوں تک کتاب دبائے رکھنے کا مطلب کیا ھے؟ کسی اور کو اس کتاب کی ضرورت ھی نہ ھوگی؟ اگر پڑھنا نہیں چاھتے تو واپس کر دو ۔ کوئی اور پڑھے گا ۔»
«ابھی میں نے ختم نہیں کی ۔ ختم کر لوں گا تو لے آؤں گا ۔»
«کتنے سال میں ایک کتاب ختم کرتے ھو؟»
«سال کس نے کہا؟ دس دن تو کتاب رکھہ ھی سکتا ھوں ۔ ھے کہ نہیں؟»
«ھاں، لیکن تم لے کب گئے تھے؟»
«ایک ھفتہ ھؤا ۔ ابھی دس دن ختم ھی نہیں ھوئے ۔»
«اتنی مختصر کتاب پڑھنے کے لئے دس دن تو نہیں چاھئیں ۔ اس کے علاوہ دس دن تو آخری میعاد ھے ۔ ضروری نہیں ھے کہ دس دن تک کتاب اپنے پاس رکھے رھو ۔ اس سے جلدی بھی واپس کر سکتے ھو ۔»

«لیکن کہہ تو رہا ہوں کہ میں نے ابھی ختم نہیں کی ۔»

«اچھا تو ذرا جلدی ختم کرو ۔»

دوسری طرف اگر کوئی لڑکا بہت جلدی کتاب واپس لے آتا اسے بھی کوستیا لکچر دیتا ۔

«بہت تیز بڑھتے ہو ۔ کیوں؟» وہ کہتا ۔ «کل کتاب لے گئے اور آج واپس ۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے پڑھا ہی نہیں ۔»

«اچھا تو پھر لے کیوں گیا تھا ۔»

«مجھے کیا معلوم؟ شائد تصویریں دیکھنے کے لئے گئے ہونگے ۔»

«ذرا سا بچہ ہوں کیا؟»

«اچھا تو بتاؤ کتاب کس مضمون پر ہے ۔»

«امتحان لے رہے ہو؟»

«مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے کتاب پڑھی یا نہیں ۔»

«تم سے کوئی واسط نہیں ۔ تمہارا کام کتابیں دینا ہے امتحان لینا نہیں ۔»



«یہی تو تم غلط کہہ رہے ہو ۔ یہ دیکھنا لائبریرین کا فرض ہے کہ لڑکے کتابیں پڑھتے بھی ہیں یا نہیں ۔ ان لوگوں کو کتابیں دینے سے فائدہ کیا جو انہیں پڑھیں نہ؟ کوئی دوسرا لڑکا وہی کتاب پڑھ سکتا تھا ۔»

اور جب تک سن نہ لیتا کہ کتاب میں کیا لکھا ہے اس وقت تک وہ اس لڑکے کو جانے نہ دیتا ۔

کوستیا ھی نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ لڑکے جو کتابیں پڑھیں ان پر چھوٹے چھوٹے تبصرے بھی لکھیں۔

«تم لوگ صرف پڑھتے ھو» وہ بولا۔ «کوئی یہ نہیں کرتا کہ ایک چھوٹا سا تبصرہ لکھ دے۔»

«تبصرہ لکھواکر کیا کروگے؟»

«دیواری اخبار میں دیدیں گے۔ اگر کتاب اچھی ھے تو دوسرے لڑکوں کو بھی دلچسپی ھوگی اور وہ بھی اس کتاب کو پڑھنا چاھیں گے۔ اب اس وقت تک نئی کتاب نہ دوں گا جب تک تبصرہ نہ لکھو۔»

اس طرح اس نے لڑکوں کو کتابوں پر چھوٹے چھوٹے تبصرے لکھنا سکھایا۔ اتنے بہت سے تبصرے لکھے گئے کہ دیواری اخبار میں ان سب کے لئے جگہ ھی نہ رھی۔ اسلئے ھمیں اپنا الگ اخبار نکالنا پڑا۔ اسکا نام رکھا «ینگ ریڈر» اور اس میں سب لڑکوں کے تبصرے شائع ھونے لگے اور چونکہ سب لوگ کوشش کرتے تھے کہ تبصرے بہت دلچسپ ھوں اسلئے اخبار بہت اچھا ھو گیا۔

اکیسواں باب



جب سے کوستیا کی روسی بہتر ہو گئی تھی اور خاص طور پر جب سے کوستیا کو اور مجھے کلاس کی لائبریری کا لائبریرین بنایا گیا تھا اس وقت سے کلاس میں ہم لوگوں کا اثر اور وقار بڑھ گیا تھا۔ کوستیا کو باسکٹ بال ٹیم میں کھیلنے کی اجازت مل گئی اور وہ بہت اچھا کھلاڑی ثابت ہؤا۔ بعد میں ہم نے اسے اپنا کپتان بنایا۔ اسنے اپنی ٹیم کو اتنی اچھی طرح تربیت دی کہ اسکول کا میچ ہم لوگوں نے جیت لیا اور اسکی وجہ سے ہمارا اثر اور وقار اور بھی بڑھ گیا اور اسکول کے دیواری اخبار میں ہماری ٹیم کے متعلق مضمون شائع ہؤا۔

لیکن ابھی ہماری ساری مشکلیں ختم نہ ہوئی تھیں۔ کوستیا کی روسی بہتر کرنے کی ہم لوگوں نے بہت کوشش کی مگر وہ ۳ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اسے تو یقین تھا کہ ۳ کے بعد فوراً ہی ٤ ملے گا اور جلد ہی ۵ ملنے لگے گا لیکن اسے غلط فہمی تھی۔ اولگا نکولائیونا اسے ۳ ہی دیتی رہیں جسکا نتیجہ یہ ہؤا کہ کوستیا بد دل ہو گیا۔

«اب آپ ہی بتائیے کہ کیا ہو» اس نے ولودیا سے کہا۔ «اب ہر

وقت ۳ تو نہیں لے سکتا۔ میں کلاس کا لائبریرین ہوں اور باسکٹ بال کی ٹیم کا کپتان ہوں۔ اسکول کے دیواری اخبار میں میرے بارے میں تھوڑا سا لکھا گیا تھا۔ ایسی حالت میں روسی میں ۳ ملنا تو بہت برا لگتا ہے۔»

«تھوڑا اور صبر کرو» ولودیا نے کہا۔ «کوشش کرنا مت چھوڑو۔»

«کوشش کرنا تو نہیں چھوڑوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ اولگا نکولائیونا اب مجھے ۳ دینے کی اتنی عادی ہو گئی ہیں کہ کبھی اس سے زیادہ دیں گی ہی نہیں۔»

«یہ تمہارا غلط خیال ہے» ولودیا نے کہا۔ «اولگا نکولائیونا بہت انصاف پسند ہیں۔ جیسے ہی تم ٤ کے لائق ہو جاؤگے ویسے ہی وہ تمہیں نمبر ٤ دینے لگیں گی۔»

«پتہ نہیں کب تک انتظار کرنا پڑے گا» کوستیا بولا۔ «سارے کلاس میں صرف میں ہی رہ گیا ہوں جسے ۳ ملتا ہے۔ اگر میرے خراب نمبر نہ ہوتے تو اس وقت سارے کلاس کے نمبر بہت اچھے ہوتے۔ میری وجہ سے ہر چیز خراب ہو رہی ہے۔»

ہم نے ایک بار اور کوشش شروع کی۔ اولگا نکولائیونا بھی اسکول کے بعد کوستیا کو پڑھاتی تھیں اور آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر وہ ترقی کر رہا تھا۔ کوستیا کو املا میں نمبر ۳ ملے ہوئے تقریباً چھہ ہفتے ہوئے تھے کہ ایک دن اسے پہلی بار ٤ ملا۔ سارے کلاس کے لئے وہ ایک خوشی کا دن تھا۔

اس دن ہمارے کلاس کا جلسہ تھا اور اولگا نکولائیونا نے بتایا کہ لڑکے کیسے چل رہے ہیں۔

«اب ہمارے کلاس میں کسی کو برے نمبر نہیں مل رہے ہیں»

انہوں نے کہا – «نہ صرف ۲ سے پیچھا چھوٹ گیا بلکہ ۳ بھی ختم ہو گئے –»

انہوں نے کہا کہ کوستیا نے اور مالیف نے بہت محنت کی ہے اور کوستیا کی حالت اب اتنی بہتر ہوگئی ہے کہ آئندہ بہت تیز چلےگا –

«ہمارے اسکول میں بہت سے اچھے کلاس ہیں جن کے لڑکوں کو اچھے نمبر ملتے ہیں لیکن صرف ہمارا ہی کلاس ہے جس میں ہر لڑکے کو ٤ یا ۸ مل رہا ہے» اولگا نکولائیونا نے کہا – «میرا خیال ہے کہ دوسرے کلاس بھی ہمارے نقش‌قدم پر جلدی ہی چلیں گے – لیکن اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہاتھہ پر ہاتھہ رکھہ کر بیٹھا جا سکتا ہے – تمہیں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے – اگر تم نے پڑھائی میں محنت کم کر دی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پیچھے رہ جاوگے –»

اس کے بعد پائنیرلیڈر ولودیا نے تقریر کی –

«میں اسکول کے دیواری اخبار کے لئے آپ لوگوں کے کلاس کے متعلق مضمون لکھہ رہا ہوں – میرا خیال ہے کہ سارے اسکول کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ لوگ کس طرح محنت کرتے رہے ہیں تاکہ دوسرے کلاس والے بھی آپ سے سبق لیں – آپ انہیں یہ بتایئے کہ آپ لوگوں نے اتنے اچھے نمبر کس طرح حاصل کئے –»

«میرا خیال ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اولگا نکولائیونا بہت اچھی استانی ہیں» وانیا پاخوموف بولا –

«ہاں، بات بالکل ٹھیک ہے» واسیا یروخن نے اس کی تائید کی –

«ہر چیز کا انحصار استاد پر نہیں ہوتا» اولگا نکولائیونا نے کہا – «اچھے استادوں کے پاس ایسے کلاس بھی ہو سکتے ہیں جن میں اچھے اور برے دونوں قسم کے لڑکے ہوں –»

«میرا خیال ھے کہ دوسری وجہ یہ ھے کہ ھم سب اچھے نمبر لینا چاھتے تھے» تولیا دیوژکن نے کہا ـ

«اچھا تو کوئی یہ بتا سکتا ھے کہ سب لوگ اچھی طرح کام کیوں کرنا چاھتے تھے؟» ولودیا نے پوچھا ـ

کوستیا نے ھاتھہ اٹھایا ـ «اس لئے کہ ھم لوگ آپس میں بہت اچھے دوست ھیں ـ ھم لوگ اپنے ھی بارے میں نہیں سوچتے بلکہ اپنے کلاس کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں بھی سوچتے ھیں ـ مجھے خود اپنے معاملے کا تجربہ ھے ـ جب میں پڑھائی میں بہت کمزور تھا تو سارے کلاس کو فکر رھتی تھی ـ اس وقت میری ھی غلطی تھی کہ اس بات کو میں نے محسوس نہیں کیا ـ اب میری سمجھہ میں آ گیا کہ سب لوگ میری مدد کرنا چاھتے تھے ـ سب لوگ کلاس کی عزت کے لئے جدوجہد کر رھے تھے ـ»

«کوستیا تم ٹھیک کہتے ھو ـ دوستی ھی کی وجہ سے تمہارے کلاس کو اتنے اچھے نمبر ملے» ولودیا نے کہا ـ «آپ سب نے یہ محسوس کر لیا کہ سچی دوستی کے معنی یہ نہیں ھیں کہ ایک دوسرے کی کمزوری کو نظر انداز کر دیا جائے ـ سچی دوستی کے معنی یہ ھیں کہ اپنی پوری صلاحیت سے دوسرے کی مدد کی جائے ـ»

«میں کچھہ کہہ سکتا ھوں؟» میں نے پوچھا ـ «اب میں سمجھہ گیا کہ دوست کے ساتھہ کیسا برتاؤ کرنا چاھئے ـ اگر تم یہ دیکھتے ھو کہ دوست غلطی کر رھا ھے تو اسے ٹوکنے سے ڈرنا نہیں چاھئے کیونکہ اس کا مطلب یہ ھوگا کہ تم اچھے دوست نہیں ھو ـ میں نے یہ بات تجربے سے سیکھی ھے ـ جب کوستیا اسکول سے غائب رھنے لگا تھا تو اس بات کو چھپانے میں میں نے اسکی مدد کی اور اس طرح اسے نقصان

پہونچایا۔ لیکن اب میں اسکی غلطیوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اب میں اسکا سچا دوست ہو گیا ہوں۔»

«وتیا یہ بالکل صحیح رویہ ہے» ولودیا نے کہا۔

جلسے میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور ہر شخص مختلف سوالات کرتا رہا۔ اور پھر کوستیا نے کہا:

«اولگا نکولائیونا، اگر آپ نا مناسب نہ سمجھیں تو میرے کارڈ میں نمبر ٤ لکھہ دیجئیے۔»

«ہفتہ کے خاتمہ پر میں سب کارڈ بھروں گی، اس وقت تمہارا بھی بھر دوں گی» انہوں نے کہا۔

«اولگا نکولائیونا، مہربانی کر کے میرے کارڈ کو ابھی بھر دیجئیے» اس نے منت کی۔

«مگر تمہیں اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔ تمہارا نمبر ٤ کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا ہے!»

«میں جانتا ہوں وہ کہیں بھاگا نہیں جاتا لیکن اصل میں، میں ماں کو دکھانا چاھتا ہوں۔ میں اتنے عرصے سے ان سے وعدہ کر رہا ہوں کہ روسی میں نمبر ٤ حاصل کروں گا کہ اب وہ نا امید ہو گئی ہو گی۔»

«لیکن اگر تم اپنی ماں کو بتاؤ گے تو کیا وہ یقین نہیں کریں گی؟» اولگا نکولائیونا نے پوچھا۔

«ضرور کریں گی، مگر آپ جانتی ہیں کہ کسی سے زبانی کہنا بالکل دوسری بات ہے لیکن جب وہی چیز رپورٹ کارڈ میں لکھی ہوئی ہو تو بہت فرق پڑ جاتا ہے۔»

دوسرے لڑکوں نے بھی اس کا ساتھہ دیا۔ یہاں تک کہ ولودیا نے بھی اس کی سفارش کی۔ «اولگا نکولائیونا، اس کا کارڈ بھر

دیجئیے – باقی لڑکے ہفتے کے آخر تک انتظار کر لیں گے –» اس نے زور ڈالا –

اولگا نکولائیونا مسکرائیں – «اچھی بات ہے – جب تم سب اسکی سفارش کر رہے ہو تو میں انکار نہیں کر سکتی –» اور انہوں نے کوستیا کے کارڈ میں نمبر ٤ شامل کر دیا –

جب کوستیا اور میں اسکول کی عمارت سے باہر نکلے تو محسوس یہ ہؤا کہ جب ہم اندر تھے اس وقت میں باہر خاصی گرمی ہو گئی تھی – صبح تک تو کافی ٹھنڈک تھی لیکن اب چھتوں سے لٹکے ہوئے برف کے ٹکڑے پگھل کر ٹپکنے لگے تھے اور نئے سال کے درخت کی آرائشی چیزوں کی طرح دھوپ میں چمک رہے تھے – ہوا کے جھونکے ہمارے چہروں کو چھوتے ہوئے نکل جاتے تھے – ان جھونکوں میں خوشگوار گرمی تھی اور ہلکی ہلکی خوشبو تھی جیسی گرمی کے دنوں میں دریا کے پانی سے آتی ہے – ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہوا سیدھی جنوب سے چلی آ رہی ہے اور قزاخستان کے «اسٹیپی» میدانوں سے ہوتی ہوئی آ رہی ہے جہاں بہار آ چکی تھی اور فصل بونے کا موسم آ گیا تھا – میں اتنا خوش تھا کہ فرط مسرت سے میرا دل لبریز ہوکر پھیلتا ہؤا محسوس ہو رہا تھا اور مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں ہوا میں اڑا چلا جا رہا ہوں –میرے دماغ میں بہت دلچسپ خیالات چکر لگانے لگے – جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسا کام کروں کہ ہر شخص میری تعریف کرے اور میری ہی طرح خوشی محسوس کرے –

اور جب میں یہ سب خوش گوار اور تعجب خیز باتیں سوچ رہا تھا تو کوستیا میرے ساتھہ ساتھہ چل رہا تھا اور اسے کچھہ بھی پتہ

نہ چل سکا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ پھر وہ رک گیا، اس نے اپنے بستے سے رپورٹ کارڈ نکالا اور نمبر ٤ کو دیکھ‌کر خوش ہوتا رہا۔

«آخر مل ہی گیا!» خوشی کے مارے اسکی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ «اس ٤ کے لئے کتنے خواب دیکھے ہیں میں نے! میں نے کتنی بار اپنے آپ سے کہا ہے: میں ٤ حاصل کرکے ماں کو دکھاؤں‌گا اور تب ماں مجھ سے خوش ہو جائیں‌گی۔ یہ تو جانتا ہوں کہ صرف ماں کی خاطر میں اسکول نہیں جاتا ہوں۔ یہ بات تو وہ ہمیشہ مجھے سمجھاتی رہتی ہیں۔ لیکن اسکے باوجود کچھ نہ کچھ تو انکی خاطر بھی اسکول جاتا ہوں۔ وہ بہرحال چاہتی ہیں کہ انکا لڑکا بڑا ہوکر اچھا آدمی بنے اور دیکھ لینا میں کچھ بن‌کر رہوں‌گا اور ماں اس وقت مجھ پر فخر کریں‌گی۔ تھوڑی سی اور محنت کی ضرورت ہے اور دیکھنا نمبر ٥ کیسے ملتا ہے! اس وقت ماں بھی مجھ پر ناز کریں‌گی اور خالہ زینا بھی مجھ پر فخر کریں‌گی۔ اور اب مجھے خالہ زینا سے بھی کوئی شکائت نہیں کیونکہ وہ اتنی بری نہیں ہیں حالانکہ مجھے اکثر ڈانٹتی رہتی ہیں۔»

رک‌کر اس نے رپورٹ کارڈ کو اپنے بستے میں رکھا اور اپنے چاروں طرف دیکھا۔ تب اسنے گہرا سانس لیا اور بولا:

«ہوا کی خوشبو سونگھی؟ وتیا یہ بہار ہے، بہار۔ ذرا سوچو تو سہی! فروری ختم ہونے کو آیا اور فروری سردیوں کا آخری مہینہ ہے۔ جلدی ہی مارچ شروع ہو جائےگا اور اسکے بعد بہار کا موسم آئےگا۔ ندیاں پھر سے بہنے لگیں‌گی اور گھاس ہری ہو جائےگی اور خارپشت اور جنگل کے دوسرے جانور جاگ پڑیں‌گے۔ اور چڑیاں گائیں‌گی اور پھول کھل جائیں‌گے...»

وہ بہار اور چڑیوں کی باتیں کرتا رہا لیکن مجھے اسکی ساری باتیں یاد نہیں کیونکہ اسی وقت مجھے یہ خیال ہؤا کہ ہم لوگوں کو جو کچھہ بھی تجربات پیش آئے ہیں اسے لکھہ کیوں نہ ڈالا جائے۔ اسی دن سے میں نے لکھنا شروع کر دیا اور اسکے بعد ہر روز لکھتا رہا۔ اور حالانکہ میں نے ساری باتوں کے بارے میں نہیں لکھا ہے لیکن یہ کوشش ضرور کی ہے کہ اہم باتیں ضرور لکھدوں۔ اور اہم بات یہ ہے کہ کوستیا نے اور میں نے سب سے اونچے نمبروں سے چوتھے درجہ کا امتحان پاس کیا۔ سب مضمونوں میں ہمیں نمبر ۵ ملا تھا۔

بس یہی ساری کہانی ہے۔

ختم شد



НИКОЛАЙ НОСОВ

«ВИТЯ МАЛЕЕВ
В ШКОЛЕ И ДОМА»

На языке урду